خطباتِ عثمانی

۱

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

خطباتِ عثمانی

۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

خطبات عثمانی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب مولانا عبداللہ میمن صاحب

تاریخ اشاعت جنوری, 2011

با اہتمام محمد مشہود الحق کلیانوی :97 54 920 -0313

ناشر : میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ خلیل اللہ فراز :0321-2606274

جلد ۱

قیمت =/ روپے

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر:

ملنے کا پتے

- ☆ میمن اسلامک پبلشرز، کراچی۔ :20 88 214-0322
- ☆ مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- ☆ مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور۔
- ☆ دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی۔
- ☆ ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- ☆ مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- ☆ مکتبۃ العلوم، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔
- ☆ مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی۔
- ☆ کتب خانہ اشرفیہ، دکان نمبر 33، قاسم سینٹر، اُردو بازار، کراچی۔

عرضِ مرتب

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کو ہر میدان میں جو بلند مقام عطا فرمایا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، حضرت والا مدظلہم کے ہفتہ واری دو بیانات ہوتے ہیں، ایک بیان جمعہ کے روز جمعہ کی نماز سے قبل جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال کراچی میں ہوتا ہے، دوسرا بیان اتوار کے روز عصر کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی جامع مسجد میں ہوتا ہے، سالہا سال سے بیانات کا یہ سلسلہ جاری ہے، اور ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے ۱۸؍جلدوں پر مشتمل ان بیانات کا مجموعہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔

کچھ عرصہ سے حضرت والا مدظلہم نے جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی تفسیر اور تشریح کا سلسلہ شروع فرمایا ہے، جو بہت مفید سلسلہ ہے، اس سے تمام طبقہ کے حضرات کو فائدہ ہو رہا ہے، بہت سے حضرات کی خواہش تھی کہ تفسیر کے اس سلسلے کو نمایاں طور پر شائع ہونا چاہیے، تاکہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے، چنانچہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''خطبات عثمانی'' کا آغاز انہی تفسیری بیانات سے کیا جا رہا ہے، چونکہ ان تفسیری بیانات میں

حضرت والا مدظلہم کے اسفار کی وجہ سے وقفات زیادہ ہو جاتے ہیں، اسلئے وقتی موضوعات اور دیگر موضوعات کے بیانات کو بھی "خطبات عثمانی" میں ثانوی حیثیت سے شامل کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قبول فرمائے، اور آخرت کی نجات اور علم دین کی اشاعت کا ذریعہ بنائے، آمین

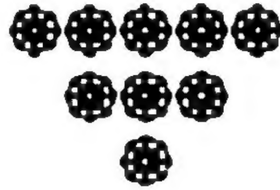
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۳ رجب ۱۴۳۱ھ

اجمالی فہرست

خطبات عثمانی   جلد نمبر : ۱



فہرستِ مضامین (تفصیلی فہرست)

عنوان	صفحہ نمبر

دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱)

اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی، رحیم بھی

﴿تفسیر سورۃ الفاتحہ (۲)﴾

عنوان	صفحہ نمبر

حساب کا دن آنے والا ہے

﴿تفسیر سورۃ الفاتحہ (۳)﴾

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۶)

عنوان	صفحہ نمبر
دو باتوں پر اس کو راضی کرلو	۱۲۷
اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا	۱۲۸
مجھے مسلمان کرلو	۱۲۹
اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں	۱۳۰

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۸)

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۲)

عنوان	صفحہ نمبر

صراطِ مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۳)

عنوان	صفحہ نمبر

حضور پر جادو کا اثر اور اسکا توڑ

تفسیر سورۃ الفلق (۱)

ہر چیز کے شر سے پناہ مانگو

تفسیر سورۃ الفلق (۲)

عنوان	صفحہ نمبر
پہلی آیت کا مطلب	۲۲۶
چھ ماہ کی رات	۲۲۷
تکلیف دور کرنے والی ذات وہی ہے	۲۲۸
کس چیز کی پناہ مانگتا ہوں؟	۲۲۹
تکلیف سے کوئی انسان خالی نہیں	۲۲۹
تین عالم	۲۳۰
اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو	۲۳۰
مؤمن اور کافر کے درمیان فرق	۲۳۱
تکلیف اور اندیشہ کے وقت کہو :	۲۳۲
اعوذ باللہ پڑھنا	۲۳۳
خلاصہ	۲۳۴

حاسد کے حسد سے پناہ مانگو

تفسیر سورۃ الفلق (۳)

تمہید	۲۳۷
اس آیت میں ہر چیز سے پناہ آگئی	۲۳۸
اندھیرے سے پناہ مانگو	۲۳۹
حضرت یونس علیہ السلام	۲۴۰
اندھیرے سے پناہ کیوں؟	۲۴۱
گرہ پر پھونکنے والوں سے شر سے	۲۴۲

عنوان	صفحہ نمبر
حسد کرنا تقدیر پر شکوہ کرنا ہے	۲۵۸
حسد کا تیسرا درجہ	۲۵۹
حسد کی وجہ سے کون ہمارے خلاف کارروائی کر رہا ہے؟	۲۵۹
رشک کرنا جائز ہے	۲۶۰
حافظ ابن حجرؒ کی دعا	۲۶۱

شیطان کے زہر کا تریاق

تفسیر سورۃ الناس (۱)

عنوان	صفحہ نمبر
شیطان کے زہر کا تریاق	۲۷۴
ایک زہریلا پودا اور اس کا تریاق	۲۷۴
گناہ خوبصورت زہریلے پودے کی مانند ہیں	۲۷۵

خیالات اور وہم کا علاج

تفسیر سورۃ الناس (۲)

عنوان	صفحہ نمبر

جادو اور آسیب کا علاج

تفسیر سورۃ الناس (۳)

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

تفسیر سورۃ الناس (۴)

دنیا کا سارا نظام

اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	18th-Jan-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں

تفسیر سورۃ فاتحہ (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، و الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ سورۃ فاتحہ کل سات آیات پر مشتمل ہے،

اور اس کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے، جس کا ترجمہ ہے کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے اور پالنے والا ہے تمام جہانوں کا"

تمام اشیاء کی تعریف اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات میں جب بھی کسی چیز کی تعریف کی جائے گی تو وہ درحقیقت اللہ جل شانہ کی تعریف ہوگی، اس لئے کہ جب انسان کسی چیز کی تعریف کرتا ہے تو حقیقت میں وہ تعریف اس چیز کے بنانے والے کی ہوتی ہے، اگر آپ کسی عمارت کی تعریف کریں کہ یہ بڑی عالیشان ہے، بڑی خوبصورت ہے، تو درحقیقت وہ اس عمارت کے بنانے والے کی تعریف ہے، تو اس کائنات میں جب بھی کسی چیز کی تعریف کی جائے گی تو درحقیقت وہ اللہ جل شانہ کی تعریف ہوگی، کیونکہ حقیقت میں وہی اس چیز کا بنانے والا ہے، وہی اس چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو تمام تعریفیں اللہ کی ہیں۔

تمام جہانوں کا پالنہار ہے

اور پھر اس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت بیان فرمائی کہ رب العالمین " جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا" یہ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو " الحمد للہ" میں جو دعویٰ کیا گیا تھا کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، اسی دعویٰ کی دلیل ہے، تمام تعریفیں اللہ کی کیوں ہیں؟ یہ اس لئے ہیں کہ وہ رب العالمین ہے، وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اس کی پرورش کرنے والا ہے، ان کا پروردگار ہے، ان کا پالنہار ہے، اور لفظ استعمال فرمایا عالمین " تمام جہانوں کا" اس کائنات میں جتنے جہاں

پائے جاتے ہیں، انسانوں کا جہاں، جنات کا جہاں، جانوروں کا جہاں، آسمانوں کا جہاں، چاند ستاروں کا جہاں، بادلوں اور پہاڑوں کا جہاں، سمندروں اور دریاؤں کا جہاں، جتنے جہاں کائنات میں پائے جاتے ہیں، ان سب کا پروردگار ہے، ان سب کا پالنے والا ہے۔

ایک اشکال

اس جملے میں ایک عجیب قسم کا اشارہ یہ موجود ہے کہ دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، یعنی اللہ تبارک تعالیٰ کا ہر کام قابل تعریف ہے، تو کبھی کبھی انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں بہت سے واقعات ہمیں ایسے نظر آتے ہیں جو دیکھنے میں اچھے نہیں لگتے، جن کی بظاہر تعریف نہیں کی جاتی، جن کو دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے، جن کو دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے، مثلاً کسی انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے، کسی انسان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کسی کو ناحق قتل کیا جا رہا ہے، کسی کے اوپر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، یہ سارے کام بھی تو اسی کائنات میں ہو رہے ہیں، اور ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں جس کی تعریف کی جا سکے، تو پھر یہ کہنا کہ اللہ کے تمام کام قابل تعریف ہیں یہ کیسے درست ہوا؟ جب کہ بہت سارے کام کائنات میں ہمیں ایسے نظر آتے ہیں جو قابل تعریف نہیں، جن کے اندر کوئی نہ کوئی تکلیف کا پہلو ہوتا ہے، کوئی منفی پہلو ہوتا ہے، جس کے بارے میں دل میں یہ خیالات اور اعتراضات اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ درحقیقت ''رب العالمین'' کے لفظ میں اس سوال کا بھی جواب ہے، وہ یہ ہے کہ یہ جو تم کسی واقعہ سے

رنجیدہ ہوتے ہو، جس سے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے، یا غم ہوتا ہے تو تم اپنی چھوٹی سی عقل کے دائرے میں رہ کر سوچ رہے ہو، اور اس چھوٹی سی محدود عقل کے دائرے میں رہ کر تم کسی بات کے بارے میں یہ فیصلہ کرتے ہو کہ یہ ناگوار ہے، یہ اچھی نہیں، یہ تکلیف دہ ہے، اس میں غم ہے، اس میں صدمہ ہے، یہ تم اپنی چھوٹی سی عقل میں رہ کر سوچتے ہو، لیکن باری تعالیٰ جو پوری کائنات کا خالق ہے، جو پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے، جو ساری کائنات کو پال پوس رہا ہے، اس کی نگاہ میں ہے کہ کس لمحہ کون سا کام اس کائنات کی مصلحت کے مطابق ہے، اور کون سا کام مصلحت کے مطابق نہیں ہے، تمہاری چھوٹی سی عقل میں اس کی مصلحت نہیں آسکتی۔

تمہاری عقل کی ایک مثال

اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر ایک بچہ کے کوئی پھوڑا نکل آیا ہے، اور کوئی ڈاکٹر اس کا آپریشن کر کے اس پھوڑے کو نکال رہا ہے، اور بچہ چیخ رہا ہے، اور چلا رہا ہے، تم اس کے چیخنے اور پکارنے کو دیکھ کر یہ سمجھو گے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، اور اس کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے، یہ بچہ رو رہا ہے، اور چلا رہا ہے، اور ڈاکٹر ہے کہ اس کے اوپر نشتر چلا رہا ہے، لیکن اگر ذرا سی عقل سے کام لو گے تو پتہ چلے گا کہ اس کے ساتھ جو عمل کیا جا رہا ہے یہ درحقیقت اس کے لئے فائدہ مند ہے، یہی اس کے حق میں مفید ہے، اس کی خیر خواہی کا تقاضہ بھی یہی ہے، اس کی مصلحت کا تقاضہ بھی یہی ہے، یہ تو ایک چھوٹی سی مثال میں نے دیدی، لیکن جس کے سامنے پوری کائنات کا نظام ہے، وہی جانتا ہے کہ کس لمحہ کون سی بات اس کائنات کی

مصلحت کے مطابق ہے، وہ رب العالمین ہے، لہٰذا جو فیصلہ کرتا ہے، اس کا فیصلہ بر حق ہے، اس کا فیصلہ مصلحت کے عین مطابق ہے، کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس کائنات کی چھپی ہوئی مصلحتوں کو کسی اللہ والے پر ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔

ایک بچھو کا عجیب وغریب واقعہ

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر کبیر مشہور ہے، انہوں نے اسی آیت کی تفسیر میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے، ایک بزرگ تھے، وہ ایک مرتبہ دریائے دجلہ جو بغداد کا دریا ہے، اس کے کنارے جارہے تھے، جاتے جاتے دیکھا کہ آگے ایک بڑا سا بچھو جارہا ہے، ان بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ اس کائنات کا کوئی بھی ذرہ کسی مصلحت اور مقصد کے بغیر حرکت نہیں کرتا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے، یقیناً یہ بچھو بھی کسی کام پر جارہا ہوگا، تو آج میں ذرا اس کا تعاقب کر کے دیکھوں کہ یہ بچھو کہاں جارہا ہے؟ کیا کرے گا؟ دل میں یہ خیال آیا، پھر وہ اس بچھو کے پیچھے چل پڑے، آگے آگے بچھو، اور پیچھے پیچھے یہ بزرگ، بزرگ بھی چلتے رہے، وہ بچھو بھی چلتا رہا، یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچ کر بچھو نے اپنا رُخ موڑا، اور دریا کے کنارے پر جا کر کھڑا ہو گیا، یہ بزرگ بھی کھڑے ہو گئے، دیکھنے کے لئے کہ اب کیا ہوتا ہے؟

بچھو کے لئے خدائی کشتی

تھوڑی دیر گزری تھی کہ دیکھا کہ دریا میں ایک کچھوا تیرتا ہوا آرہا ہے، وہ کچھوا تیرتا ہوا آیا، اور ٹھیک اس جگہ جہاں بچھو کھڑا ہوا تھا، کنارے سے لگ گیا، اب یہ بچھو چھلانگ لگا کر کچھوے کی پشت پر سوار ہو گیا، فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ

اللہ تعالیٰ نے بچھو کو دریا پار کرانے کے لئے کشتی بھیج دی ہے، اس کے بعد کچھوے نے پانی پر تیرنا شروع کر دیا، وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ آج اس کا تعاقب کرنا ہے کہ یہ کہاں جا رہا ہے؟ اس لئے میں نے بھی ایک چھوٹی سی کشتی لے لی، اور کشتی میں بیٹھ کر میں بھی دریا میں چل پڑا، وہ کچھوا اس کو گھماتا پھراتا دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، اور وہاں جا کر کنارے سے لگ گیا، اب بچھو اس کچھوے کی پشت سے چھلانگ لگا کر دریا کے دوسرے کنارے پر اتر گیا، میں نے بھی کشتی لگا دی اور میں بھی کنارے پر اتر گیا، اب پھر اس نے چلنا شروع کیا، خدا جانے کہاں جا رہا تھا؟ کہاں منزل تھی، لیکن میں نے چونکہ تہیہ کیا تھا کہ آج میں اس کا تعاقب کروں گا کہ یہ کہاں جا رہا ہے، آگے گئے تو وہاں ایک آدمی سو رہا تھا، میں نے سوچا کہ شاید بچھو اس آدمی کو جا کر کاٹے گا، اور شاید اسی لئے سارا سفر طے کر کے آیا ہے۔ چنانچہ میں بھی پیچھے پیچھے چلتا رہا، یہاں تک کہ جب میں اس سوئے ہوئے آدمی کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ اپنا پھن اٹھا کر اس سوئے ہوئے آدمی کو ڈسنا چاہتا ہے، اس نے اپنا پھن اٹھایا ہوا ہے، اور قریب تھا کہ اس کو ڈس لے، اچانک یہ بچھو پہنچا اور اچھل کر اس سانپ کے اوپر سوار ہو گیا، اور سانپ کو اس زور سے ڈسا کہ سانپ تیورا کھا کر نیچے گر گیا، اور وہ سوتا ہوا آدمی سو رہا تھا، اس کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟

یہ بچھو تمہارا محسن ہے

جب سونے والے شخص کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ قریب میں بچھو جا رہا ہے، تو

اس نے پتھر اٹھا کر اس بچھو کو مارنے کی کوشش کی، میں نے جا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ خدا کے لئے اس کو نہ مارنا، یہ تمہارا محسن ہے، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہاری جان بچانے کے لئے بہت دور سے بھیجا ہے، اگر یہ بچھو نہ ہوتا تو سانپ تمہیں ڈس چکا ہوتا، اور تم مر چکے ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بچھو کہاں سے تمہارے لئے بھیجا ہے، جس نے اس سانپ کا خاتمہ کیا جو تمہیں ڈسنا چاہتا تھا، فرماتے ہیں کہ بس یہاں آکر میری سمجھ میں آ گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس کائنات میں کوئی نہ کوئی حرکت کسی نہ کسی مصلحت سے خالی نہیں، تو یہ ہے رب العالمین۔

کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں

کوئی چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی اگر حرکت کرتا ہے، تو اس کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی مشن سونپا ہوا ہوتا ہے، وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ربوبیت کا ایک مظاہرہ ہے، جسکے ذریعہ وہ کائنات کا نظام چلا رہا ہے، اگر آپ غور کریں کہ وہ سونے والا آدمی جب بیدار ہوا تھا تو اس کو تو بچھو نظر آیا، اور اس کے دل میں تو یہی بات تھی کہ یہ بچھو موذی جانور ہے، اس کو مارنا چاہئے، لیکن اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ بچھو اس کے لئے زندگی کا پیغام لے کر آیا ہے، تو اس کائنات میں جو واقعات ہمیں نظر آتے ہیں اس میں بہت سے واقعات وہ ہیں جن کی اصلیت اور حکمت ہماری محدود عقل کے دائرے میں نہیں آتی، اس واسطے اس کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ رنج کا واقعہ ہے، یہ غم کا واقعہ ہے، یہ تکلیف ہے، لیکن جو ذات اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے، وہی جانتی ہے کہ کس وقت کیا ہونا چاہئے؟

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ

آپ نے سنا ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریر کر رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ اس پوری دنیا میں سب سے زیادہ علم کس کے پاس ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت پیغمبر تھے، اور جب کوئی پیغمبر اس دنیا میں موجود ہو تو اس سے بڑا عالم کوئی نہیں ہوتا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ہی سب سے زیادہ علم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ شریعت کے سب سے بڑے عالم تھے، لیکن جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ کون سب سے بڑا عالم ہے، تو ان کو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے، اور یہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون بڑا عالم ہے؟ یہ بات اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں آئی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کہہ رہے ہو کہ تم سب سے بڑے عالم ہو، تو ہمارا ایک بندہ ہے، اس کے پاس ہم تمہیں بھیجتے ہیں، جن کو تم سے زیادہ علم ہے۔

مچھلی کا گم ہونا

چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا، پوچھا کہ یا اللہ! کیسے پہنچوں ان تک؟ کہا کہ ایک مچھلی اپنے ساتھ رکھ لینا، اور چلتے چلتے ایک جگہ ایسی آئے گی، جہاں تک تم سے وہ مچھلی گم ہو جائے گی، جس جگہ گم ہو جائے گی، اسی جگہ تم کو وہ آدمی ملے گا، چلتے رہے، یہاں تک کہ مچھلی گم ہو گئی، اور

سمندر میں چلی گئی، جوان کے ساتھی تھے حضرت یوشع علیہ السلام کو بتانا یاد نہیں رہا، آگے چلے گئے، آگے جانے کے بعد پوچھا کہ لاؤ وہ مچھلی کہاں ہے؟ تو حضرت یوشع علیہ السلام نے کہا کہ جہاں ہم سوئے تھے، وہاں وہ مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ذَالِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا (سورة الكهف:٦٤)

اسی کی تو ہم تلاش میں تھے۔ واپس پیچھے آئے، واپس آئے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کی صحبت میں کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم دیا ہے، وہ مجھے بھی نصیب ہو جائے۔

تم سے صبر نہیں ہوگا

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم میرے ساتھ رہو گے تو تم سے صبر نہیں ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان شاء اللہ میں صبر سے کام لوں گا، اور جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا، کہا کہ اچھا جو کچھ بھی میں کروں اور جب تک اس کے بارے میں، میں خود تمہیں نہ بتاؤں، تو سوال نہ کرنا، اور پوچھنا نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اور کیوں کر رہا ہوں؟ کہا کہ اچھا نہیں پوچھوں گا، اب یہ حضرت خضر علیہ السلام تو اس رب العالمین کے کارندے تھے، اور کائنات کا نظام چلانے کے لئے مقرر کئے ہوئے تھے، دونوں چل پڑے، سمندر میں جانا تھا، ایک کشتی مل گئی، کشتی والوں سے بات چیت کی، انہوں نے کچھ اجرت لئے بغیر کشتی میں سوار

کرلیا، کشتی چلتی رہی، یہاں تک کہ ایک جگہ جب پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کدال لے کر اس کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر گھبرا گئے، اور فرمایا، اللہ کے بندے! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی اجرت کے ہمیں کشتی میں سوار کیا ہے، اور آپ نے لے کر کشتی توڑ دی، حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کرسکو گے، تم سے کہا تھا کہ کچھ پوچھنا نہیں، چاروناچار کہا کہ غلطی ہوگئی، معاف کرنا، بھول گیا تھا۔

بچے کو قتل کردیا

اب آگے چلے، کشتی میں سے نیچے اترے تو ایک نابالغ بچہ کھیل رہا تھا، حضرت خضر علیہ السلام آگے گئے، اور جا کر اس کی گردن پکڑی، اور اس کو قتل کر کے اس کی گردن الگ کردی، حضرت موسیٰ علیہ السلام زنانے آگئے کہ ویسے ہی کسی کو ناحق قتل کرنا تو حرام ہے، اور نابالغ بچے کو قتل کرڈالا، تو نہ رہا گیا اور کہا کہ یہ کیا آپ نے ظلم اور غضب ڈھایا کہ ایک بچہ بالکل نابالغ، معصوم تھا، اٹھا کر اس کو قتل کردیا، تو انہوں نے کہا کہ پہلے ہی میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے، اب موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ اس آدمی کے ساتھ میرا گزارا مشکل ہے، کہا کہ اچھا اگر آئندہ پوچھوں تو مجھے آئندہ ساتھ نہ رکھنا، آگے چلے ایک بستی میں گئے، بستی والوں سے کہا کہ بھئی مہمان ہیں، اور مسافر ہیں، کچھ کھانا پینے کا بندوبست کرو، وہ کچھ بخیل لوگ تھے، انہوں نے انکار کردیا کہ ہم لوگ مہمانی نہیں کریں گے، قریب ہی میں دیکھا کہ ایک دیوار ہے، جو گرنے کے قریب تھی، حضرت خضر علیہ السلام نے

جاکراس کی مرمت شروع کی، اوراس کوٹھیک کردیا، اورسیدھا کردیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، حضرت اس شہر میں لوگ ہماری مہمانی کرنے کو تیار نہیں تھے، یہ کام ایسا تھا کہ ذراسی اس پر اجرت مانگ لی ہوتی تو ذرا کھانے پینے کا ہمارا بندوبست ہوجاتا، کہا کہ بس میرا اور تمہارا جدائی کا وقت آگیا، تم سے پہلے ہی میں نے کہا تھا کہ صبر نہیں کرسکتے۔

ہر کام اپنے پروردگار کے حکم سے کیا

اب سنو! جو کچھ ہوا، اس کا کیا قصہ تھا؟ فرمایا وہ جو کشتی کا میں نے تختہ توڑا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس علاقے میں کشتی جارہی تھی، وہاں کا بادشاہ ہر کشتی کو جو ذرا اچھی ہوتی تھی، اپنے قبضے میں لے لیتا تھا، اور یہ بیچارے مسکین لوگ تھے، جو سمندر میں کام کررہے تھے، اگر یہ کشتی صحیح سالم وہاں پہنچتی تو بادشاہ اس پر قبضہ کرلیتا، یہ کشتی ان کے ہاتھ سے نکل جاتی، لہٰذا بادشاہ کے ظلم سے بچانے کے لئے میں اس کے اندر عیب پیدا کردیا تھا، تاکہ بادشاہ کی نظر اس پر نہ پڑے، اور وہ جو بچہ تمہیں کھیلتا ہوا نظر آیا تھا، میں نے اس کو قتل کردیا، بات یہ تھی کہ اس کے والدین بڑے نمازی اور نیک مسلمان تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اگر یہ بچہ بڑا ہوگا تو بڑے ہوکر اپنے والدین کو بھی کفر وشرک میں مبتلا کردے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کو ختم کردو، اور اس کی جگہ ان کو دوسرا بیٹا عطا کردو، جو نیک بیٹا ہوگا، اور دیوار جو میں نے سیدھی کی تو درحقیقت اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دبا ہوا تھا، اگر یہ دیوار گرجاتی تو لوگ ان کے خزانے پر قبضہ کرکے ان کو محروم کردیتے، اس واسطے ہم نے

چاہا کہ یہ بچے بڑے ہو جائیں، اور بڑے ہو کر اس دیوار کے نیچے سے اپنا خزانہ نکال لیں، ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا، جو کام بھی میں نے کیا، پروردگار کے حکم سے کیا۔

ہر کام کے پیچھے حکمت پوشیدہ تھی

یہ سارا منظر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے دکھایا کہ ظاہری نظر میں ان میں سے ہر کام برا تھا، کشتی کا تختہ توڑ دینا، نابالغ بچہ کو قتل کر دینا، ہر کام دیکھنے میں برا تھا، لیکن وہ ذات جو اس پوری کائنات کا نظام چلا رہی ہے، اس کو پتہ ہے کہ کس وقت کون سا کام اس کائنات کی مصلحت کے مطابق ہے؟ وہ اپنی حکمت سے اپنے علم سے کرتا ہے۔ اس کا علم بھی کامل، اس کی حکمت بھی کامل، اس کی مصلحت بھی کامل، تم تو چھوٹی سی عقل لے کر، چھوٹا سا علم لے کر، چھوٹی سی خواہش لے کر، چھوٹا سا دماغ لے کر اس کے دائرے میں سوچتے ہو، اور یہ کہتے ہو کہ یہ بات بہت بری ہوگئی، یہ بات بہت خراب ہوگئی، لیکن وہ ذات جو اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے، اس کو بھی پتہ ہے کہ کون سا کام کس وقت میں فائدہ مند ہے، اور کون سا کام حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے، یہ ہے "رب العالمین" یہ ہے تمام کائنات کے نظام کو چلانے والا، اس کو پالنے والا، اس کی پرورش کرنے والا، اس کا پالنہار، لہذا کوئی کام اس کائنات میں ایسا نہیں جو حکمت اور مصلحت کے خلاف ہو۔ اقبال مرحوم نے کہا:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے عین مطابق ہو رہا ہے، اس کائنات کے نظام کا تقاضہ یہی ہے، اس کائنات کی مصلحت کا تقاضہ یہی ہے، ہاں! تم چونکہ معمولی سی عقل لئے بیٹھے ہو، چھوٹا سا علم لئے بیٹھے ہو، کائنات کی مصلحتوں کا علم نہیں ہے۔

اللہ کے فیصلے پر راضی رہو

اسی وجہ سے کسی واقعہ پر تم رنجیدہ ہوتے ہو، کسی واقعہ پر تمہیں تکلیف ہوتی ہے، کسی واقعہ پر صدمہ کرتے ہو، چلو صدمہ کرلو، لیکن ساتھ ساتھ یقین رکھو کہ اگر چہ مجھے صدمہ ہو رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ، اس کی مشیت اور اس کی حکمت کے عین مطابق ہے، اسی کا نام صبر ہے کہ چاہے آدمی کو تکلیف پہنچ رہی ہو، رو بھی رہا ہو، آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں، غم کا اظہار بھی کر رہا ہو، لیکن دل اس بات پر مطمئن ہو کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہا ہے، اسی کی حکمت و مصلحت کے مطابق ہو رہا ہے، ہم اسی کے فیصلے پر راضی ہیں، یہ ہے صبر۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ
قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ (البقرة: ١٥٥، ١٥٦)

ہم تمہیں آزمائیں گے، کبھی تم پر خوف کی حالت طاری ہو جائے گی، کبھی بھوک کی تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے، کبھی تمہارے مال میں کمی آجائے گی، کبھی تمہاری جانوں میں کمی آجائے گی، کبھی تمہارے عزیز، تمہارے رشتہ دار، تمہارے

بھائی، تمہارے دوست میں سے کوئی دنیا سے رخصت ہو جائے گا، اور کبھی تمہاری پیداوار میں کمی آجائے گی، یہ سب ہوگا، اس کے ذریعہ ہم تم کو آزمائیں گے، لیکن خوشخبری دیدو ان صبر کرنے والوں کو، جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں" اللہ کے ہیں" کیا معنی؟ مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہو رہا ہے، ہم سب کو اسی کے پاس لوٹ کے جانا ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے ہی سیدھے راستے پر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلاصہ

میرے بھائیو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا جو کلمہ ہے، جو تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے سارے جہانوں کا، یہ دلیل ہے کہ اس بات کی کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ برحق ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت، مصلحت اور حکمت کے مطابق ہو رہا ہے، اس پر ایمان لانا ایک مؤمن کا کام ہے، چاہے اس کا دل سلگ رہا ہو، دل میں صدمہ ہو رہا ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا وہ برحق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حقیقت کے ادراک کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی، رحیم بھی

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	1st-Feb-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی، رحیم بھی

تفسیر سورۂ فاتحہ (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا بیان چل رہا ہے، اس سورت میں سات آیتیں ہیں، اور پہلی آیت کا بیان پچھلے جمعہ میں بقدر ضرورت ہو

گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کا۔

کائنات میں بے شمار عالم

''عالمین'' جمع ہے عالم کی، جہان کو عالم کہتے ہیں، اور جمع کا صیغہ استعمال کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات واضح کی کہ اس کائنات میں بہت سارے عالم پائے جاتے ہیں، بہت سے جہاں ہیں، ایک جہاں وہ ہے جو ہمیں اور آپ کو اپنی آنکھوں سے نظر آرہا ہے، وہ یہ دنیا ہے، اور اس دنیا کی بھی بہت ساری چیزیں ہمیں آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، نہ جانے کیا کیا مخلوقات اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا کے اندر پیدا فرمائی ہیں، انسان ہیں، جانور ہیں، جانوروں کا ایک جہاں ہے، جانوروں کی بھی انواع واقسام ہیں، زمین پر پاؤں سے چلنے والے، رینگنے والے، خشکی پر رہنے والے، پانی میں رہنے والے، غرض اتنی قسمیں ہیں ان مخلوقات کی جن کا شمار ممکن نہیں، ہمیں زمین کی ظاہری سطح پر جو چیزیں نظر آتی ہیں، بس انہی کو جہاں سمجھتے ہیں۔

سمندر میں جہاں آباد ہے

لیکن سمندر کے اندر، سمندر کی تہہ میں کیا جہاں پوشیدہ ہے؟ اکثر انسانوں کو اس کا پتہ نہیں، مجھے دو مرتبہ سمندر کی تہہ میں جانے کا اتفاق ہوا، آب دوز کے ذریعہ، نیچے اترنے کے بعد ہی نظر آیا کہ سمندر کے نیچے جو کائنات ہے، جو ہماری سمندر کے اوپر کی کائنات سے کئی زیادہ کشادہ اور وسیع ہے، سمندر کے اندر جنگلات

ہیں، پہاڑ ہیں، جانوروں کی اتنی قسمیں ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں، جن کی گنتی ممکن نہیں، عجیب رنگوں کے رنگ برنگے جانور، پہاڑ اور جنگلات اور صحراء اور ریگستان ،ایک ڈیڑھ گھنٹے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا، کائنات کا ایک عظیم جہان ہے، جو اللہ تعالیٰ نے دکھایا، غرض انسان کی عقل احاطہ نہیں کرسکتی ان مخلوقات کا جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں، اور وہ سارے جہاں اللہ تعالیٰ ہی پال رہے ہیں، وہی ان کی روزی کا انتظام کررہے ہیں، وہی ان کو پیدا کررہے ہیں، وہی ان کو پلا اور بڑھا رہے ہیں، ان کی ساری ضروریات کی تکمیل سمندر کی تہہ کے اندر ہورہی ہے، جو پروردگار ہے عالمین کا، ایک عالم کا نہیں، یہ جو میں نے ساری بات ذکر کی وہ تو صرف دنیا ہے۔

یہ دنیا نقطہ کے برابر بھی نہیں

دنیا کو اگر پوری کائنات کے اندر دیکھو تو ایک چھوٹا سا نقطہ بھی نہیں ہے، دنیا تو ایک چھوٹا سا سیارہ ہے، اگر پوری کائنات کے آگے دیکھا جائے تو ایک نقطہ کے برابر بھی نہیں ہے، کتنے سیارے ہیں جو کائنات کے گرد ہر وقت گردش میں ہیں، آج کے سائنسدانوں نے جو بڑی بڑی دوربینیں ایجاد کی ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ لاکھوں نوری سال تک دیکھنے کے بعد بھی کائنات کی انتہا نہیں۔

نوری سال کا مطلب

نوری سال کی اصطلاح سائنسدانوں نے ایجاد کی، اس وجہ سے کہ فاصلوں کی گنتی ختم ہوگئی، آپ اگر کہیں کہ لاکھوں ارب اور کھرب، لیکن کھرب کے بعد تو ہمارے پاس کوئی گنتی کا راستہ نہیں، تو انہوں نے ایک نئی اصطلاح ایجاد کی کہ اگر

روشنی کی ایک کرن سال بھر تک سفر کرے تو جتنا فاصلہ وہ سال بھر میں طے کرے گی، وہ ایک نوری سال ہوگا، اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ سورج زمین سے ایک کروڑ چھیاسی لاکھ میل دور ہے، اور وہاں سے جب سورج نکلتا ہے اور اس کی کرن جب زمین پر آتی ہے تو آٹھ سیکنڈ میں پہنچتی ہے، تو آٹھ سیکنڈ میں ایک کروڑ چھیاسی لاکھ میل طے کرتی ہے، اب اگر وہ سال بھر تک فاصلہ طے کرتی رہے تو ایک نوری سال کہلائے گا، اور کہتے ہیں کہ لاکھوں نوری سال پر کائنات پھیلی ہوئی نظر آتی ہے، اس کے بعد انسان کا علم ختم ہو جاتا ہے، اور اس کی دوربین جواب دے جاتی ہے، کیا کائنات ہے جو اس نے پیدا فرمائی ہے، اور وہ سب کی تخلیق کر رہا ہے، اور سب کا نظام چلا رہا ہے، سب کی پرورش کر رہا ہے، الحمد للہ رب العالمین، وہ رب ہے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے، یہ تو اس کی ایک آیت کا بیان ہوا۔

دوسری آیت

دوسری آیت میں فرمایا الرّحمٰن الرّحیم وہ باری تعالیٰ تمام جہانوں کی پرورش تو کر ہی رہا ہے، اس کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ سب پر رحم کرنے والا ہے، اور بہت رحم کرنے والا ہے، الرّحمٰن الرّحیم یہ دو الگ الگ لفظ قرآن کریم نے استعمال کئے، کیونکہ اردو میں کوئی اور ترجمہ ممکن نہیں، اس لئے عام طور سے ترجمہ یہی کیا جاتا ہے کہ جو بہت مہربان ہے، نہایت رحم کرنے والا ہے، لیکن عربی زبان کے لحاظ سے دونوں کے معنی میں فرق ہے، الرحمٰن اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی رحمت بہت وسیع ہو، یعنی ہر ایک کے اوپر اس کی رحمت ہو، اس کو رحمٰن کہا جاتا ہے،

اور رحیم اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت بہت زیادہ ہو، اور مکمل ہو، دونوں میں فرق یہ ہے، الرحمٰن میں وسعت زیادہ ہے، اور الرحیم میں گہرائی زیادہ ہے، انگریزی میں جسے کہا جاتا کہ ایک Extensive اور ایک ہوتا ہے Intensive الرحمٰن Extensive رحمت ہے، جو تمام کائنات کو شامل ہے، اور الرحیم Intensive رحمت ہے، یعنی وہ جو مکمل رحمت ہے، بہت زیادہ رحمت ہے، یہ دونوں میں فرق ہے۔

صفت رحمٰن کا مظاہرہ

باری تعالیٰ کی صفت رحمٰن کا مظاہرہ ہوتا ہے، دنیا میں یعنی اس کی رحمت ہر ایک کو شامل ہے، یعنی وہ اپنی رحمت سے سب کو رزق دے رہا ہے، سب کی پرورش کر رہا ہے، سب کو اس نے دنیا کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہوا ہے، چاہے مسلمان ہو، چاہے کافر ہو، چاہے اس کا دوست ہو، چاہے اس کا دشمن، سب پر اللہ کی رحمت پھیلی ہوئی ہے، اس کی رحمت کا آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے وجود تک کے قائل نہیں، وجود کا انکار کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا العیاذ باللہ مذاق اڑاتے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ رزق دے رہا ہے، اور خوب دے رہا ہے، شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

ادیم زمین سفرۂ عام اوست

بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست

کہ یہ زمین کی سطح اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیلا ہوا دسترخوان ہے، اور اس

دسترخوان پر سب کھا رہے ہیں، چاہے اللہ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو، اور وہ بھی کھا رہا ہے جو دوست ہے، اور وہ بھی کھا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر باندھا ہوا ہے، ان کو دیکھو، کس طرح اللہ تعالیٰ ان کو پروان چڑھا رہے ہیں، پرورش ان کی بھی ہو رہی ہے، صحت ان کو بھی ملی ہوئی ہے، روپیہ پیسہ بھی ان کو دیا گیا ہے، کھانے کو رزق ان کو بھی مل رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، اور بہت پھیلی ہوئی ہے، وہ مسلمان پر بھی کافر پر بھی ہے، دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کافروں کو بھی دی ہیں، تو رحمٰن کے معنی ہوئے جس کی رحمت وسیع ہو۔

صفت الرحیم کا مظاہرہ

اور الرحیم کے معنی جس کی رحمت مکمل ہے، کامل ہے، بہت زیادہ ہے، اس کا مظاہرہ آخرت میں ہوگا، وہاں کافروں پر تو رحمت نہیں ہوگی، آخرت میں جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ نہیں ہوگا، لیکن جو ایمان والے ہیں ان پر مکمل رحمت ہوگی۔

دنیا میں رحمت مکمل نہیں

یہاں دنیا میں رحمت بے شک ہے، لیکن مکمل نہیں ہے، بلکہ دنیا کے اندر ہر راحت کے ساتھ تکلیف کا کانٹا لگا ہوا ہے، کوئی خوشی آتی ہے تو مکمل نہیں ہوتی، اس کے اندر بھی کوئی نہ کوئی رنج کا کانٹا لگا ہوا ہوتا ہے، کوئی راحت ملتی ہے تو وہ راحت مکمل نہیں ہوتی، اس کے اندر بھی کوئی نہ کوئی تکلیف کا شائبہ ہوتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا حکمران، بڑے سے بڑا بادشاہ، بڑے سے بڑا ڈکٹیٹر، بڑے سے بڑا سرمایہ

دار یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ مجھے راحت ہی راحت میسر ہے، بلکہ یہاں تکلیف بھی آتی ہے، پریشانی بھی آتی ہے، غم بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہی ایسی ہے۔

تین عالم

خوب سمجھ لیجئے! اللہ تعالیٰ نے تین عالم پیدا کئے ہیں، ایک عالم وہ ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہے، راحت ہی راحت ہے، آرام ہی آرام ہے، جہاں تکلیف کا گزر نہیں، غم کا گزر نہیں، اور وہ ہے جنت، اور ایک عالم وہ ہے جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے، اللہ بچائے صدمہ ہی صدمہ ہے، عذاب ہی عذاب ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے (آمین) اور وہ ہے دوزخ، اور تیسرا عالم وہ ہے جس میں دونوں چیزیں ملی جلی ہیں، تکلیف بھی ہے، راحت بھی ہے، خوشی بھی ہے، غم بھی ہے، یہ دنیا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، سب پر چھائی ہوئی ہے، لیکن مکمل نہیں، بلکہ کوئی نہ کوئی تکلیف کا کانٹا ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت ہے، کوئی بھی فردِ بشر اس سے مستثنیٰ نہیں، بڑے سے بڑا دولت مند لے لو، جس کے پاس دنیا کی آسائش کے سارے سامان مہیا ہیں، اس سے پوچھو کہ کیا راحت کے علاوہ کبھی کوئی تکلیف بھی پہنچی یا نہیں پہنچی؟ تو جواب میں وہ بے شمار دکھڑے رونے لگا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے، اور فلاں پریشانی ہے، تو نہ راحت مکمل ہے، نہ تکلیف مکمل ہے، چونکہ یہ دنیا ہے، اس میں تکلیفیں بھی آتیں ہیں، اس میں غم اور صدمے بھی آتے ہیں، اس واسطے یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تو ہے، لیکن مکمل نہیں، مکمل وہاں ہوگی جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام ملے گا جنت میں جانے

والوں کو کہ آج کے بعد تم پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی صدمہ ہوگا، لَاخَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡن کہ آج کے بعد تمہیں نہ کوئی اندیشہ اور نہ کوئی غم ہوگا۔

دنیا میں دھڑکہ اور اندیشہ

دیکھو! اگر دنیا میں آپ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ہوں، اور بہت لذیذ کھانا آپ کے سامنے ہو، اور بھوک بھی لگی ہوئی ہو، اور آپ کھانا کھا رہے ہوں، لذت لے رہے ہوں، لیکن ساتھ ساتھ دل میں ایک خدشہ ضرور لگا ہوا ہے کہ کہیں بدہضمی نہ ہو جائے، پیٹ خراب نہ ہو جائے، یہ دھڑکہ ضرور لگا ہوا ہے، اور اسی وجہ سے ایک حد میں جا کر دل بھر جائے گا، اور نہیں کھایا جائے گا، اگر اور کھاؤ گے تو پیٹ خراب ہو جائے گا، یہ دھڑکہ لگا ہوا ہے، لیکن جنت میں اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہوں گی، ان سے نہ بدہضمی کا اندیشہ ہوگا، نہ پیٹ خراب ہونے کا اندیشہ ہوگا، نہ موت کا اندیشہ ہوگا، اس کے اندر کوئی تکلیف کا شائبہ نہیں، اس کے اندر کوئی رنج وغم اور صدمہ کا شائبہ نہیں، لہٰذا وہاں جو راحت ہے وہ مکمل ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو عطا فرمائے (آمین) تو یہ رحمت ہے مکمل، وہ رحمٰن بھی ہے، اس کی رحمت بہت وسیع ہے، پھیلی ہوئی ہے، اور رحیم بھی ہے، اس کی رحمت بڑی مکمل ہے، اسی لئے بزرگوں نے باری تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ''رَحۡمٰنُ الدُّنۡیَا وَرَحِیۡمُ الۡاٰخِرَةِ'' دنیا میں وہ رحمٰن ہے، اور آخرت میں وہ رحیم ہے، اس کی رحمت مکمل ہے، یہ دو صفتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ فاتحہ کی ایک آیت اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں بیان فرمائیں، اور اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ باری تعالیٰ کی اصل صفت رحمت ہے۔

رحمت غصہ پر غالب ہے

اور ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ علی غَضَبِیْ

میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے، یعنی رحمت زیادہ ہے تو اصل صفت اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے، ہاں بندے اگر نافرمانی کی روش اختیار کرلیں، بندے بندہ بننے سے انکار کردیں، بندے اللہ کی رحمت قبول کرنے سے انکار کردیں، تو پھر باری تعالیٰ ان کو سزا بھی دیتے ہیں، دیکھو! کتنے پیارے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

ما یفعلُ اللّٰہُ بعذابکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ آمَنْتُمْ (النساء:۱۴۷)

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اگر تم شکرگزار رہو، اور ایمان لاؤ۔ کیا اللہ تعالیٰ کو مزہ آتا ہے تمہیں عذاب دینے میں؟ یہ اللہ تعالیٰ نے کتنے پیارے فرمایا کہ کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر اگر تم شکر کرو اور ایمال لاؤ؟ یہ بتلانا منظور ہے کہ ہماری اصل صفت رحمت ہے اپنے بندوں کے اوپر، اور باری تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں کو نوازنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے، غضب اس وقت آتا ہے جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نافرمان بن جائے، نافرمانی کی روش اختیار کرلے۔

غلطی ہوگئی ہے تو توبہ کرلو

باری تعالیٰ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کے بندو! اگر تم سے غلطی بھی ہوگئی ہے، گناہ

بھی ہو گئے ہیں، تو آ جاؤ ہمارے پاس، نادم ہو کر آ جاؤ، شرمسار ہو کر آ جاؤ، اور توبہ کرلو، مغفرت مانگ لو، تو تمہارے گناہوں کو بھی معاف کر دوں گا۔

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا. (الزمر:۵۳)

کیسے پیارے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، یقین رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔

لیکن آؤ تو سہی ہمارے پاس، ایک مرتبہ بندے بن کر آؤ تو سہی، توبہ تو کرو، ندامت کا کچھ اظہار تو کرو کہ یا اللہ غلطی ہو گئی معاف کر دیجئے، تو ہم تمہارے لئے تمہارے گناہ بھی معاف کرنے کو تیار ہیں، تمہاری خطائیں معاف کرنے کو تیار ہیں، ہماری رحمت تو اتنی بڑی ہے، ستر سال انسان نے گناہوں میں گزارے ہوں، کوئی نیکی کا کام نہ کیا ہو، لیکن اس کے بعد ہوش آ جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور آ کر کہہ دے: استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ. اور سچے دل سے توبہ کرلے اور پھر آئندہ اپنی اصلاح کا عزم کرلے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے ستر سال کے گناہ بھی معاف کر دوں گا۔

گناہوں پر اصرار مت کرو

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا

لِذُنُوبِهِم ۔ وَمَن یَغفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَلَم یُصِرُّوا علٰی ما فعلو

وَ هُم یَعلَمُونَ (آل عمران: ۱۳۵)

اگران سے کوئی بے حیائی کا کام سرزد ہوگیا، یا انہوں نے کوئی گناہ کر کے اپنی جانوں پر کوئی ظلم کرلیا، پھر بعد میں اللہ کو یاد کرلیا، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی، اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے گناہوں کو معاف کرے، شرط یہ ہے کہ جو کچھ کرگزرے ہیں اس پر اصرار نہ کریں کہ ہاں ہم نے ٹھیک کیا، جانتے بوجھتے اس کے اوپر اصرار نہ کریں، بلکہ نادم ہوکر، شرمسار ہوکر، ہماری بارگاہ میں آجائیں، تو ہم سب معاف کردیتے ہیں، دیکھو! کتنے پیار سے باری تعالیٰ بلا رہے ہیں، قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ یہ بتلا رہے ہیں کہ میری اصل صفت تو رحمت کی صفت ہے، جو غالب ہے میرے غضب کے اوپر، لہٰذا ناامید نہ ہو، اور جب بھی ہوش آجائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد آجائے تو آجاؤ میرے پاس، مجھ سے معافی مانگ لو، استغفار کرلو، توبہ کرلو، آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کا عزم کرلو، تو میں تمہیں معاف کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی اصل صفت رحمت ہے

تو سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کے بعد پہلا لفظ جو استعمال کیا، وہ رحمت کی صفت کا ہے، اور دیکھو تو پوری سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک صفت تو ربّ العالمین بیان فرمائی، ایک رحمٰن ایک رحیم اور آگے مالک یوم الدین، لیکن کہیں کوئی غصہ والی صفت نہیں بیان فرمائی، غضب والی صفت بیان نہیں کی، اس

اس واسطے کہ غضب تو ایک ایسی صفت ہے جس کا مظاہرہ باری تعالیٰ بہت کم فرماتے ہیں، ورنہ اصل صفت باری تعالیٰ کی رحمت کی صفت ہے، تو سورۃ الفاتحہ میں اس صفت کا ذکر کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ خدا کے لئے میری اس رحمت کی صفت سے فائدہ اٹھالو، اور فائدہ اٹھانے کا راستہ یہی ہے کہ میرے پاس شکر گزار بندے بن کر آؤ، اگر غلطی بھی ہوگئی ہے تو ہم جانتے ہیں تم انسان ہو، بشر ہو، غلطیوں کا پتلا ہو، غلطیاں تم سے ہوں گی، یہ بھی ہم جانتے ہیں، لیکن اس غلطی کا تریاق ہم نے تمہیں عطا کر رکھا ہے کہ جب کبھی غلطی ہو جائے تو اس پر سینہ تان کر سینہ زوری نہ کرو، اس پر اصرار نہ کرو، اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ نادم ہو کر میری بارگاہ میں آجاؤ کہ یا اللہ غلطی ہوگئی، مجھے معاف فرمادیں، جس وقت یہ کرلو گے اسی وقت معاف فرمادیں گے، یہ تریاق میں نے تم کو عطا کر رکھا ہے، بہر حال! الرحمٰن الرحیم میں رحمت کی صفت کا ذکر کر کے ایک تو اس طرف توجہ دلائی کہ اے میرے بندو! میری رحمت سے فائدہ اٹھاؤ۔

دوسروں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرو

دوسری بات جو اس سے نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رحمٰن ہیں، رحیم ہیں، اس کی اصل صفت رحمت کی صفت ہے، تو ہم بندوں سے بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت کا معاملہ کریں، ظلم کا معاملہ نہ کریں، حق تلفیاں نہ کریں، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ رحمت کا معاملہ کریں، دیکھئے! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث پڑھانے والے محدثین اساتذہ کا صدیوں،

سے معمول رہا ہے کہ جب کوئی طالب علم ان کے پاس حدیث پڑھنے جاتا تو سب سے پہلے وہ ان کو یہ حدیث سنایا کرتے تھے، اسی لئے اس حدیث کو مسلسل بالاولیت کہا جاتا ہے، اس میں تسلسل یہ قائم ہے کہ جب بھی کوئی شاگرد اپنے استاد کے پاس حدیث پڑھنے گیا تو سب سے پہلے یہ حدیث اس کو سناتے تھے، وہ کیا حدیث ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ.

''جو لوگ دوسروں پہ رحم کرتے ہیں، ان پر رحمٰن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر تم رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا''

سبق یہ دیا جا رہا ہے کہ جب ہم رحمٰن ہیں، ہم رحیم ہیں، تمہارے ساتھ قدم قدم پر رحمت کا معاملہ کرتے ہیں، تمہارا سارا وجود سر سے لے کر پاؤں تک ہماری رحمت کا مظہر ہے، تو پھر ہماری دوسری مخلوق کے ساتھ بھی تو رحمت کا برتاؤ کرو، ہماری دوسری مخلوق کے ساتھ بھی پیار و محبت کا معاملہ کرو، ظلم کا، سنگ دلی کا معاملہ مت کرو، رحم کا برتاؤ کرو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی مخلوق پر رحم کرنا اتنا پسند ہے کہ کئی واقعات حدیث میں ایسے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس بناء پر کسی انسان کی مغفرت فرما دی کہ اس نے اللہ کی کسی مخلوق پر رحم کیا۔

ہمارے لئے تین پیغام تین سبق

تو بھئی سورۃ الفاتحہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رب العالمین کے بعد الرحمٰن

الرحیم کی صفت بیان فرمائی، اس سے تین باتیں ہمارے لئے سبق کی نکلتی ہیں، ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اصل صفت رحمت کی ہے، جو غالب ہے اس کے غضب پر، دوسری یہ کہ بندوں کو یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ جب ہم رحمٰن اور رحیم ہیں تو ہماری رحمت سے فائدہ اٹھاؤ، اور اپنی غلطیوں اور گناہوں سے توبہ کرلو، استغفار کرلو، معافی مانگ لو، آئندہ اپنے آپ کی اصلاح کرنے کا عزم کرلو، پھر غلطی ہو جائے نادانی میں تو پھر آجاؤ، پھر توبہ کرلو، پھر غلطی ہو جائے تو پھر توبہ کرلو۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں در گہ ما در گہ نا امیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

''آجاؤ واپس آجاؤ، ہماری یہ درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں ہے، سو مرتبہ بھی توبہ توڑ چکے ہو تو پھر آجاؤ ہمارے پاس، پھر بھی ہم تمہاری توبہ قبول کرنے کو تیار ہیں'' اور تیسرا پیغام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم کرنے والے ہیں تو میرے بندو! تم بھی اپنے ساتھیوں پر اور دوسری مخلوق پر رحم کر کے دکھاؤ، مخلوق پر جتنا رحم کرو گے تو اتنا رحمن تم پر رحم کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

حساب کا دن آنے والا ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	08th-Feb-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حساب کا دن آنے والا ہے

تفسیر سورۂ فاتحہ (۳)

اَلحَمدُ لِلّٰہ نحمدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ، وَ نعُوذُ باللّٰہ مِن شُرُورِ انفُسِنا ومِن سَیِّئاتِ اَعمالِنا، مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فلا مُضِلَّ لہٗ ومَن یُّضلِلہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشھَدُاَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ، واَشھَدُاَنَّ سَیِّدنَا وَنَبِیَّنا ومَولَانـا مُحمَّداً عَبدُہٗ ورسُولُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلَیہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحابہٖ و بارکَ وسلَّم تسلِیماً کثِیراً۔اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، اَلحَمدُ لِلّٰہِ ربِّ العٰلمین، الرَّحمٰنِ الرَّحیم، مٰلکِ یومِ الدِّین، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسوله النبی الکریم، و نحن علیٰ ذالک من الشاھدین و الشاکرین، و الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

تین آیات میں تین صفات

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا بیان چل رہا ہے،

درمیان میں میرے سفروں کی وجہ سے ناغے ہوتے رہے، اس سے پہلے جو بیان ہوئے تھے، وہ سورۃ الفاتحہ کی دو آیتوں کی تشریح پر ہوئے تھے، الحمد للہ رب العالمین، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا" یہ پہلی آیت ہے، اور دوسری آیت ہے، الرحمن الرحیم "وہ رحمٰن ہے یعنی بڑی رحمت والا ہے، جس کی رحمت سب کو عام ہے، اور وہ رحیم ہے، جس کی رحمت بہت کامل ہے، پھر آگے تیسری آیت میں فرمایا مالک یوم الدین "جو مالک ہے روزِ جزاء کا، ان تین آیتوں میں تین صفتیں بیان فرمائی ہیں، پہلی آیت میں فرمایا کہ وہ رب العالمین ہے، دوسری آیت میں فرمایا کہ بہت رحم والا ہے، اور تیسری آیت میں فرمایا کہ روزِ جزاء کا مالک ہے، وہ دن جس میں سب انسان محشر میں اکٹھے ہوں گے، اور ہر شخص کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔

تین بنیادی عقیدے

ان تین آیتوں میں باری تعالیٰ نے درحقیقت اسلام کے تین بنیادی عقیدوں کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کی دلیل بیان فرمائی، اسلام کے تین بنیادی عقائد کیا ہیں؟ ایک ہے توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اور ایک جاننا، دوسرا ہے رسالت یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں، اور ان کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ہوا، آپ آخری نبی تھے، اور انسانوں کے ذمے واجب ہے کہ وہ ان پیغمبروں کی بات مانیں، ان کو پیغمبر مانیں، یہ دوسرا عقیدہ ہے، اور تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد ایک زندگی آنے والی ہے، جس میں ہر

انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، یہ تین بنیادی عقیدے ہیں اسلام کے، (۱) توحید (۲) رسالت (۳) آخرت۔

پہلی آیت میں عقیدہ توحید

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفت بیان فرمائی گئی کہ وہ رب العالمین ہے، وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے، پوری کائنات کا نظام وہی چلا رہا ہے، تو یہ باری تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے، یعنی وہ ذات جو قادر مطلق ہے، جس کی قدرت اتنی بڑی ہے، کہ پوری کائنات کا نظام سنبھالے ہوئے ہے، اس کو اپنی خدائی میں کسی اور کے شریک کرنے کی حاجت نہیں، اس کو یہ ضرورت نہیں ہے کہ کوئی دوسرا اس کی مدد کرے، لہٰذا خدا ہے تو ایک ہی ہے، جب تم نے خدا مان لیا، اور یہ تسلیم کرلیا کہ یہ کائنات خدا کی پیدا کی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے، وہی اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد کسی اور کو خدا ماننا اور کسی اور کی عبادت کرنا یہ بالکل عقل کے خلاف بات ہے، تو رب العالمین کی صفت بیان فرما کر دلیل دی گئی ہے توحید کی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، جو ایک ہے، اور وہی عبادت کے لائق ہے۔

دوسری آیت میں رسالت کی دلیل

دوسری آیت الرحمٰن الرحیم ہے، اس میں اگر غور کیا جائے تو اس کے معنی تو وہی ہیں جو میں نے پچھلے بیان میں بیان کئے تھے، اور وہ مسائل بھی اس سے نکلتے ہیں جو میں نے پہلے بیان کئے تھے، اس کے ساتھ ساتھ رسالت کے عقیدے کی بھی

ایک دلیل ہے، وہ اس طرح کہ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسانوں کے اوپر بے شمار ہیں، انسان کو وجود اس نے دیا، انسان کو دیکھنے، ہنسنے، بولنے کی طاقت اس نے دی، چلنے، پھرنے کی طاقت اس نے عطا فرمائی، صحت اس نے عطا فرمائی، رزق اس نے عطا فرمایا، نہ جانے کتنی نعمتیں ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا، لیکن انسانیت پر سب سے زیادہ اہم اور ضروری رحمت یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں بھیج رہا ہے تو اس کو اندھیرے میں نہ چھوڑے، دنیا میں بھیجنے کے بعد اس کو اس بات سے ناواقف نہ رکھے کہ دنیا میں اس کو کس طرح زندہ رہنا ہے، کون سے کام کرنے ہیں، کون سے کام نہیں کرنے، اگر اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں تو بھیج دیتا اور انبیاء کا سلسلہ ایسا جاری نہیں کرتا کہ جس سے اس کو یہ پتہ چلے کہ اس دنیا میں رہ کر اس کو کون سے کام کرنے ہیں، اور کون سے نہیں کرنے، کون سی چیز اچھی ہے، اور کون سی بری ہے، اور کون سے کام وہ ہیں، جو میرے مالک کو خوش کریں گے، اور کون سے کام ایسے ہیں جو اس کو ناراض کریں گے، اگر اللہ تعالیٰ ایسا کوئی سلسلہ قائم نہ کرتا تو یہ بات اس کی رحمت سے منافی تھی، اس کی رحمت کے شایانِ شان نہیں تھی، جب وہ رحمٰن ہے اور رحیم ہے تو ممکن نہیں تھا کہ وہ انسان کو دنیا میں بھیج دے اور اس کو یہ نہ بتائے کہ دنیا میں کس طرح رہنا ہے؟ کیا کرنا ہے، اور کیا نہیں کرنا ہے؟ لہٰذا باری تعالیٰ کی رحمت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ وہ رسالت اور پیغمبری کا سلسلہ جاری فرمائیں، اپنی اس رحمت سے پیغمبر بھیجیں، اور ان پر وحی نازل کریں۔ اس وحی کے ذریعہ پیغمبر کو یہ بتائیں اور پیغمبر دنیا کو یہ بتائے کہ کون سا کام جائز ہے، اور کون

سانا جائز ہے، کون سا کام اچھا ہے، کون سا برا ہے، اور اس دنیا میں رہنے کے لئے اس کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

علم کے حصول کے تین ذرائع

دیکھئے! جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو بھیجا تو اس میں اس کو ہر ہر قدم پر علم کی حاجت تھی کہ وہ جانے کہ کیا چیز میرے حق میں مفید ہے، اور کون سے مضر؟ کیا اچھی ہے، کیا بری ہے، کون سی چیز کا کیا مصرف ہے، یہ سارا علم حاصل ہوئے بغیر انسان دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم عطا کرنے کے لئے تین مختلف ذرائع عطا فرمائے۔

پہلا ذریعہ علم: حواس خمسہ

ایک ذریعہ دیا ہمارے حواس، آنکھیں، کان، زبان، ناک اور ہاتھ پاؤں، بہت سی چیزوں کا علم آنکھوں سے دیکھ کر حاصل کر لیتے ہیں، آنکھوں سے نظر آ رہا ہے کہ سامنے جو چیز ہے وہ ایک درخت ہے، تو اس کے درخت ہونے کا علم ہم نے اپنی آنکھ سے حاصل کیا، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ہم اپنی کانوں سے حاصل کر رہے ہیں، کوئی آواز سنی تو پتہ چل گیا کہ یہ آواز کس کی ہے، اور کیسی ہے، دھماکہ ہوا، اگرچہ آنکھوں سے تو نظر نہیں آ رہا، لیکن پتہ چل گیا کہ دھماکہ ہوا ہے، کسی نے کوئی ایسی چیز چھوڑی ہے جو ہلاکت والی ہے، کانوں سے پتہ چل گیا، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم زبان سے چکھ کر معلوم کرتے ہیں، کھانا سامنے آیا، زبان پر رکھا تو پتہ چلا کہ یہ کھٹا ہے یا میٹھا ہے یا نمکین ہے، تو یہ علم ہمیں زبان سے حاصل ہو

رہا ہے، بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہاتھ سے چھو کر معلوم کرتے ہیں، یہ جائے نماز ہے، اس کو ہاتھ چھوا تو معلوم ہوا کہ کوئی نرم مادہ سے بنی ہوئی ہے، ملائم ہے، تو بہت سی چیزیں ہاتھ سے معلوم ہو جاتی ہیں، بہر حال! بہت سی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرتے ہیں اپنی آنکھ سے، اپنے کان، اپنی زبان سے، اور اپنے ہاتھ سے، بعض کا علم حاصل کرتے ہیں ہم ناک سے، ناک سے کس طرح کہ کوئی پھول دیکھا سونگھا، اس کی خوشبو معلوم ہوگئی کہ یہ خوشبو دار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا علم آنکھ سے حاصل ہو رہا ہے، کسی کا ناک سے کسی کا کان سے، کسی کا زبان سے حاصل ہو رہا ہے، اور کسی کا چھو کر حاصل ہو رہا ہے۔

حواسِ خمسہ کا دائرہ محدود ہے

لیکن ایک جگہ آتی ہے کہ اس موقع پر یہ پانچوں حواس ہمیں علم دینے سے قاصر ہیں، تو اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور چیز عطا فرمائی، وہ ہے انسان کی عقل، وہ اپنی عقل سے سوچتا ہے، عقل اس کو بتاتی ہے، عقل علم عطا کرتی ہے، لیکن ان سب حواس کا ایک دائرہ ہے، جس میں وہ کام کرتی ہیں، اس سے آگے بڑھ کر وہ کام نہیں کرتیں، آنکھ جو ہے وہ دیکھ تو سکتی ہے، سن نہیں سکتی، کان سن تو سکتے ہیں، دیکھ نہیں سکتے، اگر کوئی شخص آنکھ بند کر لے، اور یہ چاہے کہ میں اپنے کانوں سے کوئی چیز دیکھ لوں تو دیکھ نہیں سکتا، کوئی چاہے کہ میں کان بند کر لوں اور آنکھ سے سنوں تو آواز نہیں سن سکتا، غرض ہر ایک کا الگ الگ دائرہ ہے، اسی طرح عقل کا بھی ایک الگ دائرہ ہے، وہ عقل اس جگہ کام دیتی ہے جہاں پر حواس کام نہیں

دیتے، تو وہاں پر اللہ تعالیٰ نے عقل استعمال کرنے کا طریقہ بتایا ہے، مثلاً اس کی آسان مثال یہ ہے کہ یہ مائکروفون ہے، میں نے آنکھ سے دیکھا تو پتہ چل گیا، اس کا رنگ کالا ہے، ہاتھ سے چھوا تو پتہ کہ سخت ہے، پلاسٹک کا بنا ہوا ہے، اور میں اپنی زبان سے جب بولا تو آواز دور تک گئی تو کان سے پتہ چلا کہ یہ آواز دور تک پہنچاتا ہے، تو یہ تینوں باتیں مجھے اپنی آنکھ سے، ہاتھ سے کان سے معلوم ہو گئیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مائکروفون کہاں سے آیا؟ تو جس شخص نے اس کو بنایا نہ تو وہ میری آنکھ کے سامنے ہے کہ میں اسے دیکھ سکوں، نہ اس کی آواز میں سن رہا ہوں، کہ آواز سن کر میں پہچان سکوں کہ یہ کس کا بنایا ہوا ہے؟ نہ وہ میرے قریب موجود ہے کہ ہاتھ سے چھو کر اس کا پتہ لگا سکوں۔ تو اب یہ سوال کہ کس نے بنایا؟ نہ میری آنکھ جواب دے رہی ہے، نہ میرے کان جواب دے رہے ہیں، نہ میرا ہاتھ جواب دے رہا ہے کہ کس نے بنایا؟

دوسرا ذریعہ علم: عقل

یہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور چیز دی ہے، اور وہ ہے عقل، عقل مجھے یہ بتاتی ہے کہ یہ آلہ جو کہ بڑا مہنگا ہے، اس کو بڑے خاص طریقے سے بنایا گیا ہے، اس سے آواز دور تک پہنچتی ہے، یہ خود بخود وجود میں نہیں آسکتا، یقیناً کسی ماہر کاریگر نے اس کو بنایا ہے، اور وہ ماہر کاریگر میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے، اس ماہر کاریگر کو میں دیکھ نہیں رہا، اس کو میں چھو نہیں رہا، لیکن یقینی طور پر میں کہہ سکتا ہوں پورے یقین کے ساتھ کہ اس کو کسی ماہر کاریگر نے بنایا ہے، یہ مجھے کہاں سے پتہ چلا کہ ماہر

کاریگر نے بنایا ہے" یہ میری عقل نے بتایا، جہاں میرے یہ حواس آنکھ، ناک، کان اور ہاتھ کام نہیں کر رہے تھے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا ذریعہ علم عطا فرمایا اور یہ بتایا کہ یہ کسی ماہر کاریگر کا بنایا ہوا ہے۔ یہ علم مجھے کس نے عطا کیا؟ یہ میری عقل نے عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے وہ عقل عطا فرمائی ہے انسان کو جو اس نتیجے تک پہنچاتی ہے، لیکن جس طرح آنکھ کا کام غیر محدود نہیں، ایک حد پر جا کر رک جاتا ہے، کان کا کام غیر محدود نہیں، ایک حد پر جا کر وہ رک جاتا ہے، اسی طرح میری عقل کا کام بھی غیر محدود نہیں، ایک جگہ ایسی آتی ہے کہ عقل بھی جواب نہیں دے سکتی کہ وہ کیا ہے" مثلاً اسی کو سوچو کہ میں نے اپنی آنکھ، کان اور ہاتھ سے تو معلوم کر لیا کہ یہ آلہ ہے جس سے آواز دور تک پہنچتی ہے، اور یہ مائیکروفون ہے، اور عقل سے یہ معلوم کر لیا کہ کسی ماہر کاریگر نے بنایا ہے، لیکن اس آلہ کا کون سا استعمال جائز ہے؟ کون سا ناجائز ہے؟ کون سا اچھا ہے؟ کون سا برا ہے؟ کس سے فائدہ ہوگا؟ کس سے نقصان ہوگا؟ یہ سوال جب میرے سامنے آیا تو نہ میری آنکھ اس کا جواب دے سکتی ہے، نہ کان دے سکتا ہے، نہ زبان دے سکتی ہے، نہ ہاتھ دے سکتے ہیں، اور نہ عقل دے سکتی ہے، کیونکہ عقل ہر ایک آدمی کی مختلف ہے، کوئی کہے گا کہ بہت اچھی بات ہے اگر اس میں گانے سنائے جائیں، لوگ بہت خوش ہوں گے، ایک آدمی کی عقل یہ کہہ رہی ہے، دوسرے آدمی کی عقل یہ کہہ رہی ہے کہ نہیں صاحب اگر اس میں گانے لگائے جائیں گے تو لوگوں کے اخلاق خراب ہوں گے، تو آدمیوں کی عقلیں مختلف ہیں، تو عقل جا کر وہاں Confuse ہوگئی، کسی کی عقل کچھ کہہ رہی ہے، کسی کی

عقل کچھ کہہ رہی ہے، تو عقل مجھے کوئی حتمی جواب نہیں دے پاتی. کوئی یقینی جواب نہیں دے پاتی. ایسی جگہ جہاں حواس بھی کام چھوڑ دے، عقل نے بھی جواب دینا بند کر دیا، یا اس نے Confuse کرنا شروع کر دیا، اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔

تیسرا ذریعہ علم: وحی الٰہی

اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے تیسرا ذریعہ علم انسان کو عطا فرمایا ہے، اس کا نام وحی الٰہی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ کون سا کام اچھا ہے، اور کون سا برا ہے، کون سا جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے. وحی بھیجنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کچھ برگزیدہ بندوں کو منتخب فرمایا، اور ہر انسان کے پاس وحی آتی تو ہر انسان اس کا متحمل نہیں تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے پیدا فرمائے اور ان کے اوپر وحی نازل فرمائی، جو انسان کو بتاتی ہے کہ کون سا کام اچھا ہے، کون سا برا ہے، کون سا جائز ہے، کون سا ناجائز ہے، کون سا حلال ہے اور کون سا حرام ہے، ان برگزیدہ بندوں کا نام ہے اللہ کے پیغمبر، اللہ کے رسول، اور ان پر جو احکام نازل ہوتے ہیں، ان کا نام ہے وحی الٰہی۔

وحی الٰہی اللہ کے اختیار میں ہے

اس وحی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر رحمت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ ہماری رحمت ہے، فرمایا:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ (الزخرف: ۳۲)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان

فرمایا اور قرآن کریم لوگوں کو سکھانا شروع کیا کہ یہ میرے پاس وحی کے ذریعہ اللہ کا کلام آرہا ہے، تو بعض نادانوں نے یہ اعتراض کیا کہ اگر وحی اللہ تعالیٰ کو نازل کرنی تھی تو کسی بڑے دولت مند انسان پر نازل کر دیتے، کسی بڑے سردار پر کر دیتے، ہمارے علاقے میں دو بڑے بڑے شہر ہیں، مکہ ہے، طائف ہے، اس وقت یہ دو بڑے شہر تھے، وہاں پر کسی سردار کے اوپر نازل کر دیتے یہ کیا بات ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر دی قرآن نے اس کے جواب میں فرمایا:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ (الزخرف ٣٢)

''کیا ان کے کنٹرول اور اختیار میں ہے کہ اللہ کی رحمت کس کو دی جائے اور کس کو نہ دی جائے؟ کیا اپنے پروردگار کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کریں گے؟''

رحمت سے مراد یہاں پر ''وحی'' ہے، کیا یہ طے کریں گے کہ کس پر وحی نازل ہو اور کس پر نہ ہو؟ اگر انسان کے ہاتھ میں یہ نظام دے دیا جائے کہ بھئی تم طے کرو کہ کس پر وحی نازل ہو؟ تو یہ انسان تو ایسے ہیں کہ ان کے دل میں خواہشات نفس ہیں، یہ کہیں اپنی قبائلی عصبیت کی بنیاد پر کہہ دیں گے کہ فلاں شخص صحیح ہے، فلاں شخص صحیح نہیں۔

انسانوں کی رائے کا اختلاف

دیکھو کہ اگر اسمبلی کا ممبر ہی بنانا ہو تو کتنا اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے، ایک کہہ رہا ہے کہ اس کو بناؤ، دوسرا کہہ رہا ہے کہ اس کو بناؤ، تیسرا کہہ رہا ہے کہ میں اچھا ہوں، چوتھا کہہ رہا ہے کہ میں اچھا ہوں، اگر انسانوں کے قبضے میں دیدیا جاتا کہ تم

فیصلہ کرو کہ کس پر وحی نازل ہو؟ بتاؤ متفقہ طور پر انسان یہ کہہ سکتے تھے، تو فرماتے ہیں

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ، نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الزخرف۔ ۳۲)

کیا تمہارے پروردگار کی رحمت کو وہ تقسیم کریں گے؟ ان کا حال تو یہ ہے کہ یہ دنیا کا رزق بھی تقسیم کرنے کے لائق نہیں، جب رزق تقسیم کرنے کا معاملہ آتا ہے تو اس میں نہ جانے کتنے دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں، کہیں اقربا نوازی پیدا ہو جاتی ہے، کہیں کرپشن آجاتی ہے، کہیں کچھ آجاتا ہے، تو جب دنیا کے رزق تقسیم کرنے کے لائق نہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت وحی کو کیسے تقسیم کریں گے؟ وہ فیصلہ تو پروردگار ہی کرتا ہے کہ کس پر وحی نازل کی جائے، تو قرآن کریم نے یہاں ''رحمۃ ربك'' سے مراد لیا ہے وحی الٰہی، رسالت پیغمبر۔

پیغمبروں کا سلسلہ رحمت ہے

''الرحمٰن الرحیم'' سورۃ الفاتحہ میں جو آرہا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جو رحمت کرنے والی ہے اپنی بندوں پر، رحمت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو صحیح اور غلط بتانے کے لئے، اچھا اور برا بتانے کے لئے، حلال وحرام بتانے کے لئے پیغمبروں کا سلسلہ جاری کرے، لہٰذا الرحمٰن الرحیم ہونے کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ اس نے اس کائنات کو چلانے کے لئے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے، اور پیغمبروں پر یقین کرنا اور ان کی بات کو ماننا یہ انسان کے لئے ضروری ہے، لہٰذا الرحمٰن الرحیم کی صفت سے باری تعالیٰ نے اسلام کے دوسرے عقیدے یعنی

رسالت اور پیغمبری کی طرف بھی اشارہ فرمادیا۔

انسانوں کی دو قسمیں

اب کیا ہوا؟ پیغمبر آئے اور انہوں نے لوگوں کو بتادیا۔ دیکھو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے، یہ ظلم ہے اور یہ انصاف ہے، یہ اچھا ہے اور یہ برا ہے، یہ سب باتیں پیغمبروں نے بتادیں، اب کسی نے اس پر عمل کیا، کسی نے نہیں کیا، کوئی ان کی بات مان کر نیکی کر رہا ہے، اس نے اپنے اوپر پابندی عائد کی ہوئی ہے کہ میں تو وہی کام کروں گا جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، اور اللہ کے پیغمبروں نے مجھے حکم دیا ہے۔ اس سے باہر نہیں جاؤں گا، ایک آدمی یہ ہے۔

دوسرا انسان

دوسرا آدمی وہ ہے جو غفلت کے عالم میں، بے پرواہی کے عالم میں زندگی گزار رہا ہے، اس کو فکر ہی نہیں ہے کہ کیا حلال ہے، اور کیا حرام ہے، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے، کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے، کیا ظلم ہے اور کیا انصاف ہے۔ وہ لوگوں پر بے دھڑک ظلم بھی کرتا ہے۔ وہ قتل و غارت گری بھی مچارہا ہے۔ وہ لوگوں کا مال بھی لوٹ رہا ہے، لوگوں کی بے آبروئی بھی کر رہا ہے۔ خدا کی نافرمانی پر تلا ہوا ہے۔ دنیا میں دونوں قسم کے آدمی ہیں۔ اگر وہ بھی زندہ رہ کے مر جائے۔ اور وہ بھی زندہ رہ کے مرجائے۔ اور پھر حساب ہو نہیں، نیک آدمی کو کوئی صلہ نہ دیا جائے، کوئی انعام نہ دیا جائے کہ تو نے بڑا اچھا کام کیا کہ اپنے آپ پر کنٹرول رکھا، حلال طریقے سے زندگی گزاری، جائز طریقے سے گزاری، اور ناجائز طریقوں سے تو نے پرہیز کیا،

اس پہ اس کو کوئی انعام نہ ملے، اور جو آدمی بے دھڑک نافرمانی کر رہا ہے، لوگوں پہ ظلم کر رہا ہے، لوگوں سے مال چھین رہا ہے، ڈاکے ڈال رہا ہے، اس کو کچھ سزا نہ ملے تو کیا یہ باری تعالیٰ کی رحمت کا تقاضہ ہے؟ کہ وہ اچھے اور برے کو سب کو ایک لاٹھی سے ہانک دے، دیکھئے! کتنے ڈاکے پڑ رہے ہیں، ایک آدمی جو بیچارہ نیک ہے، پرہیز گار ہے، جائز اور حلال طریقے سے کما رہا ہے، اور بیچارہ مشکل سے اپنی زندگی گزار رہا ہے، راستے میں جاتا ہے، اور کوئی آدمی اس کا گن پوائنٹ سے اس پہ مال چھین لیتا ہے، وہ چھین کر بھاگ گیا، کتنے واقعات ہوتے ہیں پولیس کسی مجرم کو پکڑتی بھی نہیں، اور کسی کو سزا بھی نہیں دیتی۔

روز جزاء کا ہونا رحمت کا تقاضہ ہے

اگر وہ بھی اپنا للے تللے کر کے مر جائے، اور یہ بیچارہ اپنا مال چھن جانے کے باوجود پھر حلال طریقہ سے کمانے کی فکر میں رہے کہ میں حرام طریقوں سے نہیں کماؤں گا، اور مشکل کے ساتھ تنگی کے ساتھ زندگی گزار کر یہ بھی مر جائے، اور انصاف دونوں کا نہیں ہو، نہ اس کو انعام ملے، اور نہ اس کو سزا ملے، تو کیا اللہ کے انصاف کا یہ تقاضہ ہے، اللہ کی رحمت کا یہ تقاضہ ہے کہ نیک اور بد کو برابر کر دیں، جب یہ بات ہے تو اللہ ہی کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ نیک آدمی کو انعام دے، اور بد آدمی کو سزا دے، تو لازماً یہ ضروری ہے کہ ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جس میں نیک اور بد کا فیصلہ کیا جائے، تو اب یہ آیت کہہ رہی ہے مالک یوم الدین وہ رحمن و رحیم ہے، اور رحمن و رحیم ہونے کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایک دن ایسا آئے، جس

میں نیکوں کوانعام ملے اور بروں کا سزا ملے، وہ اس دن کا مالک ہے۔

تیسری آیت میں آخرت کی طرف توجہ

اسی طرح تیسری آیت میں ہمیں آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جب باری تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہیں حلال وحرام بتایا، اچھا اور برا بتایا، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اس پر عمل کرو، کیونکہ آخرت کے اندر تمہیں اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔ مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ مالک ہے اس روز جزاء کے دن کا، یہ ہے ان تین آیتوں کی ترتیب، قرآن کریم کا خلاصہ ہے سورۃ الفاتحہ، لہٰذا اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں، ان کا پہلی تین آیتوں میں اشارہ کر دیا گیا، توحید، رسالت اور آخرت، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان عقیدوں کو صحیح طریقے سے جاننے ماننے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

یہ دنیا چند روزہ ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	29th-Feb-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دنیا چند روزہ ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۴)

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ، واشھد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. الحمد للّٰہ رب العٰلمین. الرحمٰن الرحیم، ملک یوم الدین. آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علٰی ذالک من الشاھدین والشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ سورۃ الفاتحہ کی پہلی تین آیات ہیں، جو میں نے اس وقت آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، اور انہی کی تشریح کا سلسلہ کچھ عرصہ

سے بیان ہوا ہے، پچھلے جمعہ میں نے عرض کیا تھا کہ ان تین آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کے تین بنیادی عقائد کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، اسلام کے تین بنیادی عقیدے یہ ہیں (۱) ایک توحید کا عقیدہ، جس کو لا الٰہ الا اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی اس کائنات میں اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے (۲) اور دوسرا عقیدہ رسالت کا ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں، جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل ہوئی (۳) اور تیسرا عقیدہ آخرت کا ہے، یعنی مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی آنے والی ہے، اور اس زندگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو اس کے کئے ہوئے کاموں کے مطابق یا ثواب عطا فرمائیں گے یا سزا دیں گے، تو الحمد للہ رب العالمین میں اشارہ ہے توحید کی طرف کہ جو ذات رب العالمین ہے تو یقیناً وہی تنہا عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں۔

انبیاء کی بعثت رحمت کا تقاضہ ہے

اور جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ کو عرض کیا تھا کہ الرحمن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا بیان ہے، اور اس صفتِ رحمت سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی اور اس میں انسان کو بھیجا تو اس کی رحمت سے یہ ممکن نہیں تھا کہ انسان کو اندھیرے میں چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، اور اس کو کوئی ہدایت نہ دے کہ کون سے کام کرنے کے ہیں اور کون سے کام بچنے کے

ہیں۔ یہی باری تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا تقاضہ تھا کہ اس دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمائیں اور ان کے ذریعہ انسان کو ہدایت دیں، اور یہ بتائیں کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے، کون سے کام سے انسان کو فائدہ پہنچے گا، اور کون سے کام سے انسان کو نقصان پہنچے گا، اس کے لئے رسالت کا سلسلہ جاری کیا گیا تیسری آیت ہے مالك يوم الدين ''وہ اللہ جزاء کے دن کا مالک ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کی تیسری صفت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ روز جزاء کا مالک ہے، یوم الدین کے معنی ہیں وہ دن جس میں حساب وکتاب کے بعد ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق صلہ دیا جائے گا، بدلہ دیا جائے گا، اس کو روز جزاء کہتے ہیں، جزاء کے معنی ہیں بدلہ، اچھا ہو یا برا، تو جس دن انسانوں کو ان کے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا اردو میں ہم اس کو ''روزِ جزاء'' کہتے ہیں، اور عربی میں اس کا نام ہے ''یوم الدین'' تو باری تعالیٰ کی صفت بیان فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مالک ہیں روز جزاء کے۔

پوری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

یہاں پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پوری کائنات کے مالک ہیں، آج بھی مالک ہیں، اور کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نہ ہو اور باری تعالیٰ کی ملکیت میں نہ ہو، ساری بادشاہی اسی کی۔ قرآن کریم میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

''اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی بھی زمینوں کی بھی'' تو

آج بھی وہی ہیں۔

ہمیں عارضی مالک بنادیا گیا ہے

لیکن اس آیت میں اشارہ اس طرف کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ حقیقی معنی میں تو آج بھی ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، لیکن ظاہری اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انسانوں کو بعض چیزوں کا مالک بنا رکھا ہے، روپے پیسے کا مالک بنادیا، مکان کا مالک بنادیا، گاڑی کا مالک بنادیا، دکان کا مالک بنادیا، تو اللہ تعالیٰ نے مالک بنا رکھا ہے، سورۂ یسین میں باری تعالیٰ نے فرمایا

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (یٰس: ۷۱)

''کیا لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے ہم نے پیدا کی تھیں، لیکن وہ مالک بنے بیٹھے ہیں ان کے'' تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ظاہری ملکیت اور ظاہری تصرف اور قبضہ انسانوں کو دیا ہوا ہے، مختلف چیزوں پر بادشاہتیں بھی دے رکھی ہیں، کوئی شخص کسی ملک کا سربراہ ہے، کوئی شخص کسی ملک کا صدر ہے، کوئی شخص کسی ملک کا بادشاہ ہے، ظاہری طور پر یہ سب ملکیتیں اور بادشاہتیں آج موجود ہیں، لیکن حقیقی ملکیت اور حقیقی بادشاہت اللہ ہی کی ہے، عارضی طور پر اور ظاہری طور کسی نہ کسی کو کسی چیز کا مالک بنا رکھا ہے۔

ایک دن ظاہری ملکیتیں ختم ہوجائیں گی

لیکن اشارہ اس طرف ہے کہ ایک دن وہ آئے گا، جس دن یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہوجائیں گی، یہ ظاہری بادشاہتیں بھی ختم ہوجائیں گی، اس دن کوئی بادشاہ

نہیں ہوگا، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اس وقت مالک تو ایک ہی ہوگا، مالک یوم الدین "وہ روز جزاء کا مالک ہے" قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، یہاں تک کہ جب انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تو احادیث میں آتا ہے کہ اس وقت انسان کے جسم پر کپڑے بھی نہیں ہوں گے، قرآن کریم کہتا ہے:

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۴)

جس طرح انسان کو شروع میں پیدا کیا تھا کہ جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، تو اس کے جسم پر کپڑے بھی نہیں تھے، اسی طرح جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس کے جسم پر کپڑے بھی نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بعد میں دے دیے جائیں گے، لیکن اس وقت کپڑے نہیں ہوں گے تو انسانوں کو یہ دکھایا جائے گا کہ جن کپڑوں کو تم اپنی ملکیت سمجھتے تھے آج وہ کپڑے بھی تمہارے پاس نہیں ہیں، فرض کرو اگر کوئی آدمی کتنا ہی غریب ہو، فقیر ہو، فاقہ کش ہو، لیکن کچھ نہ کچھ جسم کے اوپر کپڑا تو پہنا ہوتا ہے، چاہے فاقے ہی کر رہا ہو، اس کپڑے کا تو مالک ہوتا ہے، لیکن وہاں وہ اس کپڑے کا بھی مالک نہیں ہوگا، ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی۔

آج کس کی بادشاہت ہے؟

اس وقت باری تعالیٰ کی طرف سے یہ کہا جائے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؟ (المؤمن:۱۶)

آج کس کی بادشاہت ہے؟

یہ لوگ دنیا میں بادشاہ بنے پھرتے تھے، انا ولا غیری کے نعرے لگایا کرتے تھے، تکبر اور غرور میں ان کی گردنیں اکڑی ہوئی تھیں، پیتے تنے ہوئے تھے، کہاں ہے آج وہ بادشاہ؟ کہاں ہیں آج وہ ملکوں کے سربراہ؟ جو اپنے آپ کو فرعون بنائے ہوئے تھے، بعد میں اللہ تعالیٰ خود ہی جواب ارشاد فرمائیں گے:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن ۱۶)

''اللہ ہی کی بادشاہت ہے، جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے''

اس پر کسی کا غلبہ نہیں، وہ سب پر غالب ہے، تو یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہو جائیں گی، اس دن مالک تو ایک ہی ہوگا، ظاہری بھی، باطنی بھی، حقیقی بھی، مجازی بھی، ہر طرح کی ملکیت صرف اللہ کی ہوگی۔ یہ ہے مالک یوم الدین کے معنی، مالک تو آج بھی وہی ہے، لیکن اس دن ایسا مالک ہوگا کہ یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہو جائیں گی اور ملکیت صرف اللہ کی ہوگی، بادشاہت صرف اللہ کی ہوگی۔

دنیا کی زندگی بے حقیقت ہونے والی ہے

اس تیسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تیسری صفت بیان فرما کر ہمیں اور آپ کو توجہ دلائی ہے کہ اے انسان! تو اس دنیا میں زندگی گزار تو رہا ہے اور اسی زندگی کو تو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، اسی کی خاطر تیری دوڑ دھوپ ہے، اسی کی خاطر تو سارے جھمیلے جھیل رہا ہے، لیکن تجھے پتہ نہیں، اور پتہ ہونا چاہئے ہم تجھے سورۃ الفاتحہ میں یہ بتا رہے ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ اس کے بعد پھر یہ ساری زندگی بے حقیقت معلوم ہوگی، وہ دن ہے روز جزاء کا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ دن

اس لئے رکھا ہے تاکہ ہر ایک کو اس کا بدلہ دیدیا جائے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم (المؤمن:۱۷)

''تاکہ ہر انسان کو بدلہ دیا جائے ،ان کاموں کا جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں''اس لئے ہم نے یہ دن رکھا ہے، کئی جگہ قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ آخرت جو مرنے کے بعد کی زندگی ہے، یہ انسان کی بڑی اہم ضرورت ہے، اس لئے کہ اگر بدلہ کا دن نہ ہو کہ جو ظالم ہے اسے ظلم کا بدلہ نہ دیا جائے، جو نیک ہے اور متقی ہے اسے تقویٰ کا صلہ نہ دیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیا، ظالم بھی اور مظلوم بھی، فرمانبردار بھی اور نافرمان بھی، نیک بھی اور بد بھی، سب ایک لاٹھی سے ہانک دیئے گئے، دنیا میں ایک آدمی ظلم کرتا رہا اور بدیاں کرتا رہا، گناہ کرتا رہا، معصیتیں کرتا رہا، نافرمانیاں کرتا رہا، وہ بھی کھاپی کے مر گیا، اور دوسرا آدمی جس بیچارے نے محنت کی اور اپنے آپ کو برائیوں سے روکا، نیکی کے کام کئے، لوگوں کی بھلائی کے کام کئے، وہ بھی کھاپی کے مر گیا، دونوں میں کوئی فرق ہی نہیں کیا گیا، ایسا نہیں ہوگا، قرآن کہتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین (القلم:۳۵)

''کیا ہم مجرم لوگوں کو فرمانبرداروں کی طرح بنادیں؟'' کہ ان کا بھی وہی حشر ہو جو مسلمانوں کا اور فرمانبرداروں کا ہے، کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اللہ کی رحمت سے، اللہ کے انصاف سے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ سب کو برابر قرار دیدے، ایک جگہ

قرآن کریم نے یہ بات بیان فرمائی

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (المؤمنون)

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے ویسے ہی بیکار تمہیں پیدا کر دیا ہے، اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے؟" سارا کارخانہ دنیا کا اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس میں انسانوں کا امتحان مقصود ہے، کون ہے جو ہمارے حکم کے مطابق چلتا ہے؟ اور کون ہے جو ہمارے حکم کے خلاف چلتا ہے؟ جو حکم کے مطابق چلے گا اس کے لئے کوئی صلہ ہونا چاہئے، اس کے لئے کوئی انعام ہونا چاہئے، اور جو ہمارے حکم کے خلاف چلتا ہے، اس کے لئے کوئی سزا ہونی چاہئے، تو اگر آخرت نہ ہو، یہ حساب و کتاب نہ ہو، تو سب بھیڑ بکری برابر ہو جائیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک دن ایسا ہونا چاہئے جس میں اچھے کام کرنے والوں کو ان کے کام کا صلہ ملے، اور برا کام کرنے والوں کو ان کی برائی کی سزا ملے، اس لئے ہم نے یہ آخرت کا دن رکھا ہے۔

کیا یہ دنیا ہی سب کچھ ہے؟

یہ بھی قرآن کریم نے جا بجا بتایا کہ تم نے تو اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، جیسا کہ کافر کہا کرتے تھے۔

مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیہ: ۲۴)

"بس یہ ہماری دنیاوی زندگی ہے، اسی میں ہم مرتے ہیں، اسی میں جیتے ہیں، اور ہم کو صرف زمانے کی گردش سے موت آجاتی ہے" نتیجہ یہ ہے کہ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ میں بس اپنی دنیا بہتر بنا لوں، چنانچہ وہ اپنی دنیا بہتر بنانے کے لئے جائز

ناجائز، حلال حرام کی تمیز مٹا دیتا ہے۔ بقول شخصے:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

''اے بابر! خوب عیاشی کرلو اس واسطے کہ دوبارہ کوئی زندگی آنے والی نہیں'' جن لوگوں کے دل سے آخرت کی فکر مٹ جاتی ہے، جو آخرت پر معاذ اللہ ایمان نہیں رکھتے، وہ بس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، دنیا کے اندر جو کچھ کر رہے ہیں، اسی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔

یہ دنیا چند روزہ ہے

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب آخرت میں پہنچو گے تو وہاں جب دنیا کا تصور آئے گا تو ایسا محسوس ہوگا کہ:

لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار بلغ (الاحقاف:۳۵)

وہاں جا کر ایسا معلوم ہوگا کہ دنیا کی ساری زندگی دن کا ایک گھنٹہ تھی، بس جب اس دنیا کا تصور آئے گا کہ دنیا میں کیا کرتے رہے؟ تو ایسا لگے گا کہ بس دنیا میں ایک گھنٹہ گزارا ہے، یہ دنیا کی زندگی اتنی مختصر معلوم ہوگی، اس آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں، تو اس دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ چند روزہ ہے، چالیس سال جی لئے، بہت جی لئے ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال نوے سال، سو سال زیادہ سے زیادہ، لیکن وہ آخرت کی زندگی لامحدود ہے، جس کی کوئی حد و نہایت نہیں، وہاں جا کر جب دنیا کا تصور آئے گا تو ایسا لگے گا کہ دن کا ایک تھوڑا سا حصہ گزارا ہے ہم نے، اور بس ختم ہوگئی، گویا کہ تم اس دنیا کے لئے تو سب دوڑ دھوپ کر رہے ہو جو ایک گھنٹہ سے زیادہ کی حقیقت نہیں رکھتی، لیکن وہ آخرت ابدی زندگی ہے، اور قرآن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس ابدی زندگی کی بہبود کی طرف متوجہ کر، لہٰذا اس آخرت کو بنانے کی فکر کرو۔

دنیا کے لئے بس اتنا کام کرو

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا:

اعمل لدنیاك بقدر بقائك فیھا، واعمل للآخرۃ بقدر بقائك فیھا

''دنیا کے لئے اتنا کام کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اتنا کام کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے'' یہ نہیں کہ سارا کام تم نے تھوڑے دنوں کی زندگی کے لئے تو کرلیا اور آخرت کے لئے کچھ نہیں کیا، تو یہ حقیقت ہے جو قرآن کریم کی سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت میں اس کو واضح فرمایا گیا ہے کہ باری تعالیٰ مالک ہے یوم جزاء کا، یہاں تو کوئی کسی چیز کا مالک بنا بیٹھا ہے، کوئی کسی چیز کا مالک بنا بیٹھا ہے، لیکن وہاں یہ ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، اور تمہارے اعمال ہی ساتھ جائیں گے، اعمال ہی دیکھے جائیں گے کہ کیا اعمال کر کے آئے ہو دنیا میں، اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، لہٰذا آج ہی اس دنیا میں رہتے ہوئے اس روز جزاء کا تصور کرلو، اور اس کی کچھ تیاری کرلو، اس کے مطابق زندگی گزارلو، یہ ہے پیغام اس تیسری آیت کا، اس میں تھوڑی اور بھی تفصیل ہے، لیکن اب وقت ختم ہو چکا ہے، ان شاء اللہ اگر اللہ نے زندگی دی تو آئندہ بیان میں اس کی تفصیل عرض کردوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہمیں آخرت کی فکر عطا فرمائے، اور دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں جب وہاں پر لے جائے تو سرخروئی کے ساتھ لے جائے اور اپنی رضامندی کے ساتھ لے جائے، اور ان لوگوں میں ہمیں شامل فرمائے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے مقامات رکھے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

یہ دنیا آخری منزل نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۰، کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	07^{th}-Mar-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دنیا آخری منزل نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۵)

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلاھادی لہٗ، واشھدان لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ، واشھدان سیدنا ونبینا ومولانا محمدا عبدہٗ ورسولہٗ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم تسلیما کثیرا اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العٰلمین، الرحمٰن الرحیم، مٰلک یوم الدین. اٰمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین، والحمد للہ رب العٰلمین

بزرگان محترم و برادران عزیز! کچھ عرصے سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا بیان چل رہا ہے، اس سے پہلے تین آیتوں کا بیان ہوا، الحمد للہ رب العالمین، پہلی آیت، الرحمٰن الرحیم، دوسری آیت، مالک یوم الدین، تیسری آیت۔

پہلی آیت میں توحید کی طرف اشارہ

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کی طرف اشارہ ہے کہ جو ذات تمام جہانوں کی پرورش کر رہی ہے اور تمام جہانوں کا انتظام اس نے کیا ہے، وہی اس کی خالق ہے، وہی اس کی مالک ہے، وہی اس کی منتظم ہے، تو ظاہر ہے کہ عبادت کے لائق بھی تنہا وہی ذات ہوگی، کوئی اور نہیں، تو الحمد للہ رب العالمین میں توحید کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری آیت میں رسالت کی طرف اشارہ

دوسری آیت ہے، الرحمٰن الرحیم، اس میں اسلام کے دوسرے عقیدے یعنی رسالت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجتے ہیں، جس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اس کی تکمیل ہوئی، کیونکہ باری تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہیں، لہٰذا اس کی رحمت کا یہی تقاضہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دنیا میں اندھیرے میں نہ چھوڑے، بلکہ ان کی ہدایت اور ان کی راہنمائی کا ضرور انتظام کرے، اور ہدایت اور راہنمائی کا انتظام یہی ہے کہ اس نے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمایا، جن کے ذریعہ ہدایت کی باتیں اپنے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔

تیسری آیت میں آخرت کا بیان

تیسری آیت ہے "مالک یوم الدین" جس کا بیان چل رہا تھا، اس میں اسلام کے تیسرے بنیادی عقیدے یعنی آخرت کا بیان ہے کہ باری تعالیٰ مالک ہے

اس یوم الدین کا یعنی حساب کے دن کا، جیسا میں نے پچھلے بیان میں عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مالک تو آج بھی ہے ہر چیز کا، لیکن یہاں اس کائنات میں، اس دنیا میں ظاہری ملکیتیں کچھ انسانوں کو بھی عطا کر رکھی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ میں اس لباس کا مالک ہوں، میں اس مکان کا مالک ہوں، میں اس گاڑی کا مالک ہوں، تو ظاہری ملکیتیں یہاں بھی موجود ہیں، اور حکمرانی ظاہری طور پر دنیا میں موجود ہے کہ انسان حکمران ہوتے ہیں، کوئی صدر مملکت ہے، کوئی بادشاہ ہے، کوئی وزیر اعظم ہے۔

ساری حکمرانیاں اور ملکیتیں ختم ہونے والی ہیں

لیکن مالک یوم الدین فرما کر یہ ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جو یوم حساب آنے والا ہے، اس دن یہ ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ (سورة الانبياء: ۱۰۴)

جیسے ہم نے تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا، جب تم دنیا میں آئے تھے، کوئی چیز تمہاری ملکیت میں نہیں تھی، یہاں تک کہ لباس بھی نہیں تھا، ننگے تڑنگے آئے تھے، کوئی چیز تمہارے پاس نہیں تھی، کسی چیز کے تم مالک نہیں تھے، جس طرح ہم نے تم کو اس وقت اس طرح پیدا کیا تھا کہ کوئی چیز تمہاری ملکیت میں نہیں تھی، اسی طرح جب آخرت میں اٹھایا جائے گا تو اس وقت بھی کوئی ملکیت تمہاری نہیں ہوگی، نہ روپیہ، نہ پیسہ، نہ کپڑا، نہ مکان، نہ سواری اور نہ کوئی اور چیز، تن تنہا چلے آؤ گے، اور یہ جتنی بادشاہتیں نظر آتی ہیں، جتنی حکمرانیاں نظر آتی ہیں کہ کوئی اپنے آپ کو صدر بنائے

بیٹھا ہے، کوئی اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو وزیراعظم کہتا ہے، یہ ساری بادشاہتیں اور حکمرانیاں بھی ختم ہو جائیں گی، اس دن کوئی بادشاہ نہیں ہوگا، کوئی صدر نہیں ہوگا، کوئی وزیراعظم نہیں ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سورۃ الزمر:۱۶)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ باری تعالیٰ اس وقت آواز لگائیں گے "بتاؤ آج بادشاہت کس کی ہے؟" پھر خود ہی اللہ تعالیٰ جواب دیں گے:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۃ الزمر:۱۶)

"ایک اللہ کی بادشاہت ہے جو سب پر غالب ہے" تو مالک یوم الدین کے معنی یہ ہیں کہ اس دن ملکیت تن تنہا اللہ ہی کی ہوگی، ظاہری ملکیتیں بھی جو دنیا میں نظر آتی ہیں ختم ہو جائیں گی۔

تمہارے قول وفعل کا حساب ہوگا

قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ میں لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ ذرا اس دنیا میں دھیان سے رہو، ایک دن ایسا آنے والا ہے جب تمہارے ہر قول وفعل کا حساب لیا جائے گا۔ یہ مت سمجھو کہ منہ سے جو بات نکال دی، ہوا میں اڑ گئی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورہ ق:۱۸)

انسان جو لفظ بھی منہ سے نکالتا ہے اس کو لکھنے والا موجود ہے، آج تو ٹیپ ریکارڈر آ گیا، لوگوں کی سمجھ میں آسانی سے آ سکتا ہے کہ ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو رہا

ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سب ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ اگر جھوٹ بولا، یا غیبت کی، یا برا بھلا کہا کسی کو، یا کسی کا دل دکھایا تو یہ سب باتیں ہمارے ہاں محفوظ ہیں، اور کوئی اچھی بات کہی ہے، اللہ کا ذکر کیا ہے، کسی کو آرام پہنچایا ہے، کسی کی مدد کی ہے، وہ بھی ہمارے ہاں محفوظ ہے، اوران سب کا حساب ہونے والا ہے، قیامت کے دن سب سامنے آجائے گا۔

ووجدوا ما عملوا حاضرا (سورۃ الکہف ۴۹)

''جو کچھ عمل کیا تھا دنیا میں وہ سب تمہارے سامنے آکر موجود ہو جائے گا'' ساری فلم چل جانے گی کہ دنیا میں کیا ہوا تھا، اور کس وقت پر کیا عمل کیا تھا، اس سب کا حساب دینا ہوگا، جواب دینا ہوگا، یہ ہے عقیدۂ آخرت۔

دنیا سے ایک دن جانا ہے

یہ نہ سمجھو کہ بس دنیا میں جی لئے، جس طرح بھی جی لئے، جیسے کافروں کا یہ کہنا ہے کہ:

ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیی (سورۃ جاثیہ:۲٤)

''یعنی بس یہ دنیا ہی کی زندگی ہے، ہم یہیں جیتے اور ہم یہیں مرتے ہیں'' یہ دنیا کی زندگی تو مختصر سی زندگی ہے، زیادہ سے زیادہ ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، نوے سال، بہت ہوگئی تو سو سال، اور زیادہ ہوگئی ایک سو دس سال یا ایک سو بیس سال، لیکن ایک زندگی ایسی آنے والی ہے، جو ہمیشہ کی ہے اور وہاں جاکر پتہ

لگے گا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (سورۃ النازعات ۴۶)

جب قیامت کے دن کو دیکھ لیں گے، اس کی وسعتیں نظر آئیں گی، تو دنیا میں جتنے دن رہے تھے اس کے بارے میں یہ کہیں گے کہ بھئی جتنے دن دنیا کے تھے وہ ایک شام تھی، یا ایک صبح تھی، ساری دنیا کی زندگی چند گھنٹے کی نظر آئے گی کہ بس چند گھنٹے دنیا میں رہ کر آگئے۔ اصل زندگی تو اب ہے، وہ زندگی آنے والی ہے، تو مالک یوم الدین میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس دن کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں رحمت والی صفات

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی جو صفتیں بیان کی ہیں، سب رحمت والی صفتیں ہیں، رب العالمین، باری تعالیٰ پالنے والا ہے تمام جہانوں کا، رحمٰن ہے، اس کی رحمت سب پر چھائی ہوئی ہے، رحیم ہے، اس کی رحمت بڑی زبردست ہے، یہ صفتیں بیان کی ہیں، لیکن غصے والی صفتیں، عذاب والی صفتیں بیان نہیں فرمائیں، کیونکہ باری تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت فرمایا کہ:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

"میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے" تو یہاں رحمت کی صفات بیان فرمائی ہیں، لیکن مالک یوم الدین فرما کر توجہ دلا دی کہ رحمت تو بے شک ہے میری بندوں پر، لیکن ذرا خیال رکھنا کہ اگر تم نے دنیا کے اندر کوئی غلط کام کئے تو میں

حساب بھی لینے والا ہوں، اور حساب دینے کے نتیجے میں تم بچ کے نہیں جا سکتے، باری تعالیٰ کے قہر سے، یہاں تو سفارش بھی کام آ جاتی ہے، رشوت بھی کام آ جاتی ہے، یہاں تو تعلقات بھی کام آ جاتے ہیں، لیکن وہاں:

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ (سورۃ الانعام: ۵۱)

''اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے وہاں پر بچانے والا، اور نہ سفارش کرنے والا'' یہ عقیدۂ آخرت ہے، جو درحقیقت قرآن کریم ہمارے دلوں میں پیوست کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیج تو دیا اور ایسی دنیا میں بھیج دیا جس میں رنگینیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

یہ دنیا تمہاری آخری منزل نہیں

لیکن قرآن کریم کے ذریعہ، پیغمبروں کے ذریعہ وہ بار بار یاد دلاتا ہے کہ یاد رکھو کہ یہ دنیا تمہاری آخری منزل نہیں ہے، یہ دنیا تمہارا مقصد زندگی نہیں ہونا چاہئے، یہ دنیا تو تمہارے سفر کا ایک مرحلہ ہے، ایک آزمائش کی جگہ ہے، لہٰذا ہر قدم پر یاد رکھو کہ ایک دن وہ بھی آنے والا ہے، آخرت کا دن، اور میرے بھائیو! درحقیقت یہی عقیدۂ آخرت ہے، جو انسانوں کو گناہوں سے، جرائم سے، ناانصافیوں سے، ظلم و ستم سے بچاتا ہے، اگر دل میں آخرت کی فکر ہو، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو، جس کو قرآن تقویٰ کہتا ہے، تو اس صورت میں انسان گناہ کے پاس بھی نہیں جائے گا، کسی پر ظلم نہیں ڈھائے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ اگر ناانصافی کروں گا تو آخرت میں مجھے بہت

سنگین عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی عقیدہ صحابہ کے دلوں میں پیوست فرمایا، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آخرت کی باتیں اس طرح تفصیل سے بتائیں کہ ہمیں ہر وقت یہ لگتا تھا کہ ہم آخرت کو ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، جنت کو، جہنم کو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیشی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اول تو گناہ سرزد نہیں ہوتا تھا، اور اگر سرزد ہوتا بھی تو فوراً توبہ کی، استغفار کی، اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت وشرمندگی کی توفیق ہوجاتی ہے، صحابہ کرام کا یہ معاملہ تھا۔

آج کی دنیا جرائم اور ظلم کی دنیا کیوں؟

آج دنیا میں جرائم کا بازار گرم ہے، ناانصافیوں کا بازار گرم ہے، ظلم وستم کی چکی میں لوگ پس رہے ہیں، وجہ کیا ہے؟ کہ آخرت کی فکر نہیں، آخرت کا دھیان نہیں، اگر کوئی چور چوری کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کرتا ہے کہ اگر اس کو پتہ ہوتا کہ چوری کے نتیجے میں مجھے کتنے زبردست عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ چوری نہ کرتا، کوئی شخص رشوت لیتا ہے تو کیوں لیتا ہے؟ اس واسطے کہ اس کو یہ فکر ہی نہیں کہ مرنے کے بعد میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، اگر اس کو یہ پتہ ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار

"رشوت لینے والا بھی اور رشوت دینے والا بھی دونوں جہنم میں ہیں" اگر

اس بات کا پورا ایمان اس کے دل میں ہوتا، اگر اس بات کا اس کے دل میں یقین ہوتا تو کبھی رشوت لینے کا اقدام نہیں کرتا، دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے، دوسروں کے ساتھ ناانصافیاں کرنے والے. دوسروں کا مال ہڑپ کر جانے والے، دھوکہ دینے والے، ملاوٹ کرنے والے، یہ سب کام نہ کریں اگر اللہ تبارک وتعالی کے سامنے جوابدہی کا احساس پیدا ہو جائے، چونکہ صحابہ کرام کے دل میں یہ احساس پیدا ہو گیا تھا تو نتیجہ اس کا یہ تھا کہ اول تو گناہ ہوتا ہی نہیں تھا، اگر کبھی غلطی سے ہو گیا تو خود اپنے اوپر سزا جاری کروانے کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔

ایک خاتون کا سبق آموز واقعہ

دیکھئے! ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آکر عرض کیا کہ " طَهِّرْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰه " یارسول اللہ! مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے، گناہ کیا ہو گیا ہے، بدکاری کا ارتکاب ہو گیا ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر رہی ہیں کہ مجھ کو پاک کر دیجئے، مجھ پر سزا جاری کر دیجئے، جو شریعت میں اس عمل کی مقرر ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے ہیں، وہ دوبارہ دوسری طرف سے آتی ہیں، پھر آکر اقرار کرتی ہیں، دوسری مرتبہ بھی رخ پھیر لیتے ہیں، پھر آتی ہیں، یہاں تک کہ چار مرتبہ اقرار کر لیا کہ یارسول اللہ! جو سزا مقرر ہے مجھ پر جاری کر دیں، وہ سزا کیا تھی؟ یہ بھی معلوم تھا ان کو کہ پتھر مار مار کر سنگسار کر کے ہلاک کر دیا جائے گا، مگر اپنے آپ کو پیش کر رہی ہیں کہ یارسول اللہ! آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے دنیا کا یہ عذاب

جھیلنے کو تیار ہوں، لیکن آپ مجھے اس عمل سے پاک کر دیجئے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب تم نے اقرار کرلیا تو سزا تو تمہارے اوپر جاری ہوسکتی ہے، لیکن ابھی تمہارے پیٹ میں بچہ ہے، اور قصور جو کچھ ہوا تم سے ہوا، بچہ سے نہیں ہوا، لہٰذا میں ابھی تمہارے اوپر سزا جاری نہیں کرسکتا، واپس جاؤ یہاں تک کہ تمہارے یہاں بچہ ہو جائے، بچہ بھی پھر تمہارے دودھ کا محتاج ہوگا، اس بچہ کو دودھ پلاؤ، اور پھر جب بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور دودھ کی ضرورت اسے باقی نہ رہے تو اس وقت دوبارہ میرے پاس آنا۔

بچے کے پیدائش کا انتظار

وہ خاتون چلی جاتی ہیں، نہ کوئی F.I.R درج ہوئی، نہ کوئی رجسٹر میں نام پتہ درج کیا گیا، نہ کوئی ضمانت طلب کی گئی، چلی جاتی ہیں اور بچہ کی پیدائش کا انتظار کرتی ہیں، بچہ پیدا ہوتا ہے، پیدا ہونے کے بعد اس کو دودھ پلاتی ہیں، دو سال تک دودھ پلاتی ہیں۔ آپ ذرا تصور کیجئے کہ اس واقعہ کو ڈھائی سال گزر گئے، اتنے دن گزرنے کے بعد تو آدمی کے جوش وخروش میں بھی کمی آجاتی ہے، وقتی طور پر ندامت کی وجہ سے آدمی کے دل میں جوش ہوتا ہے کہ اپنے اوپر کسی طرح سزا جاری کرالوں، لیکن ڈھائی سال گزرنے کے بعد یہ ندامت بھی ڈھیلی پڑ جاتی ہے، اور بچہ پیدا ہو چکا ہے، اور وہ بچہ ماں کے لئے ایک عجیب کشش کا باعث ہے کہ بچہ اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، اور دل لبھا رہا ہے، اور کسی رجسٹر میں نام درج نہیں ہے، کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں کہ تم آؤ اور اپنے اوپر سزا جاری کرواؤ۔

اس خاتون کی استقامت

لیکن اس خاتون کی استقامت دیکھئے، ڈھائی سال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں، میں نے وعدہ کیا تھا اور یہ بچہ میں لے آئی ہوں، اس میں کے منہ میں روٹی کا ٹکڑا ہے، جو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اب اس کو میرے دودھ کی حاجت نہیں، اور اب میرے اوپر سزا جاری کر دیجئے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سزا جاری کی، یہاں تک کہ انہوں نے جان دیدی۔

نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی

جب نماز جنازہ پڑھنے کا وقت آیا، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ جو خاتون ہیں ان سے تو ایک بدکاری کا گناہ ہوا تھا، تو آپ اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں؟ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر بے شک اس سے غلطی ہوگئی تھی، لیکن اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اس توبہ کا دسواں حصہ بھی پورے اہل مدینہ میں بانٹ دیا جائے تو سارے اہل مدینہ کی مغفرت ہو جائے۔

یہ آخرت کے عذاب کے خوف کا نتیجہ تھا

آپ اندازہ لگایئے! نہ رپورٹ ہے، نہ ضمانت ہے، نہ کچھ ہے، لیکن اپنے آپ کو خود پیش کر رہی ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ دل میں یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ دنیا میں جو کچھ سزا مل جائے، تکلیف پہنچ جائے، مجھے گوارا ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالی کے

سامنے جب حاضر ہوں تو میرا دامن تمام گناہوں سے پاک ہو، اور مجھے انصاف دینے کا وقت آئے تو میرے پلڑے میں کوئی گناہ باقی نہ ہو، یہ فکر لگی ہوئی ہے، اس فکر آخرت نے جرائم اور ناانصافیوں کا اس طرح سد باب کیا، صحابہ کرام کی سیرتیں اٹھا کر دیکھئے، ایک ایک صحابی روشن ستارہ نظر آئے گا، عدل وانصاف کا، نیکی وتقوی کا، اس لئے کہ آخرت کی فکر دل میں سمائی ہوئی تھی، اسی آخرت کی فکر کی طرف سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت'' مالک یوم الدین'' توجہ دلا رہی ہے کہ اللہ تعالی مالک ہے روز حساب کا، بے شک رب العالمین ہے، بیشک رحمٰن ہے، بیشک رحیم ہے، لیکن ساتھ ساتھ انصاف کرنے والا بھی ہے، لہٰذا آخرت میں تمہارے سارے اقوال و افعال کا حساب ہوگا، اس وقت کا مالک وہی ہوگا، کوئی وہاں اپنی ملکیت نہیں جتا سکتا، اس کے لئے ابھی سے تیاری کرو، تیاری کیسے کرو؟ اس کا طریقہ اگلی آیتوں میں بتایا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے توفیق دی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔

﴿ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ﴾

اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (٦)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	14th-Mar-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۶)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العلمین.

تین آیات تین عقیدے

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا بیان کچھ عرصے سے چل رہا ہے، اور اب تک سورۃ فاتحہ کی تین آیتوں کا بیان ہوا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْن، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن '' جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان تین آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کے تین بنیادی عقیدوں کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، الحمد للہ رب العالمین کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جب وہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے تو تنہا وہی ہے جو خدا ہے، تنہا وہی ہے جو معبود ہے، اس کے ساتھ کوئی اور معبود شریک نہیں، تو اس سے توحید کا عقیدہ نکلتا ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ '' الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' اللہ تبارک وتعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے، سب پر رحم کرنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے، اس کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں بھیج کر اندھیرے میں نہ چھوڑے، بلکہ اس کو یہ بتائے کہ اس کو اس دنیا میں کس طرح زندگی گزارنی ہے، اور اسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمایا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے، ان پر کتابیں اتاریں تاکہ ان کے ذریعہ انسان کو بتایا جائے کہ دنیا میں اسے کس طرح زندہ رہنا ہے، لہٰذا اس دوسری آیت سے رسالت کا عقیدہ نکلتا ہے۔

تیسری آیت '' مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن '' میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوم حساب کا مالک ہے، اس دن کا مالک ہے جس دن تمام انسانوں کے اعمال کا حساب ہوگا، محاسبہ ہوگا اس میں آخرت کا عقیدہ بیان فرمایا گیا کہ یہ زندگی جس میں تم وقت گزار رہے ہو یہ ایسا نہیں ہے کہ یہیں جی کر، سو کر، کھا کر اور پی کر معاملہ ختم ہو جائے، بلکہ ایک وقت

آنے والا ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے، دائمی زندگی ہے، ختم ہونے والی نہیں ہے، اور اس زندگی میں اللہ تعالیٰ تم سے اس دنیا کی زندگی میں کئے ہوئے کاموں کا حساب لیں گے، یہ نہ سمجھو کہ جو تم کھا رہے ہو، جو کچھ کر رہے ہو، زبان سے جو بات نکال رہے ہو، وہ ہوا میں اڑ کر فنا ہو جاتی ہے، ایسا نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم نے فرمایا:

اذ يتلقى المتلقين عن اليمين و عن الشمال قعيد ، ما يلفظ من

قول الا لديه رقيب عتيد (سورة القاف: ۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے مقرر ہیں، ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب بیٹھا ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو، سب اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو رہا ہے، اور انسان اپنی زبان سے کوئی بھی بات نکالے مگر اس کے سامنے ایک نگہبان مقرر ہے جو ہر وقت اس کی بات کو ریکارڈ کرنے کے لئے تیار ہے، جو لفظ اس نے زبان سے نکالا ہے، جو بات کہی ہے، اس کو وہ ریکارڈ کر رہا ہے، اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچو گے، اس کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے کہ:

ووجدوا ما عملوا حاضرا (بنی اسرائیل: ۴۹)

یعنی جو کچھ عمل کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پاؤ گے، جو کچھ عمل کیا تھا بالغ ہونے سے لے کر مرتے دم تک وہ سارے کے سارے تمہارے سامنے آموجود ہوں گے، اس کی فلم دکھا دی جائے گی کہ کیا کیا کرتے رہے ہو؟ جو عمل مجمع میں کیا تھا وہ بھی، اور جو عمل تنہائی میں کیا تھا وہ بھی، سب دکھا دیا جائے گا:

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (سورۃ الکہف ۴۹)

اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا، جیسے اعمال ہوں گے، ویسا ہی انجام بھی ہوگا، جو کچھ یہاں پر بوگے وہی وہاں پر کاٹو گے، تو یہ آخرت کا عقیدہ ہے، جس کی طرف مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے، ایک وقت آئے گا جب تمہیں اپنے قول وفعل کا حساب دینا ہوگا، لہٰذا اپنا ہر کام کرتے وقت دھیان رکھو کہ کسی وقت اس کا جواب دینا ہے، لہٰذا اللہ ہی کے احکام کے مطابق اس کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق، اس کے بیان کئے ہوئے آداب کے مطابق اس دنیا میں زندہ رہنا ہے۔

ان سب پر عمل کیسے ہوگا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتنا بڑا فریضہ ہمارے اوپر ڈال دیا گیا کہ دنیا میں زندہ رہو تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق رہو، حلال طریقے سے رہو، حرام سے پرہیز کرو، فرائض وواجبات بجالاؤ، پانچ وقت نماز پڑھو، رمضان کا مہینہ آئے تو روزہ رکھو، اگر مالدار ہو تو زکوٰۃ ادا کرو، حج کرو، اور جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، حرام طریقے سے مال نہ کھاؤ، رشوت نہ لو، رشوت نہ دو، سود نہ کھاؤ، اتنی ساری پابندیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے عائد کی ہیں، یا اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ کیسے ہم اس کی پابندی کر پائیں گے، اس کا جواب اگلی آیتوں میں ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

یعنی اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی ہم ایمان تو لے آئے آپ کی توحید پر بھی، اس بات پر بھی کہ ایک دن مرنے کے بعد آپ کے پاس پیش ہونا ہے، اور اب عبادت بھی آپ ہی کی کرتے ہیں، بات کسی اور کی نہیں مانیں گے سوائے آپ کے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ عبادت آپ ہی کی کریں گے، کسی اور کی نہیں کریں گے، یہ ہمارے بس میں نہیں ہے جب تک کہ آپ کی مدد شامل حال نہ ہو. جب تک آپ کی توفیق شامل حال نہ ہو ہم یہ نہیں کر سکتے، لہٰذا عبادت تو آپ ہی کی کریں گے، لیکن جب ہم کارزار حیات میں داخل ہوں گے تو ہمیں قدم قدم پر مشکلات محسوس ہوں گی، یا اللہ اس حکم پر کیسے عمل کریں؟ فلاں حکم پر کیسے عمل کریں؟ تو اس کا نسخہ بھی یہی ہے کہ جب کبھی مشکل ہو تو ہمارے پاس آجاؤ، ہم سے مدد مانگو، اور یہ کہو اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

عبادت کا مفہوم

اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی کیا ہیں؟ یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، عبادت کے کیا معنی ہیں؟ عبادت کے معنی ہیں بندگی، بندگی کو یوں سمجھ لو جیسے غلامی، یعنی یا اللہ ہم تیری ہی غلامی کریں گے، تیرے سوا کسی اور کی غلامی نہیں کریں گے، کیا معنی؟ کہ جب تجھے ہم نے اپنا خالق مانا، اپنا مالک مانا، اپنا پروردگار مانا، اپنا معبود مانا تو بس تیری ہی ذات ہے جو تنہا واجب الاطاعت ہے، جس کی اطاعت، جس کی

فرمانبرداری ہم نے اپنے اوپر لازم کرلی ہے، جس دن یہ کہا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہ اقرار کرلیا تھا کہ اے اللہ اطاعت اور فرمانبرداری تنہا تیرا حق ہے، تیرے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں، تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہنا درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ ہم آپ ہی کی بات مانیں گے، اور اگر کسی اور نے ہمیں کوئی ایسا کام کرنے کو کہا جو آپ کے حکم کے خلاف ہو، اس کو چھوڑ دیں گے، آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے، چاہے وہ کہنے والا بادشاہ ہو، یا سربراہ حکومت ہو، صاحب اقتدار ہو، اپنا کوئی قریبی عزیز ہو، بیوی ہو، بچہ ہو، باپ ہو، ماں ہو۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہوسکتی

اور اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح تعبیر فرمایا کہ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جو شخص تم پر امیر بنا دیا جائے اس کی اطاعت کرو، اس کی فرمانبرداری کرو، جو حکم وہ دے اس کے مطابق عمل کرو، لیکن ساتھ ساتھ یہ فرمایا کہ اطاعت معروف یعنی نیکی میں ہے، اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو، تو پھر اس کی اطاعت نہیں، پھر اس کی فرمانبرداری نہیں ہے، صرف ان کاموں میں اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیے ہیں، یا وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہیں، اسی طرح بیوی کو حکم دیا کہ شوہر کی اطاعت کرے، لیکن اگر شوہر کسی ایسی بات کا حکم دے جو گناہ ہے تو بیوی کے ذمہ اطاعت نہیں ہے، وہ کہہ سکتی ہے کہ

میں اللہ کی اطاعت کروں گی، تمہاری نہیں کروں گی، اولاد کو حکم دیا گیا کہ والدین کی اطاعت کرو، لیکن اگر والدین ناجائز بات کا حکم دینے لگیں تو اس میں والدین کی اطاعت نہیں ہے۔

والدین اور شوہر کی اطاعت میں دھوکہ

یہاں بہت سے لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت کا حکم دیا ہے، تو اگر وہ کوئی بات کہیں، چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز ہو، ہمیں ماننی چاہئے، یہ بالکل غلط بات ہے، اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے دعویٰ کے خلاف ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے لگیں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بالا دست قرار دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک والدین کی اطاعت کرو، قرآن کریم میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکہ مکرمہ میں ایسی بہت سی صورتیں پیدا ہوئی تھیں کہ اولاد مسلمان ہوگئی، اور ماں باپ کافر تھے، اور یہاں تک نوبت آگئی کہ بعض جگہوں پر ماؤں نے یہ کہہ دیا بیٹے سے کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے، اور ہمارے دین میں واپس آجا، اور جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار نہیں کرے گا، اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گی، بھوک ہڑتال کردی، کہ اگر تو واپس نہیں آتا تو بھوک ہڑتال ہے، کھانا نہیں کھاؤں گی، وہ اولاد حاضر ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا رسول اللہ اس مشکل میں پھنس گئے ہیں، ماں باپ یوں کہہ رہے ہیں، ایک طرف اللہ تعالیٰ

کا حکم ہے، ہم کیا کریں؟ تو قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (سورۃ الاحقاف: ۱۵)

ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اس کی ماں نے اس کو مشقت سے اٹھایا تھا، اور مشقت سے جنم دیا تھا، اور اس کو حمل میں رکھنا، اور اس کو دودھ پلانا تیس مہینے اس مشقت میں ماں نے گزارے ہیں، تو یہ ماں کا حق ہے، کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

والدین کی اطاعت کی حد

اس کے بعد دوسری جگہ میں فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورۃ العنکبوت: ۸)

بے شک ہم نے حکم دیا ہے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا، لیکن اگر وہ تمہیں زبردستی کریں، اور تمہیں یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ اس بات میں ان کی فرمانبرداری مت کرنا، لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو، ان کی خوش آمد در آمد بھی کرتے رہو، ان کی خدمت بھی کرتے رہو، ان کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، ان کو برا بھلا مت کہو، ان کو حتی الامکان تکلیف پہنچانے سے بھی بچو، لیکن کفر و شرک کے کاموں میں اطاعت ان کی نہیں کرنی، اطاعت اللہ کی ہے، تو إِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی یہ ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت

کرتے ہیں، اور تیری غلامی کرتے ہیں، کسی اور کی غلامی نہیں کرتے، اگر کوئی شخص اللہ کی غلامی چھوڑ دے، اللہ بچائے العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے (آمین) اللہ کی غلامی سے اپنے آپ کو نکالنا چاہے تو ہزاروں انسانوں اور مخلوقات کی اس کو غلامی کرنا پڑتی ہے۔

اللہ کی غلامی اختیار کرلو

اور جب اللہ کی غلامی اختیار کرلی، پھر سوائے اللہ کے کسی اور کی غلامی نہیں ہے، اقبال نے بڑی اچھی بات کہی ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ایک سجدہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کرلیا، اس کے بعد پھر ہزار سجدوں سے نجات مل جاتی ہے، پھر پیشانی سوائے اس کی بارگاہ کے نہ کہیں جھکتی ہے اور نہ کہیں ٹکتی ہے، یہ معنی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے، تو جب اللہ کا حکم آجائے تو پھر کسی کی اطاعت نہیں، پھر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، اسی کی فرمانبرداری ہے، تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ جو ہم ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، اس کے اندر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی غلامی کا اقرار کرتے ہیں۔

یہ جھوٹا اقرار تو نہیں کر رہے ہیں!

ذرا دیکھو یہ ہمارا اقرار کس حد تک سچا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں نماز کے اندر کھڑے ہوتے ہو تو جھوٹ بولتے ہوں، کہ

یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کر رہے ہیں، جبکہ حقیقت میں عبادت کر رہے ہیں شیطان کی، عبادت کر رہے ہیں خواہشات نفس کی، عبادت کر رہے ہیں مخلوق کی، عبادت کر رہے ہیں ناجائز باتوں کا حکم دینے والوں کی عبادت کر رہے ہیں، اور اللہ کے سامنے آ کر کہہ رہے ہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ یعنی یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، یہ جھوٹا اقرار نہ ہو، ہم میں سے ہر شخص کو گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے کہ کہیں ہماری عبادت غیر اللہ کے لئے تو نہیں ہو رہی ہے۔

عبادت کے کیا معنی؟

دیکھو عبادت صرف یہی نہیں ہے کہ اس کے آگے سجدہ کیا جائے، عبادت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سوا کسی کو بھی انسان واجب الاطاعت نہ سمجھے، اور جب کہیں ٹکراؤ ہو جائے تو اللہ کی بات کو ترجیح دے، اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دے اور کسی کو نہیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا عجیب مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے پیدا فرمائی تھی، کہ بری بری عادتیں دل میں گھر کی ہوئی تھیں، طبیعت میں جم گئی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو فوراً ان کو خیر آباد کہہ دیا۔

شراب کی عادت

دیکھو شراب کی جب عادت کسی کو پڑ جاتی ہے، لت لگ جاتی ہے، تو اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا، آج کل تو ہم لوگ کوئی سگریٹ کا عادی بن جاتا ہے، کوئی پان تمباکو کا عادی بن جاتا ہے، کوئی نسوار کا عادی بن جاتا ہے، اس کو چھوڑنا کتنا مشکل

لگتا ہے، لیکن شراب کی لت تو ایسی ہے العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے کہ اگر وہ لگ جائے تو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے، شراب کی فطرت میں ہے کہ یہ انسان کو اپنا ایسا محتاج بنا دیتی ہے کہ جب تک اللہ بچائے وہ پی نہ لے اس کو چین نہیں آتا، غالب کہتا ہے:

؎ چھوٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

یورپ میں شراب پر پابندی کا نتیجہ

یہ سن ۱۹۲۲ء کی بات ہے، کہ یورپ میں لوگوں کو احساس ہوا کہ یہ بڑی مضر ہے، بڑی خطرناک چیز ہے، لوگوں کی صحت کو خراب کردیتی ہے، اس کی وجہ سے حادثات ہوتے ہیں، اور پتہ نہیں کیا کچھ ہوتا ہے، انہوں نے کیا کیا کہ ایک قانون بنا دیا کہ شراب بند ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ قانون نافذ کیا گیا کہ شراب بند، کوئی شراب نہیں پیئے گا، اب قانون تو ہو گیا، اب قانون بننے کا مطلب کیا ہے؟ کہ پولیس اس کی نگرانی کرے، اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں اس کی دیکھ بھال کریں، لوگوں نے پولیس کے سامنے تو شراب پینی چھوڑ دی، قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے سامنے چھوڑ دی، لیکن اپنے گھروں میں بھٹیاں بنالیں، گھروں میں بھٹیاں بن رہی ہے، اور شراب کشی ہو رہی ہے، اور لوگ پی رہے ہیں، پہلے تو کارخانوں میں شراب بنتی تھی، اور کارخانوں میں بننے کی صورت میں صفائی ستھرائی کا اہتمام ہو جاتا تھا، لیکن اب گھر کے اندر بننے لگی، تو اس میں گندگی پیدا ہو گئی، اور اس میں اور زیادہ مضرتیں پیدا ہونے لگیں، لیکن چھوٹی ایک فرد نے بھی

نہیں، کیونکہ قانون کا ڈنڈا انسان کو مجمع کے اندر تو گناہ کرنے سے روک سکتا ہے، لیکن جنگل کی تنہائی میں اور رات کی تاریکی میں اس کے اوپر کون پہرہ دے گا؟ وہ پہرہ بٹھانے والی چیز تو ایک ہی ہے، اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس، جو انسان کو جنگل کی تنہائی میں بھی اور رات کی تاریکی میں بھی اس کے دل پر پہرے بٹھاتا ہے، اور وہ موجود نہیں تھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ کہہ کر قانون واپس لینا پڑا کہ ہم فیل ہو گئے، ہم شراب بند نہیں کروا سکتے۔

اہل عرب اور شراب

آیئے! اب عرب کی طرف، جس معاشرے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، وہاں شراب کا یہ عالم تھا کہ شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، وہ اس کے اوپر ناز کرتے تھے کہ ہم بڑے شراب پینے والے لوگ ہیں، اور اس طرح گھٹی پڑی ہوئی تھی کہ شراب کے لئے عربی زبان میں دو سو لفظ ہیں، جو شراب صبح کو پی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو شام میں پی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو کھجور سے بنائی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو انگور سے بنائی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو پانی ملا کر پی جائے اس کا الگ نام، اگر اس میں شہد ملا لیا جائے تو اس کا الگ نام، اس میں سرکہ ملا لیا جائے تو اس کا الگ نام، تو دو سو نام ہیں شراب کے، اتنی محبت تھی شراب سے اور شاعر لوگ فخر کے ساتھ کہتے ہیں:

اذا ما اصْطَبَحْتُ اَرْبعًا شَدَّ مِيْزَرِیْ

"جب میں صبح کو چار شراب کے جام چڑھا کر نکلتا ہوں تو زمین پر میرا ازار

گھٹتا ہوا جاتا ہے'' اور یہ عالم تھا کہ جو شخص جتنا زیادہ شرابی ہو، وہ اتنا ہی شریف اور معزز تصور کیا جاتا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو گھر گھر شراب پی جارہی تھی، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا، لیکن سارے لوگ شراب پینے میں مبتلاء تھے، اور یہاں تک کہ غزوۂ احد کے زمانے تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، چنانچہ غزوۂ احد کے موقع پر بعض صحابہ کرام جنہوں نے صبح کے وقت شراب استعمال کی تھی، اس کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہوئے، اور وہیں شہید ہو گئے، البتہ اس وقت تک کچھ تھوڑی سی خرابیاں بیان کردی تھیں قرآن کریم نے، فرمایا تھا کہ:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (سورة البقرة: ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں، ان کو بتادو کہ اس میں خرابیاں بہت ہیں، اور کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن خرابیاں زیادہ ہیں فائدہ کے مقابلے میں! یہ نہیں کہا کہ حرام ہے چھوڑ دو، فوراً نہیں کہا، ذہن تھوڑا سا بنایا گیا تھا۔

عرب میں شراب کی حرمت کا نتیجہ

لیکن جب حکم آیا کہ:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ (المائدة: ۹۰)

یہ شراب، یہ جوا جو تم کھیلتے ہو، یہ سب شیطان کا عمل ہے، گندگی ہے، ان

سے پرہیز کرو، جب یہ حکم آیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اس روز اپنے سوتیلے باپ ابو طلحہ کے گھر میں ایک مجلس میں ساقی بنا ہوا تھا، اور لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، ابوطلحہ ان کے سوتیلے باپ تھے، ان کے گھر میں لوگ جمع تھے، اور شراب کی محفل چل رہی تھی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا، ایک منادی کی آواز آئی جو گلی میں اعلان کررہا تھا کہ:

لا انَّ الْخمرَ قدْ حرُمتْ

''سب سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شراب حرام کردی گئی''

تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آواز ان صحابہ کرام کے کان میں پڑی تو جس شخص کے ہاتھ میں پیالہ تھا، اور منہ تک پہنچ چکا تھا، اس نے اس میں سے گھونٹ لینا گوارا نہیں کیا، پیالے کو زمین پر پھینک دیا، اور کہا کہ جتنے مٹکے ہیں شراب کے سب توڑ دو، اور تین دن تک شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں پانی کی طرح بہتی رہی، آپ اندازہ لگائیے کہ ساری زندگی کی عادت، جس کے بغیر زندہ رہنا مشکل لگ رہا ہے، دل کی خواہش یہ ہے کہ پی لیں، لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے کہ ایاك نعبد اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کریں گے، کسی اور کی نہیں کریں گے، تو اپنے نفس کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرنے کی خاطر اپنی ستر سالہ عادت کو بھی اس طرح خیرآباد کہہ دیا، چھوڑ دیا، کسی کے منہ سے پھر اس کا پیالہ نہیں لگا، جو برتن رکھے ہوئے تھے، اور جو پہلے کی شرابیں رکھی ہوئی تھیں، ان کو بھی بہا کر ختم کردیا، بیچنا بھی گوارہ نہیں کیا، کہ پیسے ان پر لگے ہوئے ہیں، کسی کافر ہی کو کم از کم بیچ دیں، اور کچھ پیسے کمالیں، نہیں!

ایک صحابی کا سبق آموز واقعہ

جس طرح اہل عرب میں شراب کی عادت تھی، اسی طرح نامحرم عورتوں سے تعلق قائم کر کے بدکاری کا بھی عام رواج تھا، تو ایک صحابی کے ایک لڑکی سے تعلقات تھے، اور جیسا کہ آزاد اور آوارہ لوگوں میں ہوتا ہے، وہ تعلقات جنسی تعلقات کی حد تک پہنچے ہوئے تھے، جب وہ مسلمان ہو گئے، مسلمان ہونے کے بعد جب کلمہ پڑھ لیا، اللہ کے سامنے اقرار کرلیا لا الہ الا اللہ کا، تو ایک دن جا رہے تھے راستے میں وہی عورت ملی، اور اس نے ان کو گناہ کی دعوت دی، تو ان صحابی نے جواب دیا کہ اب تمہارے اور میرے درمیان اسلام حائل ہو گیا ہے، میں اللہ پر ایمان لا چکا ہوں، اب میں تمہارے ساتھ وہ تعلقات قائم نہیں رکھ سکتا، جو پہلے ہمارے تمہارے درمیان تھے، اس نے اپنی محبت کا حوالہ دیا، اور اپنے عشق کا حوالہ دیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے، مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے، تو اس نے کہا کہ میں نے تو اپنی ساری زندگی تم سے محبت کی ہے، اور تم سے تعلق قائم کیا ہے، اور میں کیسے تمہارے بغیر زندہ رہوں گی۔ ان صحابی نے جواب دیا کہ اگر رہنا ہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ میں تم سے نکاح کرلوں، لیکن نکاح بھی میں اس وقت تک نہیں کروں گا، جب تک نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں کہ غیر مسلم عورت سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آکر عرض کیا، اور سارا واقعہ بتایا، اور پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ صورتحال پیدا ہو گئی ہے، کیا میں اس سے نکاح کر سکتا ہوں؟ حضور خاموش رہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب آئے، کیونکہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا تھا، چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (سورة البقرة: ۲۲۱)

''اے مسلمانو! تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، اور یاد رکھو کہ ایک مؤمن باندی ایک مشرک آزاد عورت سے زیادہ بہتر ہے، چاہے وہ مشرک عورت تمہیں پسند آجائے'' یہ آیت نازل ہوگئی، انہوں نے جا کر کہہ دیا کہ ایک راستہ تھا میرے اور تمہارے درمیان تعلق باقی رہنے کا کہ نکاح ہو جاتا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم آگیا ہے، اور میں تمہارے ساتھ غیر مسلم ہونے کی حالت میں نکاح نہیں کرسکتا، لہٰذا اب میرا تمہارا راستہ کوئی نہیں۔

اللہ کے حکم کے آگے ہر چیز قربان

آپ اندازہ لگایئے! جذبات، خواہشات، کیا کچھ ہوں گے؟ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آنے کے بعد سارے جذبات فنا ہیں، ساری خواہشات قربان ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ اقرار کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، یہ ہے وہ اقرار جو ہم اور آپ سورۃ الفاتحہ کے اندر کرتے ہیں، تو بھائی اس تقاضے کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے، اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا چاہئے، اور اس کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

صرف اللہ سے مانگو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب :	28th-Mar-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف اللہ سے مانگو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ،اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا بیان کئی جمعوں سے

چل رہا ہے، پہلی تین آیتوں کا بیان الحمدللہ ہو چکا، اور چوتھی آیت یعنی "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کا بیان چل رہا تھا "ایاک نعبد" جس کے معنی یہ ہیں یعنی اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں، اور پچھلے جمعہ کو میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو بھی انسان واجب الاطاعت نہ سمجھے، اطاعت واجب ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، ہاں جن لوگوں کی اطاعت کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیدیا، ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول

ترجمہ: "اللہ کی بھی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی بھی اطاعت کرو"

تو درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت ہے، اسی طرح والدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا، وہ بھی اللہ نے ہی دیا، لیکن اطاعت والدین کی ہو، یا کسی حاکم کی، اطاعت اسی وقت تک ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی حکم نہ دیں، لیکن اگر اس کے خلاف کوئی حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں، پھر اللہ ہی کی اطاعت ہے، یہ ساری باتیں "ایاک نعبد" کے اندر داخل ہیں، اور اسی میں یہ اقرار داخل ہے کہ اے اللہ! میں اپنی پوری زندگی آپ کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کروں گا، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے، وہ بجالاؤں گا، اور جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے رکوں گا، یہ ساری باتیں "ایاک نعبد" کے اندر داخل ہیں۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تشریح

پھر اگلا جملہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وہ بڑا معنی خیز ہے، اور ہمارے لئے اس میں بڑا عظیم سبق ہے، وہ یہ کہ "ایاك نستعین" کہ اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کیا معنی؟ ہم نے کہنے کو تو کہہ دیا کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کریں گے، اور تیرے سوا کسی کی نہیں کریں گے، لیکن عملی زندگی میں اس پر کاربند ہونا ہمارے اپنے بس کا کام نہیں، جب تک کہ آپ کی آپ کی مدد شامل حال نہ ہو "ایاك نعبد ایاك نستعین" اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور عبادت کرنے میں آپ ہی کی مدد چاہتے ہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے ہمیں توفیق عطا فرمایئے، ہمیں استقامت عطا فرمایئے، اور ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دیجئے، تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھا کر ہمیں اور آپ کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ جب بھی تمہیں ہمارے احکام پر عمل کرنے میں کچھ دشواری محسوس ہو، کوئی مشکل پیش آئے، تو ہم سے رجوع کرو، اور ہم سے کہو کہ اے اللہ! میں آپ کے حکم پر عمل کرنا چاہتا ہوں، لیکن دشواری پیش آرہی ہے، میرا نفس مجھے غلط راستے پر لے جارہا ہے، شیطان مجھے بہکا رہا ہے، ماحول مجھے خراب کررہا ہے، ملنے جلنے والے مجھے غلط راستے پر لے جارہے ہیں، اگر آپ نے میری مدد نہ کی، اگر آپ نے مجھے توفیق عطا نہ فرمائی تو میں بھٹک جاؤں گا۔

عظیم نسخہ عظیم سبق

یہ ایک عظیم نسخہ ہے جو دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمادیا کہ ہر وقت ہم سے رجوع کرو، ہم سے اپنی لو لگاؤ، ہم سے مانگو، ہم سے مدد مانگو، ہم

سے توفیق مانگو، جو کچھ ہماری عبادت کے دائرے میں رہ کر تم کرنا چاہتے ہو وہ سب ہم سے مانگو، یہ ایک بہت عظیم سبق ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو عطا فرمایا۔

ایسے معاشرے میں کیسے چلوں؟

آج کی دنیا میں جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ شریعت کی پابندی کرو، شریعت کے احکام پر چلو، واجبات اور فرائض بجالاؤ، گناہوں سے بچو، اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان سے اجتناب کرو، تو بعض کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ کیسے کریں؟ ماحول تو سارا کا سارا بگڑا ہوا ہے، ماحول تو الٹی سمت جارہا ہے، باہر نکلو تو نگاہوں کو پناہ نہیں ملتی، اور دفتروں میں جاؤ تو رشوت کا بازار گرم ہے، کسی مجمع میں جاؤ تو وہاں عورتوں اور مردوں کا ایسا اختلاط ہے کہ نگاہوں کو پناہ ملنا مشکل ہے، اور سارا معاشرہ الٹی سمت جارہا ہے، کوئی ایک آدمی اگر سارے معاشرے سے ہٹ کر کوئی کام کرنا چاہے تو نکّو بنا دیا جاتا ہے، رشوت کا بازار گرم ہے، کوئی شخص یہ چاہے کہ میں رشوت نہ دوں یا رشوت نہ لوں، نہ لوں تو چلو ٹھیک ہے، نہ دوں تو کام نہیں بنتا، لوگ مجبور ہو جاتے ہیں، سود کو شیر مادر سمجھا ہوا ہے، پورا بازار سود کے کاروبار سے بھرا ہوا ہے، ناجائز معاملات دن رات ہو رہے ہیں، حلال اور حرام کی فکر نہیں ہے، ماحول پورا غلط سمت میں جارہا ہے، میں تنہا اکیلا اس ماحول میں کیا کروں؟ کیسے چلوں؟ شریعت کے احکام پر کیسے عمل کروں؟

میدان حشر کا تصور کرو

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند

فرمائے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ذرا تصور کرو کہ میدان حشر میں تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرما رہے ہیں، پوچھ رہے ہیں کہ تم نے یہ گناہ کیوں کیا تھا؟ ہماری نافرمانی کیوں کی تھی؟ آپ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ میں کیا کرتا؟ آپ نے پیدا ہی ایسے زمانے میں کیا تھا جس میں چاروں طرف معصیتوں کا، گناہوں کا بازار گرم تھا، ماحول خراب تھا، کہیں پر بھی جاتا تو دین پر چلنا مشکل ہو رہا تھا، تو ایسے زمانے میں آپ نے پیدا کیا تو میں مجبور ہو گیا، اور گناہ میں مبتلا ہو گیا، اگر اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں تم سے یہ کہیں کہ اگر تم کو مشکل ہو رہا تھا، ماحول کے خلاف چلنا مشکل لگ رہا تھا تو ہم سے رجوع کیوں نہیں کیا؟ ہم سے کیوں نہیں مانگا؟ ہم نے تو پورے قرآن میں جگہ جگہ کہا تھا:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں''

اور تم بھی ایمان لائے تھے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، اور تم ہر نماز کے اندر یہ کہتے بھی تھے ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' تو یہ بتاؤ جب تمہیں مشکل پیش آرہی تھی تو تم نے ہم سے رجوع کر کے کیوں نہیں مانگا؟ کہ یا اللہ میرے لئے مشکل ہو رہا ہے، ماحول خراب ہے، زمانہ پلٹ چکا ہے، اس ماحول اور اس زمانے میں میرے لئے دین پر چلنا مشکل ہو رہا ہے، یا اللہ مجھے اپنی رحمت سے توفیق دیدیجئے اور میری مدد فرما دیجئے، کہ میں آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے

مطابق زندگی گزاروں، ہم سے کیوں نہیں مانگا؟

اس کا کیا جواب ہے؟

بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا کوئی جواب نہیں، اللہ تعالیٰ نے تو ہر روز ہر نماز میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تم سے پڑھوائی تھی، ہر رکعت میں تم یہ کہتے تھے کہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" لیکن عمل کیوں نہیں کیا؟ مانگتے اللہ تعالیٰ سے کہ یا اللہ! مجھ سے نہیں ہو رہا ہے، آپ مجھے توفیق دیدیجئے، اللہ تعالیٰ سے نیاز کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر قدرت پر ایمان رکھتے ہوئے مانگو، یا اللہ میں پھنس گیا ہوں سود میں، سودی کاروبار میں، مجھے اس سے نکال دیجئے، یا اللہ میں پھنس گیا ہوں فلاں گناہ میں، یا اللہ مجھے اس سے نکال دیجئے، مانگتے رہو، مسلسل مانگو اللہ تعالیٰ سے۔

بے تکلفی سے مانگو

میرے حضرت تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم و کریم ہیں، ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والے ہیں، تو ان سے بے تکلفی سے مانگو، کہ یا اللہ یا تو مجھے توفیق دیدیجئے، ورنہ مجھ سے آخرت میں مؤاخذہ نہ فرمائیے گا، آخرت میں میری پکڑ نہ فرمائیے گا، میں تو اپنا کام، اپنا معاملہ آپ کے حوالے کر رہا ہوں، میری حالت درست کر دیجئے، ورنہ آخرت میں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرمائیے گا، مانگو اللہ تعالیٰ سے، لوگ اس کو معمولی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ بہت عظیم راستہ ہے اپنی اصلاح کا، اللہ تعالیٰ سے آدمی ہر روز بلا ناغہ لڑ لڑ کے ناز کے ساتھ مانگے۔

یہ دعا کرو

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیں کہ انہوں نے کوئی چیز ہمارے لئے نہیں چھوڑی، دعا یہ تلقین فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِیَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِیَدِكَ ، لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْھَا شَیْئًا،

فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ بِنَا فَکُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَ اھْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ

یا اللہ! ہمارے دل بھی آپ کے قبضے میں ہیں، ہمارے اعضاء و جوارح بھی آپ کے قبضے میں ہیں، اور ہم ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ان سب کے مالک آپ ہی ہیں، آپ نے یہ ساری چیزیں اپنے قبضے میں رکھی ہوئی ہیں، تو اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے آپ ہی ان کے رکھوالے بن جائیے، اور ان کو سیدھے راستے پر ڈال دیجئے، یہ مانگو اللہ تعالیٰ سے، یا یہ دعا کریں، ایک اور دعا آپ نے بیان فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ سَاَلْتَنَا مِنْ اَنْفُسِنَا مَالَا نَمْلِكُ اِلَّا بِهٖ فَاَعْطِنَا مَا یُرْضِیْكَ

اے اللہ! آپ نے ہم سے وہ مطالبے کئے ہیں جن پر ہم عمل آپ کی توفیق کے بغیر نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ چیزیں دیدیجئے جو آپ کو راضی کرنے والی ہیں، جو شخص باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے، اور اپنی سی کوشش بھی کرتا ہے، اس لئے کہ دعا کرنے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ آدمی دعا تو کر رہا ہے، اور کوشش چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں یہ حکم دیا ہے کہ اپنی طرف سے کوشش پوری کرو، پھر ہم سے دعا

مانگو، کوشش بھی کرے، اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے مانگے بھی، تو اس کے بعد ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے، یا تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہ سے بچالے گا، یا کم از کم مغفرت فرمادے گا۔

ایک سبق آموز واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں، جو خود میرے ساتھ پیش آیا، آج سے بیس پچیس سال پہلے کی بات ہے، جرمنی سے ایک صاحب کا میرے پاس ایک خط آیا، جو پاکستانی تھے، اور جاکر جرمنی میں مقیم ہو گئے تھے، نام بھی مجھے ان کا یاد ہے، عبد اللطیف نام تھا ان کا، خط یہ آیا کہ میں پاکستان سے روزگار کی تلاش میں جرمنی آ گیا تھا، اور اس وقت نہ کوئی دین کا خیال تھا، اور نہ کوئی فکر تھی، نہ نماز، نہ روزہ، نہ کچھ، بس پیٹ پالنے کی خاطر پاکستا چھوڑ کر جرمنی چلا گیا، اور جرمنی میں جاکر مقیم ہو گیا، وہاں رہتے رہتے میرے ایک لڑکی سے تعلقات ہو گئے، یہ جرمن لڑکی تھی، عیسائی تھی، ہوتے ہوتے تعلقات ایسے بڑھے کہ میں نے اس سے شادی کر لی، دین اسلام کی طرف کچھ خاص فکر نہیں تھی، نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوۃ، نہ کچھ، لیکن شادی کر لی، شادی بھی ہو گئی، اور بے فکری سے وقت گزرتا رہا، اور بچے ہو گئے۔

میرے اندر کا مسلمان بیدار ہو گیا

جب میرا بچہ بڑا ہوا، اور پڑھنے لکھنے کے لائق ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی جو عیسائی ہے وہ میرے بچے کو عیسائی مذہب کی تعلیم دے رہی ہے، اس وقت اچانک میرے اندر کا مسلمان بیدار ہوا، اور میرے اندر سے غیرت نے مجھے للکارا

کہ یہ تیرا بیٹا ہے، اور یہ عیسائی بن رہا ہے، اسکو ماں عیسائیت کی تعلیم دے رہی ہے، اس دن سے میرے دل میں انقلاب پیدا ہوا اور میں نے سوچا کہ میں اسے روکوں، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، تم اسکو عیسائیت کی تعلیم نہیں دے سکتیں، بیوی نے کہا کہ کیوں نہ دوں؟ یہ میرا بھی بیٹا ہے، اور میں جس چیز کو حق سمجھتی ہوں، اور صحیح سمجھتی ہوں، اسی کے مطابق میں اپنے بیٹے کو بھی تعلیم دوں گی، آپکو روکنے کا کوئی حق نہیں، میں نے کہا کہ نہیں تمہارا مذہب حق نہیں ہے، ہمارا مذہب حق ہے، اس نے کہا کہ کیوں حق ہے بتاؤ؟ اب جب بات کرنی شروع کی تو اسکو تو بہت معلومات بھی اپنے مذہب کے بارے میں تھیں، اور مجھے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں، نتیجہ یہ ہوتا کہ جب بھی میں بحث کرتا تو وہ جیت جاتی، اور میرے پاس جواب نہ بن پاتا، یہ سب کچھ ہوتا رہا، اس کشمکش کیوجہ سے میں تھوڑا سا نماز، روزہ کی طرف بھی متوجہ ہو گیا، لیکن جب بھی بحث کرتا ہوں تو میں اس کو قائل نہیں کر پاتا، وہ میرے بچوں کو خراب کر رہی ہے، عیسائی بنا رہی ہے، خدا کیلئے میری مدد کیجئے، یہ خط میرے پاس آیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ بیچارہ اس مشکل میں مبتلا ہے، ایسی کوئی تدبیر میرے دل میں ڈال دیجئے کہ اسکا مسئلہ حل ہو جائے۔

دو باتوں پر اس کو راضی کرلو

پھر میں نے اس کو خط لکھا میری ایک کتاب ہے عیسائیت کے بارے میں ''عیسائیت کیا ہے'' اردو میں اور انگریزی میں **What is Christianity** کے

نام سے چھپی ہوئی ہے، تو میں نے ان کو خط میں لکھا کہ اس سے آپ خود تو بحث کرنا چھوڑ دو، بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بالخصوص جب آپ کو دین کا کچھ پتہ ہی نہ ہو، البتہ اس کو دو باتوں پر کسی طرح راضی کرلو، ایک یہ کہ یہ کتاب بھیج رہا ہوں، اس کا یہ مطالعہ کرے، اور دوسری بات یہ کہ اس سے کہو کہ تم بھی اللہ پر ایمان رکھتی ہو، اور میں بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہوں، تم روز رات کو بیٹھ کر یہ دعا کیا کرو یا اللہ اگر عیسائی مذہب برحق ہے تو میں عیسائی مذہب پر قائم رہوں، اور اگر دین اسلام برحق ہے تو اس کی سچائی میرے دل میں ڈال دیجئے، اور اس حقانیت کا قائل کر دیجئے، یہ دعا کیا کرے، اس پر اس کو آمادہ کرلو، تھوڑے دن بعد اس کا خط آیا کہ وہ راضی ہوگئی ہے، اور آپ کی کتاب کا مطالعہ کر رہی ہے، اور ساتھ میں وہ رات کے وقت میں یہ دعا بھی کرتی ہے، لیکن ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا، جیسی تھی، ویسی ہی ہے، کوئی میلان پیدا نہیں ہوا اسلام کی طرف، میں نے خط دوبارہ لکھا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں، اور اس سے کہو کہ یہ کام کرتی رہے، چھوڑے نہیں، میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ تو دل میں ڈال دیجئے، وہ کرتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

تیسرا جو خط آیا اس میں اس نے لکھا تھا مولانا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دلیل سے پہچانا ہوگا، میں نے تو اللہ میاں کو آنکھوں سے دیکھ لیا، اور اس نے یہ لکھا کہ یہ کل کا واقعہ ہے کہ وہ لڑکی کسی یونیورسٹی کے اندر کوئی امتحان دے رہی تھی، تو اس امتحان کی وجہ سے یونیورسٹی اس کو جانا تھا، میں بھی اس کے ساتھ گیا ہوا تھا، ہم نے

یونیورسٹی کا کام کیا، وہاں سے واپس آرہے تھے، اور وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی، گاڑی ڈرائیو کرتے کرتے اس نے اچانک گاڑی بائیں طرف کنارے کھڑی کر کے روک دی، گاڑی کے اسٹیئرنگ کی طرف منہ ڈال دیا اور رونے لگی، میں سمجھا کہ خدانہ کرے کوئی دل کی تکلیف ہوئی ہے، کوئی اس کو دورہ پڑا ہے جو اچانک گاڑی روکی، اور رونے لگی، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، تو اس کو اتنا رونا آرہا تھا کہ وہ بول بھی نہیں پارہی تھی، تو میں نے اس سے پوچھا بھئی کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟

مجھے مسلمان کرلو

تو اس نے روتے روتے مشکل سے یہ جملہ ادا کیا یعنی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، بس مجھے کسی جگہ لے جا کر ''مسلمان کرلو'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، کہ یہ وہی عورت ہے جو مجھ سے بحث کیا کرتی تھی، اور آج یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے لے جا کر مسلمان کرلو، میں نے فوراً گاڑی سنبھالی اور خود ڈرائیو کر کے جو قریب ترین اسلامک سینٹر تھا، وہاں اس کو لے گیا، اس کو کلمہ پڑھایا، دین کی بات سمجھائی، اور مسلمان ہوئی، الحمدللہ اور آج جب رات کو واپس آئے تو رمضان کے دن تھے تو آج ہم سحری میں دونوں اٹھے ہوئے ہیں، اور پہلا دن ہے کہ ہم دونوں روزہ رکھ رہے ہیں، اور اس میں آپ کو خط لکھ رہے ہیں، ایک خط اس کا تھا، اور دوسرا خط اس عورت کا تھا، میرے نام اس نے لکھا تھا کہ میں آپ کی شکر گزار ہوں، کہ آپ نے مجھے ایک ایسا طریقہ بتایا کہ جس نے مجھ پر حق کا راستہ کھول دیا، اور اب بتائیے کہ میں آگے کس طرح چلوں؟ یہ واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں

تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی چیز مانگی جائے، خاص طور سے اگر ہدایت مانگی جائے، اگر دین پر عمل مانگا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی مانگی جائے، ممکن نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عطا نہ فرمائیں، و ایاك نستعین کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ راستہ دکھا دیا ہے کہ جب کبھی تمہیں دین پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ معلوم ہو، اس رکاوٹ کا بار بار ذکر کرنے کے بجائے ہمارے پاس آ جاؤ، ہم سے کہو، کیا تکلیف ہے، کیا مشکل ہے، کیا پریشانی ہے، اور ہم سے مانگو کہ اے اللہ یہ پریشانی پیش آ گئی ہے، آپ اپنی رحمت سے دور فرما دیجئے، یہ معنی ہیں و ایاك نستعین کے کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، کر کے تو دیکھو، آج ہو یہ رہا ہے پورے معاشرے میں کہ یہ بات تو ہر شخص کی زبان پر ہے کہ زمانہ خراب ہے، معاشرہ بگڑا ہوا ہے، اس ماحول میں دین پر چلنا مشکل ہے، لیکن بس یہ باتیں ہی باتیں ہیں، ان باتوں کے بعد کوئی کوشش اس راستہ پر چلنے کی نہیں کی جاتی، ذہن میں بٹھایا ہوا کہ دین پر چلنا مشکل ہے، اور اس کی وجہ سے ہاتھ ہاتھ پر رکھے بیٹھے ہوئے ہیں، جس طرف معاشرہ بہا کر لے جا رہا ہے، اسی طرف بہہ رہے ہیں، نہ کوئی کوشش ہے، اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرنے کا کوئی اہتمام ہے، کہ اس سے دعا مانگی جائے، اور اس سے توفیق مانگی جائے، راستہ یہی ہے کہ کوشش کرو، اور کوشش کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو، پھر دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح مدد فرماتے ہیں، اور کس طرح توفیق عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	18th-Apr-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

تفسیر سورۃ فاتحہ (۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تشریح اور تفسیر کا بیان کچھ

عرصہ سے چل رہا ہے، اور گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں سورۃ الفاتحہ کی چوتھی آیت یعنی "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کا مختصر بیان میں نے کیا تھا، جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت کا پہلو

اس آیت کا ایک پہلو تو گزشتہ سے پیوستہ جمعہ کو میں نے عرض کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ باری تعالیٰ روز حساب کا مالک ہے، جزا و سزا کا مالک ہے، تو سوال پیدا ہوا کہ ہم اس جزا و سزا کے دن کس طرح کامیاب ہوں؟ اور اس دنیا میں کس طرح ایسی زندگی گزاریں کہ اس یوم حساب میں اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سرخرو فرمائے، تو اس آیت ایاك نعبد و ایاك نستعین میں اس کا ایک مؤثر راستہ یہ بیان فرمایا کہ جب تمہیں دین کے احکام پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی دشواری محسوس ہو تو ہم سے رجوع کرو، اور یہ کہو کہ یا اللہ! ہم عبادت آپ ہی کی کرتے ہیں، لیکن آپ کی عبادت اور اطاعت کرنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں، مشکلات نظر آرہی ہیں، ماحول دوسری طرف لے جارہا ہے، لہٰذا "وایاك نستعین" آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی آپ کی صحیح عبادت واطاعت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ کی مدد شامل حال نہ ہو، لہٰذا یہ پیغام دیا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کے لئے بھی اللہ ہی سے مدد مانگو، اللہ تبارک و تعالیٰ سے رجوع کرو، اس کی کچھ تفصیل میں نے گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں عرض کی تھی۔

اللہ ہی سے مدد مانگو

اور اس آیت میں یہ پیغام بھی دیا جارہا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی

عبادت کا اقرار کرو تو ساتھ ساتھ اللہ ہی سے مدد مانگو، اسی لئے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی بھی یہ دعا مانگتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ تمام الْوُضُوْءِ وَتَمامَ الصَّلٰوۃِ وَ تَمامَ مَغْفِرَتِکَ وَ تمامَ رِضْوانِكَ

"اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں کہ میرا وضو بھی آپ کی مرضی کے مطابق کامل ہو، میری نماز بھی آپ کی مرضی کے مطابق کامل ہو، اور اے اللہ میں یہ مانگتا ہوں کہ میری تمام زندگی کے کام آپ کی رضا کے مطابق ہوں" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں، تو ایک پیغام اور ایک پہلو تو اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام عبادت اور اطاعت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگے بغیر ممکن نہیں۔

اس آیت کا دوسرا پہلو

اس آیت کا دوسرا پہلو یہ ہے اور وہ بھی بڑا اہم ہے، وہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے "وایاك نستعین" فرمایا، یعنی ہمیں سکھایا کہ یوں کہو، اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کس چیز میں آپ سے مدد مانگتے ہیں؟ اس کو متعین نہیں کیا، بس مطلق یہ کہا کہ اے اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں، عربی زبان کے قاعدے سے جب کوئی شخص کسی چیز کی تعیین نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز میں مانگتے ہیں، عبادت میں آپ سے مدد مانگتے ہیں، دنیا کے ہر کام میں بھی آپ کی مدد مانگتے ہیں، آخرت کے ہر کام میں بھی آپ کی مدد مانگتے ہیں۔

ایک اور نکتہ

درحقیقت اس میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پہلی

صفات بیان فرمائی کہ الحمد للہ رب العلمین، الرحمن الرحیم، ملك یوم الدین، تو رب العلمین کا مطلب یہ تھا کہ وہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے، انسانوں کے جہاں کا بھی، جنات کے جہاں کا بھی، جانوروں کے جہاں کا بھی، ہر عالم کے جہاں کا پروردگار ہے، اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے، یعنی دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پرورش کررہا ہے، اور مالک یوم الدین کا تعلق آخرت سے ہے، یعنی جو آخرت کا مالک ہے اور الرحمٰن الرحیم جو بیچ میں آیا ہے، اس کا تعلق دونوں سے ہے، دنیا سے بھی، اور آخرت سے بھی، پہلے تو یہ بتادیا کہ دنیا و آخرت میں جو کچھ ہوگا وہ ہمارے حکم سے ہوگا، وہ ہماری مشیت سے ہوگا، ہمارے فیصلے کے مطابق ہوگا، اور ہم ہی کریں گے، اب اگلی آیت میں یہ کہا جارہا ہے کہ ہم سے مدد مانگو، اور کہو وایاك نستعین، اے اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں، یعنی دنیا کے ہر کام میں بھی آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اور آخرت کے ہر کام میں بھی آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

یہ ایک بہت بڑا عظیم نسخہ بتادیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ مجھ سے تعلق تمہارا مضبوط ہو اور تم مجھ تک پہنچو تو اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کا بھکاری بنالو، میری بارگاہ کے بھکاری بن جاؤ، کیا معنی؟ کہ ہر وقت مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہو، دنیا کی کوئی ضرورت پیش آئے مجھ سے مانگو، اور آخرت کی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے مانگو، ہر چیز مجھ سے مانگو، اور دنیا میں تو قاعدہ یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑے سے بڑا آدمی ہو اور کتنا ہی سخی اور داتا ہو، لیکن اگر کوئی آدمی اس سے بار بار مانگتا رہے کہ ابھی یہ مانگا، پھر دوسرے لمحے دوسری چیز مانگی، پھر تیسرے لمحے تیسری چیز مانگ لی، اور پھر مانگتا ہی رہے تو کچھ

دنوں کے بعد وہ اکتا جائے گا، کہے کہ بھائی تو تو پیچھے ہی پڑ گیا، ایک چیز پر تو بس نہیں کرتا، تیرے کو یہ بھی دے رہا ہوں، وہ بھی دے رہا ہوں، اس کے باوجود تیرا ہاتھ پھیلا ہوا ہے، تو پھر بھی مانگتا رہتا ہے، تو وہ اس کو دھتکار کر نکال دے گا، لیکن اس کریم کی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے وہ کہتا ہے کہ جتنا مانگو مجھ سے میں اتنا ہی تم سے خوش ہوں گا، بلکہ حدیث میں آتا ہے:

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْه

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے کہ مجھ سے کیوں نہیں مانگا، بندے کا مانگنا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بڑا محبوب ہے، حدیث میں نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! میرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہے، اس کو درست کروا دیجئے، تو کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی حاجت دنیا وآخرت کی ایسی نہ ہونی چاہئے جس میں ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کر کے مانگ نہ رہے ہوں، اور یہ ایسا عجیب اور آسان نسخہ بتایا اپنے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کا۔

ایک نادان بچے سے سبق لو

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جن کی مثنوی مشہور ہے، ایک جگہ انہوں نے مثنوی میں فرمایا کہ دیکھو کبھی تم نے چھوٹے بچے کو دیکھا؟ وہ چھوٹا بچہ جس میں سمجھ پوری طرح نہ آئی ہو، وہ ہر کام میں اپنی ماں ہی کو سب سے بڑا کارساز سمجھتا ہے، کوئی بھی مسئلہ پیش آجائے تو ماں ہی کو پکارے گا، امی امی کر کے پکارے گا، یہاں تک کہ اگر وہ گھر سے باہر ہو جہاں ماں پاس نہیں ہے، اور کوئی دوسرا بچہ اس کو مار دے یا کوئی

تکلیف پہنچادے، تو فوراً اس کی زبان پر اپنی امی کا لفظ آئے گا، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ماں اس وقت نہیں سن رہی، لیکن پھر بھی امی کہہ کے وہ پکارے گا، اور فریاد کرے گا ماں سے، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب ماں تو ہر جگہ نہیں دیکھتی، ماں ہر جگہ نہیں ہوتی، اس کے باوجود بچہ ماں کو پکارتا ہے، اور لیکن تم جس خالق کائنات کے بندے ہو، وہ تو ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ سن رہا ہے، اس نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ

اللہ تعالیٰ ہر چیز دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں، تو کیا تم ایک بچے کی طرح بھی نہیں کرسکتے؟ اپنے خالق کائنات سے ایسا تعلق بھی پیدا نہیں کرسکتے، جو ایک بچہ اپنی ماں سے کرسکتا ہے کہ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرو، اس سے مانگو۔

ہر ضرورت اللہ تعالیٰ سے مانگو

بزرگوں نے فرمایا کہ آدمی جب دنیا میں زندگی گزارتا ہے تو کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں اسے کوئی حاجت نہ ہو، لہٰذا وہ ساری حاجتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہے، اور رٹ لگائے رکھے مانگنے کی، آپ گھر سے نکلے اور مسجد میں آئے، اور گرمی لگ رہی ہے، تو اللہ میاں سے کہو کہ یا اللہ! گرمی لگ رہی ہے، گرمی کی شدت کو دور فرما دیجئے۔ باہر نکلے گھر جانا ہے، کوئی سواری کی تلاش ہے، تو یا اللہ! آپ مجھے اچھی سواری دلوا دیجئے، سواری میں بیٹھ گئے تو یا اللہ خیر وعافیت کے ساتھ گھر پہنچا دیجئے، گھر پہنچے تو یا اللہ گھر میں داخل ہوں تو اچھا منظر دیکھوں، گھر والوں کو عافیت کے ساتھ پاؤں، کوئی پریشانی کی بات نظر نہ آئے، کوئی مشکل پیش نہ آئے، جو کام بھی کررہے ہوں اور جس کام کا آگے ارادہ ہو، اس کام میں اللہ

تبارک وتعالیٰ کو مسلسل پکارتے رہو، مسلسل اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگتے رہو، اس سے تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہوگا، اور اس کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا نزدیک ترین راستہ اختیار کر رہے ہو۔

مختلف مواقع کی دعائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر پڑھنے کے لئے دعائیں تلقین فرمائی ہیں، کہ مثلاً جب بیدار ہو، سوکر اٹھو تو یہ کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

جب غسل خانے میں جانے لگو تو پہلے پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث

یا اللہ! میں آپ سے خبیث مخلوقات سے اور نجاستوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ فارغ ہوکر واپس آؤ تو کہو:

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ

پھر جب مسجد میں جانے لگو فجر کے وقت تو راستے میں یہ پڑھتے ہوئے جاؤ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَ عَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَ مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا

اور مسجد میں داخل ہونے لگو تو کہو:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

مسجد سے باہر نکلو تو کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

اور پھر جب اپنے گھر میں واپس آؤ تو کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ لَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا

کھانا سامنے آجائے تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی رَزَقَنِی هٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّی وَلَا قُوَّةَ

کھانا شروع کرو تو کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ

اور کھانا ختم کرو تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ كَفَانَا وَ آوَانَا اَرْوَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

غرض زندگی کے مختلف مرحلوں میں نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دعائیں تلقین فرمائی ہیں۔

ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو

یہ دعائیں بھی بذات خود ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک دعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑا پار ہو جائے، دیکھو! جب مسجد میں داخل ہو رہے ہو تو کیا دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

اگر تنہا یہ چھوٹی سے دعا قبول ہو جائے بارگاہ الٰہی میں اور رحمت کے دروازے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کی طرف کھل گئے تو دنیا و آخرت کا کوئی کام ایسا نہیں ہے اس کا جو سیدھا نہ ہو جائے، ان میں ایک ایک دعا

ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑا پار ہو جائے، ان دعاؤں کا ایک فائدہ تو یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو رہا ہے

لیکن دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے، بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر، انسان اپنا رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے جوڑ رہا ہے، اور اپنا تعلق مضبوط کر رہا ہے، تعلق مع اللہ کا لفظ آپ نے سنا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا مضبوط ہونا، سارے صوفیاء کرام، سارے اولیاء عظام جس مقصد کے لئے ریاضتیں اور مجاہدات کرتے رہے وہ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق مضبوط ہو جائے، اس کا آسان راستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمایا اور ایک زمانے میں میں نے یہیں پر ان دعاؤں کی تشریح عرض کی تھی، شاید سال بھر تک سلسلہ چلا تھا، اب وہ چھپ بھی گئی ہے، میرے جو اصلاحی خطبات ہیں، اس کی تیرہویں جلد میں ان دعاؤں کی تشریحات وغیرہ بھی اس کے اندر آ گئیں ہیں۔ بار بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے کی تلقین فرمائی وہ کیوں؟ تا کہ بندہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کا عملی مظاہرہ پیش کرے، اور کہے کہ یا اللہ ہم ہر بات میں آپ ہی سے مدد مانگ رہے ہیں، آپ ہی سے رجوع کرتے ہیں، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی کثرت سے رجوع کرتا ہے تو قرآن کہتا ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ

(سورة الشورىٰ: ١٣)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ جسکو چاہتے ہیں منتخب کر کے اپنا بنا لیتے ہیں

اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو

ہدایت کا راستہ عطا فرما دیتے ہیں۔

خلاصہ

بہر حال! سورۂ فاتحہ میں پہلے ہی قدم پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ مجھ سے مانگا کرو، جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو مجھ سے مانگو، چراغ گل ہو جائے تو مجھ سے مانگو، بجلی چلی جائے تو مجھ سے مانگو، اگر بھوک لگ رہی ہے تو مجھ سے مانگو، پیاس لگ رہی ہے تو مجھ سے مانگو، سواری کی تلاش ہے تو مجھ سے مانگو، ہر چیز ہر لمحہ اور ہر قدم پر کچھ نہ کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالو، اس میں نہ کوئی دشواری نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی پیسے لگتے ہیں، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اپنی حاجتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہے اور مانگتا رہے، تو اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کو نواز دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شفاء دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	02nd-May-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	**جلد نمبر ایک**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفاء دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا.اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! میں آپ حضرات سے معذرت خواہ ہوں کہ

آج مجھے پہنچنے میں دیر ہوئی، راستہ میں ٹریفک جام تھا، اس وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہوئی، تھوڑا سا وقت باقی ہے اور سورۂ فاتحہ کی چوتھی آیت کا بیان پچھلے چند ہفتوں سے چل رہا تھا، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی صفات بیان کرنے کے بعد ہمیں اور آپ کو یہ کہنے کی تلقین فرمائی ہے ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ '' اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ آیت بظاہر دیکھنے میں چھوٹی سی ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں مضامین کی ایک کائنات پوشیدہ ہے، اس کے دو پہلو تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

اس آیت کا تیسرا پہلو

ایک تیسرا پہلو جو اس آیت کریمہ کے بالکل ظاہری مفہوم سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ہمیں درحقیقت یہ تلقین کر رہے ہیں کہ عبادت کے لائق اللہ جل جلالہ کے علاوہ کوئی نہیں، اور یہی معنی ہیں لا الہ الا اللہ کے، جب یہ کلمہ پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو معنی یہ ہوئے ''اللہ کے سوا کسی کو بھی معبود نہیں مانوں گا'' لہٰذا عبادت کے جتنے کام ہیں وہ سوائے اللہ کے کسی اور کے لئے نہیں ہیں، صرف اللہ جل جلالہ کے لئے ہیں، مثلاً سجدہ ہے، یہ سجدہ ایک عبادت ہے، یہ سوائے اللہ کے کسی اور کو کیا نہیں جا سکتا، یا نماز ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگی، سجدہ ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگا، طواف ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگا، لہٰذا یہ آیت اس بات پر تنبیہ کر رہی ہے کہ کوئی شخصیت یا کوئی ذات اللہ کے سوا کتنی ہی مقدس کیوں

نہ ہو، کتنی ہی قابل عظیم کیوں نہ ہو، لیکن سجدہ اسے نہیں کیا جاسکتا، عبادت اس کی نہیں کی جاسکتی، عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔

یہ شرک کے اندر داخل ہے

لہٰذا یہ جو ہمارے یہاں رواج چل پڑا ہے قبروں پر سجدے کرنے کا، کہتے ہیں کہ یہ بڑے ولی اللہ تھے، لہٰذا ہم ان کی قبر کو سجدہ کریں تو یہ عمل اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے بالکل خلاف ہے، سجدہ اللہ کے علاوہ کسی کو کرنا، قبروں کا طواف کرنا، جیسے ہمارے ہاں پیروں فقیروں کے مزارات کے اوپر عام رواج ہے، یہ اس آیت کریمہ کے تحت بالکل شرک ہے۔ اس لئے کہ عبادت کا کام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے کیا جائے تو یہ شرک کہلاتا ہے، جتنی بھی مقدس شخصیات ہیں ان کی تعظیم وتکریم اپنی جگہ ہے۔ ان کا ادب اپنی جگہ ہے، انسان کو ان کا ادب کرنا چاہئے لیکن کوئی بھی عبادت کا کام سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے سامنے نہیں کیا جاسکتا، اس آیت میں ایک تو اس بات کی وضاحت ہے۔

مدد بھی اللہ ہی سے مانگنی ہے

اس آیت میں جو دوسرا جملہ ہے "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" اے اللہ ہم مدد بھی آپ ہی سے مانگتے ہیں، کسی اور سے نہیں، صرف عبادت کا معاملہ نہیں ہے کہ عبادت اللہ کے لئے کرنی ہے بلکہ مدد بھی اللہ ہی سے مانگنی ہے ہر معاملہ میں، یہ جو دنیا کے اندر بظاہر نظر آتا ہے کہ بعض لوگ دوسروں سے بھی مدد مانگتے ہیں، مثلاً بیمار ہوگئے تو ڈاکٹر کے پاس گئے، اور اس سے مدد لے رہے ہیں کہ بتاؤ کہ کیا دواء استعمال

کریں، کوئی مکان تعمیر کرنا ہے تو معمار کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم ہماری مدد کرو، یہ جو دنیا کے اندر ہم مختلف کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس آیت میں تنبیہ اس بات پر فرما رہے ہیں کہ یہ اسباب جو تم دنیا میں اختیار کر رہے ہو اور ان اسباب کو اختیار کرنے میں کوئی گناہ بھی نہیں۔

شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

لیکن یہ ہر وقت پیش نظر رکھو کہ اصل دینے والا ایک ہی ہے، بیشک بیمار ہوئے ڈاکٹر کے پاس گئے، اس نے دوا تجویز کی، دوا آپ نے استعمال کی، یہ سب جائز ہے تمہارے لئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام ایسا بنایا ہے، لیکن یہ سمجھ لو کہ شفاء دینے والی ذات نہ ڈاکٹر کی ہے، نہ حکیم کی ہے، شفاء دینے والی ذات ایک ہی ہے۔ ایک ہی دوا ہے، ایک ہی بیماری ہے، ایک آدمی کو شفاء ہو جاتی ہے اور ایک کو نہیں ہوتی، ایک آدمی کے لئے ایک دوا کارآمد ہوتی ہے، دوسرے کے لئے کارآمد نہیں ہوتی، کیوں نہیں ہوتی؟ اس واسطے کے دوا بیشک ایک سبب ہے، لیکن اس سبب میں تاثیر پیدا کرنا سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی اور کے لئے ممکن نہیں۔

دوا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی ہے

ہمارے ایک کرم فرما دوست تھے، بزرگ تھے، ساری زندگی ڈاکٹری کے شعبے ہی میں گزری، آخر میں ان کی عمر ۷۵ سال ہوگئی تھی، بڑے تجربے کار ڈاکٹر تھے، مختلف ہسپتالوں کے نگران بھی رہے، اور ان کا ذاتی مطب بھی بڑا پر ہجوم ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ میں کسی کو

دوا دیتا ہوں تو دوا انسان کے جسم میں جانے کے بعد کہیں اور رجوع کرتی ہے، کہیں اور سے پوچھتی ہے کہ کیا اثر کروں؟ فائدہ ہو جائے یا الٹی پڑ جائے، اور جو جواب ملتا ہے اس کے مطابق کام کرتی ہے، اس واسطے ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ ایک ہی بیماری ہے، ایک ہی تکلیف ہے، وہی دوا ہے، ایک آدمی کو دی تھی فائدہ ہو گیا تھا، وہی دوا اسی بیماری میں دوسرے آدمی کو دی، فائدہ نہیں ہوا، بلکہ ایسا بھی ہوا کہ وہی بیماری پہلے آئی تھی، ایک ہی شخص کو دوا دی تھی فائدہ ہو گیا تھا، چھ مہینے کے بعد وہی شخص ہے، وہی بیماری ہے، وہی تکلیف ہے اور وہی دوا ہے، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس ایاك نستعین کے ذریعہ یہ بتلا رہے ہیں کہ جن سے تم ظاہری طور پر مدد مانگتے بھی ہو دنیا میں، تو یہ سمجھ لو کہ اصل میں دینے والے ہی ہیں اور ان کی مدد سے تمہارا کام ہو جائے گا، جب تک ہماری مشیت نہیں ہوگی، جب تک جب تک ہمارا حکم نہیں ہوگا، اس وقت تک کوئی دوا، کوئی علاج، کوئی سبب تاثیر پیدا نہیں کر سکتا، تو ایاك نعبد و ایاك نستعین کا ایک پہلو یہ ہے کہ زندگی کا کوئی کام کرنے کے لئے نکلو، یا کسی شخص سے کوئی مدد مانگو، یا کوئی سبب اختیار کرو تو ہر وقت پیش نظر یہ رکھو کہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا سوائے اللہ جل جلالہ کے کوئی نہیں ہے۔

گاہک کون بھیج رہا ہے؟

آپ نے دکان کھول لی، مال لا کر رکھ دیا، خود جا کر دکان پر بیٹھ گئے، لیکن گاہک بھیجنے والا کون ہے؟ تمہارے اندر طاقت ہے کہ گاہک کو زبردستی پکڑ کر لے

آؤ؟ گاہک بھیجنے والا تو کوئی اور ہی ہے، وہ اپنی مشیت سے، اپنی حکمت سے، اپنی قدرت سے جس کے دل میں ڈال دے گا وہی شخص تمہارے پاس سامان خریدنے آجائے گا، اس کی مشیت ہوگی، اس کی اجازت ہوگی اور اس کا حکم ہوگا تو گاہک آکر تم سے مال خریدے گا، اور اگر اس کی مشیت نہیں ہوگی، اس کا حکم نہیں ہوگا تو تم دکان کھولے بیٹھے رہو گے، کوئی آکر پر بھی نہیں مارے گا۔

ہر کام میں اللہ سے مدد مانگو

لہٰذا جو کام کرو، جو بھی راستہ اختیار کرو، مدد اسی سے مانگو کہ یا اللہ! میں نے اپنی طرف سے تو اس کا سبب اختیار کرلیا ہے، اور میرے بس میں جتنی کوشش ہے وہ کوشش کر رہا ہوں، لیکن اے اللہ! کوئی کوشش کارآمد نہیں ہوسکتی، جب تک آپ کا حکم نہ ہو، آپ کی طرف سے تاثیر نہ ہو، اے اللہ! میں آپ سے مدد مانگتا ہوں، آپ اس کام میں تاثیر پیدا فرمادیجئے۔

انشاء اللہ کہنے کا رواج

یہ جو ہم مسلمانوں کے اندر بحمد للہ رواج ہے کہ جب کوئی آئندہ کا کام ہونے والا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ایسا ہو جائے گا، قرآن کریم کی تعلیم ہے:

ولا تقولنّ لشیئٍ انی فاعلٌ ذالک غدًا الّا ان یّشاء اللّٰہ

(سورۃ الکہف: ۲۳۔۲۴)

ترجمہ: کبھی یہ نہ کہو کہ کل میں یہ کام کروں گا، جب تک یہ نہ کہو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، یعنی انشاء اللہ۔ انشاء اللہ کے معنی ہیں اگر اللہ نے چاہا، یہ اس لئے بتایا جارہا

ہے کہ تم نے اپنی طرف سے تو ساری کوشش کر رکھی ہے، کہ کل کو میں فلاں کام کردوں گا، لیکن وہ کام واقعی ہوتا ہے کہ نہیں یہ تمہارے قبضے میں نہیں ہے، اس واسطے اگر کبھی آئندہ کے لئے یا کل کے لئے کوئی بات کہو تو انشاء اللہ کہو، یعنی اگر اللہ نے چاہا تو یہ ہوگا، بہت سے ڈاکٹر بھی بغیر انشاء اللہ کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ دوا ہے، تمہیں اس سے فائدہ ہوگا کہہ دیا، بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے، یہ بہت بری بات ہے، کہنا یہ چاہئے کہ انشاء اللہ اس دوا سے تمہیں فائدہ ہوگا، اگر اللہ نے چاہا تو فائدہ ہوگا، اس دوا کے اندر کیا رکھا ہے، کچھ بھی نہیں، آخر اس دوا کے اندر تاثیر تم نے پیدا کی تھی کہ فلاں جڑی بوٹی میں، یا فلاں کیمیکل میں یہ تاثیر ہے، تو کیا یہ تم نے پیدا کی تھی؟ ہر چیز میں تاثیر اللہ ہی نے پیدا کی ہے، وہی جب چاہے اس کو روک دے۔

آگ کو گلزار بنادیا

وہ چاہے تو آگ کو گلزار بنادے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو حکم دیدیا:

یانارُ کُونِی بَردًا وَّ سلامًا علیٰ ابراھیمَ (سورۃ الانبیاء: ۶۹)

ترجمہ: اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔

آگ کو اللہ نے سلامتی کا سبب بنادیا، اور باغ بنادیا، اور اگر چاہے تو باغ کو آگ بنادے، تو اس واسطے کسی چیز پر بھروسہ نہ کرو، سوائے اللہ جل جلالہ کی تاثیر کے، اس کی مشیت کے، اس کے حکم کے، کسی اور اور پر بھروسہ نہ کرے، اسی کا نام توکل ہے کہ آپ اسباب ضرور اختیار کریں لیکن بھروسہ اللہ پر رکھیں، روزگار کی تلاش میں

نکلے ہو، تجارت کے لئے نکلے ہو، اللہ پر بھروسہ کرو، یا اللہ! میری طرف سے جو کرنے کا کام تھا، جو کچھ میرے اختیار میں کام تھا وہ میں نے کرلیا، اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والے آپ ہیں، ہر معاملہ میں کہو کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مؤثر حقیقی مت سمجھو، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی کام انجام دینے والا نہ سمجھو، یہ سمجھو کہ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، اسی لئے یہ تعلیم دی گئی کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس حقیقت کو سمجھنے کی بلکہ اس کو ہر آن پیش نظر رکھنے کی اور اس کا دھیان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سجدہ کسی اور کیلئے جائز نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	16th-May-2008
وقت خطاب :	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے دنوں میرے سفر کی وجہ سے ناغے

ہوتے رہے، لیکن اس سے پہلے سورۂ فاتحہ کی تشریح کا بیان چل رہا تھا اور اس کی چوتھی آیت کے اوپر چند بیانات ہوئے تھے، اور آج بھی اسی کا تکملہ کرنا ہے، ذہن میں بات کو تازہ کرنے کے لئے پہلے چار آیتوں کا ترجمہ بیان کر دیتا ہوں کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، وہ سب پر رحم کرنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے، جو سزا و جزاء کے دن کا مالک ہے" یہ تو اللہ جل شانہ کی صفات کا بیان تھا، آگے ہمیں اور آپ کو یہ کہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ ہم اللہ جل جلالہ کو یہ کہیں کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، یہ چوتھی آیت تھی جس پر میں نے تقریباً پچھلے تین جمعوں میں اس کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا تھا کہ اس سے کیا کیا سبق ملتے ہیں، اور ہماری عملی زندگی کے لئے اس سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے، اسی کا آج تکملہ ہے۔

دوسرے جملے میں عقیدہ توحید

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" میں دو جملے ہیں، ایک جملہ ہے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں کرتے، اور دوسرا "وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہ ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کسی اور سے نہیں، جہاں تک پہلے جملے کا تعلق ہے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" یہ عقیدہ توحید کا لازمی تقاضہ ہے، جب آپ نے یہ کلمہ پڑھ لیا "اشهد ان لا اله الا الله" یعنی کائنات میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو پھر عبادت بھی صرف اللہ ہی کی ہوگی، اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوگی، اسی لئے صرف اتنا ہی نہیں کہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز نہیں، شرک ہے، بلکہ وہ سارے اعمال جن میں عبادت کا کوئی پہلو ہوتا ہے، یا عبادت کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، یا عبادت کے

مشابہ کوئی کام ہوتا ہے، وہ بھی اللہ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں

مثلاً سجدہ کرنا، یہ عبادت کا ایک طریقہ ہے تو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کرنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا پیغمبر ہو، کتنا ہی بڑا ولی ہو، کتنا ہی بڑا بزرگ ہو، اس کے آگے سجدہ نہیں ہو سکتا، سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے، پیشانی صرف اللہ کے آگے جھکے گی، اس کے علاوہ کسی اور کے آگے نہیں جھکے گی۔

سجدہ تعظیمی کی بھی اجازت نہیں

ہاں ایک وقت میں سجدہ صرف عبادت کی علامت نہیں تھی، بلکہ بعض اوقات سجدہ تعظیم کے لئے بھی کیا جاتا تھا، جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے آگے سجدہ کرو، تو یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، بلکہ تعظیم کا سجدہ تھا، جو بعض امتوں میں جائز رہا، لیکن امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپ نے واضح لفظوں میں فرمادیا کہ اب تعظیم کے لئے بھی کسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں، کوئی کتنا بڑا بزرگ ہو، کوئی ولی ہو، کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہو، اس کے آگے سجدہ جائز نہیں۔

قبروں پر سجدہ کرنا شرک ہے

لہٰذا ہمارے علاقوں میں جو طریقہ چلا ہوا ہے کہ بسا اوقات لوگ قبروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں، تو قبروں کو سجدہ کرنے کا عمل "ایاک نعبد" والی آیت کے بالکل خلاف اور منافی ہے، اللہ بچائے شرک کے قریب پہنچانے والی چیز ہے کہ کسی کو سجدہ کیا جائے، دیکھو! ہمارے یہاں اولیاء اللہ کے مزارات ہیں، وہاں پر لوگ

جا کر سجدہ کر رہے ہیں، ایک مرتبہ میں ایک ایسے مزار کے پاس تھا تو دیکھا کہ لوگ سجدے کر رہے ہیں، مجھے دیکھ کر کپکپی طاری ہوگئی کہ اللہ کے سوا ایک مسلمان کسی اور کے آگے سجدہ کرے! تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب مزار کو سجدہ کر رہے ہو، اللہ کے سوا کسی اور کے آگے سجدہ کرنا شرک ہے، تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو اللہ تک انہی کے ذریعہ پہنچتے ہیں، اس واسطے ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں تاکہ اللہ تک پہنچیں۔

یہ مشرکین کا عقیدہ تھا

یہ بعینہ وہ بات ہے جو مشرکین مکہ کہا کرتے تھے، مکہ کے مشرکین کا اللہ پاک نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے تو ان سے پوچھا جاتا تھا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ تو وہ کہا کرتے تھے کہ:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى

یعنی ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کردیں، وہی بات آج مسلمان بھی کہہ رہے ہیں، اللہ بچائے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ یہ پیشانی اللہ نے صرف اپنے لئے بنائی ہے، یہ کسی اور کے آگے ٹک نہیں سکتی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے آگے جھکے گی، کسی اور کے آگے نہیں جھکے گی۔

طواف کی عبادت

اسی طرح بعض اور عبادت کے طریقے ہیں، مثلاً طواف ہے، یہ سوائے اللہ جل جلالہ کے گھر کے کسی اور جگہ کا طواف جائز نہیں، یہاں تک کہ روضہ اقدس کا طواف بھی جائز نہیں، اللہ کے گھر کے طواف کا اللہ نے حکم دیا ہے، کسی مقبرہ پر کسی مزار پر طواف اور کسی بھی چیز کا طواف جائز نہیں، طواف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے،

اللہ کے سوا غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں۔

کسی کے سامنے جھکنا جائز نہیں

پھر بعض چیزوں میں شریعت نے اتنی احتیاط سے کام لیا ہے کہ بعض چیزیں جو براہ راست عبادت تو نہیں ہیں لیکن عبادت کے مشابہ بن جاتی ہیں، ان سے بھی منع کیا ہے، مثلاً کسی انسان کے آگے جھکنا کہ رکوع کے قریب پہنچ جائے، یہ منع ہے، بعض لوگ کسی بزرگ کی تعظیم کرنے کے لئے یا ان کے ہاتھ چومنے کی خاطر اتنا جھک جاتے ہیں کہ وہ رکوع کے قریب قریب ہو جاتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ مشابہت پیدا ہو رہی ہے غیر اللہ کی عبادت کی، اس لئے اتنا نہ جھکو کہ غیر اللہ کے سامنے رکوع کے قریب پہنچ جاؤ۔

دوسروں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا طریقہ جس میں ایک آدمی خود تو بیٹھا ہوا ہو، اور دوسرے لوگ اس کے آگے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہوں، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، یہ قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کی رسم تھی کہ جب وہ کرسی پر بیٹھتے تھے تو وہ خود تو بیٹھے ہوتے تھے اور لوگ ان کے سامنے صف باندھے ہوئے کھڑے ہوتے تھے، اور اگر ہاتھ باندھے ہوئے ہیں تو وہ عبادت کے اور زیادہ قریب پہنچ گئے، ان سب چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان میں بڑی احتیاط چاہئے، ٹھیک ہے اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم بہت اچھی بات ہے، جو اللہ کے ولی ہیں، جو اللہ کے نیک بندے اور بزرگ ہیں، ان کی تعظیم بہت اچھی بات ہے، لیکن تعظیم تعظیم کی حد تک ہو، آگے عبادت جیسی نہ بن جائے، ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے عبادت کا شائبہ پیدا ہو، اس کا لحاظ رکھنے کی

ضرورت ہے، اس لئے فرمایا کہ "ایاك نعبد" اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی عبادت نہیں کرتے، اور یہی تو وہ سجدہ ہے کہ مسلمان کی پیشانی جب اللہ جل جلالہ کے آگے ٹکتی ہے تو پھر یہ دنیا کی کسی چیز کے آگے نہیں ٹک سکتی۔

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لوگوں کو بہت مشکل لگتا ہے کہ کیسے نماز پڑھوں، اور کیسے سجدہ کروں، اس لئے اقبال کہتے ہیں:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جب اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا عادی ہوگیا، تو پھر اس کو کہیں اور سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور جو اللہ کے آگے پیشانی نہ ٹیکے، اللہ کے آگے سجدہ نہ کرے، اس کو پتہ نہیں کہاں کہاں سجدے کرنے پڑتے ہیں، کس کس کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، کس کس کے آگے خود کو ذلیل کرنا پڑتا ہے، یہ تو وہ سجدہ ہے کہ ہزار سجدوں سے نجات دے کر ایک ہی خالق اور مالک کی طرف انسان کو پہنچاتا ہے، اس سجدے کے قدر پہچاننے کی ضرورت ہے۔

ہم تو صبح وشام دوسروں سے مدد مانگتے ہیں

دوسرا جملہ اس آیت کریمہ میں ہے "وایاك نستعین" اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، یعنی آپ کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو اپنے دنیا کے کاموں میں پتہ نہیں کن کن لوگوں سے مدد مانگتے ہیں، بیمار ہوگئے تو ڈاکٹر سے مدد مانگتے ہیں کہ بھائی ہمارا علاج کردو، بے روزگار ہوگئے تو کسی آدمی سے مدد مانگتے ہیں کہ مجھے روزگار دلا دو، کوئی اور مسئلہ پیش آگیا تو اس کے اندر

انسانوں سے مدد مانگتے ہیں کہ مجھے فلاں چیز خریدنی ہے، میری مدد کرو، مجھے راستہ بتا دو کہ کہاں جاؤں؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو دل میں خیال یہ ہو سکتا ہے کہ ہم تو دنیا میں پتا نہیں کن کن سے دن رات مدد مانگتے رہتے ہیں، پھر یہ کیا بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پانچ وقت نماز میں کھڑے ہو کر کہہ رہے ایاك نستعین اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، یعنی تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے، حالانکہ دوسروں سے مدد مانگ رہے ہیں۔

دوسروں سے مدد مانگنے کی حقیقت

خوب سمجھ لیجئے کہ یہاں جو فرمایا جارہا ہے "وایاك نستعین" یہ ایک بہت عظیم حقیقت کا دھیان پیدا کرنے کے لئے فرمایا جارہا ہے، وہ یہ کہ اصل میں حقیقی مدد اسی سے مانگی جاسکتی ہے جو مدد کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اس کے اختیار میں اور اس کی قدرت میں ہو کہ وہ دوسرے کی مدد کرے، وہ مدد یہاں پر مراد ہے، ہم جو دنیا میں مدد مانگتے رہتے ہیں مثلاً بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر کے پاس چلے گئے تو درحقیقت یہ ایک سبب کا اختیار کرنا ہے، جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو، لیکن یہ اعتقاد ہر آن اور ہر لمحہ دل میں ہونا چاہئے کہ جا تو رہے ہیں ڈاکٹر کے پاس اور اس لئے جارہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ علاج کرو، لیکن شفا دینا اس کا کام نہیں، شفا دینا اس کے اختیار میں نہیں، اس کی قدرت میں نہیں، ہم اس سے جا کر اس معنی میں مدد مانگ رہے ہیں کہ اللہ نے اس کو ایک سبب بنا دیا ہے۔

کیا شفاء دینا ڈاکٹر کے اختیار میں ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس یہ طاقت کہاں سے آئی کہ وہ آپ کو شفاء دے؟ ڈاکٹر کے پاس یہ علم کہاں سے آیا کہ جس سے وہ یہ پہچانے کہ آپ کو

کیا بیماری ہے؟ اس بیماری کا کیا علاج ہے؟ علم بھی تو اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے عطا کیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوتا تو کسی ڈاکٹر کی مجال نہیں تھی کہ وہ کسی بیماری کو پہچان سکتا، اور اس کا علاج کر سکتا، اور جو دوا اس نے تجویز کی کہ یہ دوا کھالو، اس سے تمہیں آرام ملے گا، تو اس دوا میں تاثیر کس نے پیدا کی ہے؟ کیا ڈاکٹر نے پیدا کر دی تھی؟ وہ تاثیر پیدا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا جب کسی ظاہری سبب کو اختیار کرو تو اس وقت دل کے اندر یہ بات بیٹھی ہونی چاہئے کہ اس چیز کے اندر بذات خود کوئی تاثیر نہیں ہے، نہ طاقت ہے اور نہ ہی کوئی قوت ہے کہ میری مدد کر سکے، تمام تر تاثیر، طاقت اور قوت اللہ جل جلالہ کی ہے، میں ڈاکٹر کے پاس بھی جاؤں گا، دوا بھی کھاؤں گا، لیکن مدد اللہ سے مانگوں گا کہ اے اللہ! آپ اس میں تاثیر عطا فرما دیجئے۔

مدد اللہ ہی سے مانگو

بہر حال! جو بھی سبب ہم اس دنیا میں اختیار کرتے ہیں، اس میں صرف سبب اختیار کرنا ہمارا کام ہے، حقیقی مدد سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں مانگی جا سکتی، تو تنبیہ یہ کی جارہی ہے کہ تم اسباب تو اختیار کرو لیکن ساتھ میں یہ تصور کر لیا کرو کہ یہ اسباب کچھ بھی نہیں ہیں، جب تک کہ ان اسباب کو پیدا کرنے والا جس کے ہاتھ میں قدرت اور طاقت ہے وہ تاثیر پیدا نہ کر دے، اس وقت تک تاثیر پیدا نہیں ہوگی، لہٰذا مدد اسی سے مانگو، دوا لو لیکن مدد اسی سے مانگو کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس کے اندر تاثیر پیدا فرما دیجئے، یا اللہ! باہر نکل تو رہا ہوں روزگار کی تلاش میں، یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے نافع روزگار عطا فرما دیجئے، یا اللہ! میں تجارت کے لئے دکان کھول کر تو بیٹھا ہوں، لیکن اس میں گاہک بھیجنا اور اس میں نفع دینا یہ آپ کی قدرت

میں ہے، لہٰذا آپ ہی عطا فرما دیجئے۔

حقیقی مؤثر اللہ ہی ہے

لہٰذا یہ ساری مددیں جو بظاہر دنیا میں ہم مانگ رہے ہیں، یہ محض اسباب ہیں، لیکن حقیقی مدد سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں مانگی جاسکتی، کبھی یہ اعتقاد نہ کرنا کہ اس دوا میں تاثیر ہے، اس سبب میں تاثیر ہے، تاثیر اللہ ہی کی دی ہوئی ہے، جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ عطا نہیں فرمائیں گے اس وقت تک کبھی تاثیر پیدا نہیں ہوگی، زمانہ جاہلیت میں یہ عقیدے پھیلے ہوئے تھے کہ فلاں چیز میں بذات خود یہ تاثیر ہے، مثلاً فلاں ستارہ نکل آئے گا تو بارش ہوگی، تو ان کے یہاں یہ ایک عقیدہ تھا کہ فلاں ستارہ جس وقت نکلے گا تو بارش ہوگی، اور بارش براہ راست اس ستارہ سے وابستہ ہے، وہ ستارہ بارش بھیجتا ہے۔

بارش دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صبح کے وقت نماز فجر کے بعد دیکھا کہ ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی، آپ نے نماز کے بعد صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج اس بارش میں ہم انسانوں کے دو فریق ہوگئے ہیں، یعنی ایک فریق وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ بارش اس ستارے نے دی، اور ایک فریق یہ کہتا ہے کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی، تو بارش سے دونوں فائدہ اٹھارہے ہیں، لیکن پہلا فریق اس بارش کے نتیجے میں کفر میں جارہا ہے، شرک میں جارہا ہے، کیونکہ وہ کہہ رہا ہے کہ یہ بارش مجھے فلاں

ستارہ نے دی ہے، اور دوسرا فریق اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور رحمت پر ایمان لا رہا ہے، لہٰذا اس بارش کے نتیجے میں اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہو رہا ہے، بہر حال جو کوئی بھی واقعہ پیش آئے تو مانگو اللہ سے کہ یا اللہ! آپ عطا فرمانے والے ہیں، بے شک ظاہری اسباب اختیار کرلو، لیکن دینے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں، ظاہری اسباب کو اختیار کرو۔

ظاہری اسباب بھی صرف زندوں سے

اسی میں یہ پہلو بھی آتا ہے کہ جو ظاہری اسباب ہیں یہ زندوں سے تو اختیار کیے جاسکتے ہیں، آدمی بیمار ہے ڈاکٹر کے پاس چلا گیا، اس سے مدد لی، اور سبب اختیار کرلیا، لیکن جو دنیا سے جا چکے، فرض کرو کوئی ڈاکٹر مر گیا، وہ بڑا ماہر و حاذق طبیب تھا، اور ہزاروں لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، جب دنیا سے چلا گیا تو اب آپ اس سے مدد مانگو، اس سے کہوں ڈاکٹر صاحب میری بیماری کے لئے مدد کر دیجیے، تو یہ ہو نہیں سکتا، اس واسطے کے وہ دنیا سے جا چکا، جب دنیا میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب بنایا تھا، اور اس سے آپ اس معنی میں مدد مانگ سکتے تھے کہ ایک ظاہری سبب ہے، اگرچہ تاثیر اللہ کی طرف سے ہے، لیکن دنیا سے اٹھ جانے کے بعد، دنیا سے چلے جانے کے بعد پھر اس کا کوئی کردار دنیا میں باقی نہیں رہا، اس واسطے اس سے مدد نہیں مانگ سکتے۔

دنیا سے چلے جانے والے بزرگوں سے مدد

یہی حال اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کا کہ جب تک وہ

زندہ ہیں تو آپ جا کر ان سے دعا کروا سکتے ہو کہ ہمارے لئے دعا کر دیجئے کہ اللہ ہمیں فلاں بیماری سے نجات دیدے، اللہ ہمیں قرض سے نجات دیدے، اگر وہ زندہ ہیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا ٹھیک ہے، لیکن جب دنیا سے جا چکے تو اب دنیا سے جانے کے بعد ان سے مانگنا کہ مجھے اولاد دیدو، میرے قرضے اترنے کا انتظام کردو، میری فلاں بیماری دور کردو، دنیا سے جانے کے بعد یہ ظاہری سبب کے طور پر بھی اب ممکن نہیں رہا، لہٰذا جو لوگ جا کر قبروں پر اور مزاروں پر مانگتے ہیں کہ اے داتا! مجھے اولاد دیدے، اے داتا! مجھے روزگار دیدے، یہ سب اللہ بچائے شرک کا شعبہ ہے، اور "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے بالکل خلاف ہے، تو بزرگان دین جب تک زندہ ہیں، ان سے آپ دعا کروالو، ان سے ہدایت حاصل کرلو، اور راہنمائی لے لو، لیکن جب وہ دنیا سے جا چکے تو اب ان کو پکارنا، مثلاً اے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجھے شفاء دیدو، مجھے اولاد دیدو، مجھے روزگار دیدو، تو یہ اب نہیں ہو سکتا، جب تک وہ حیات تھے تو ان کی خدمت میں جا کر دعا کی درخواست کر سکتے تھے، وہ اللہ کے بڑے برگزیدہ ولی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مستجاب الدعوات بنایا تھا، ان سے دعا مانگنے کی درخواست کر سکتے تھے، لیکن جب دنیا سے چلے گئے تو اب ظاہری سبب کے طور پر بھی ان سے مانگنا توحید کے عقیدے کے خلاف ہے۔

صرف اللہ سے مانگو

اب مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! مجھے اپنی رحمت سے عطا فرما دیجئے، ارے بھائی! جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھولا ہوا ہے اور کہہ رکھا ہے کہ

میرے بندے جب میرے بارے میں پوچھیں تو ان سے کہہ دو میں ان کے قریب ہی ہوں، اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں، جب اتنا اعلان کر رکھا ہے تو کہیں اور جا کر مانگنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا ضرورت ہے کہ دوسرے کے پاس جائے اور مانگے؟ اللہ ہی سے مانگو، اللہ ہی سے سوال کرو، اس سے ہی مانگو، اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو دے سکے، یہ معنی ہیں "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اپنی رحمت سے اس آیت کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اپنی کوشش پوری کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	30th-May-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی کوشش پوری کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۱)

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ، و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ، و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، و اشھد ان سیدنا و نبینا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم تسلیماً کثیراً۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمد للہ رب العٰلمین ، الرحمٰن الرحیم ، ملک یوم الدین ۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ امنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشٰکرین ۔

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! پچھلے دنوں میرے مختلف سفروں کی وجہ سے

بہت ناغے ہوتے رہے لیکن اس سے پہلے سورۃ الفاتحہ کا بیان چل رہا تھا۔ سورۃ الفاتحہ کی کل سات آیتیں ہیں اور چار آیتوں کا بیان پچھلے جمعوں میں ہو چکا ہے، ان میں جو باتیں عرض کی گئیں اللہ تعالیٰ ان پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پانچویں آیت ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آج اس کا تھوڑا سا بیان کرنا ہے اس سے پہلی آیت تھی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں آپ کو یہ کہنا سکھایا کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور عبادت کرنا بھی ہمارے بس میں نہیں ہے جب تک کہ آپ کی توفیق نہ ہو اے اللہ ہم آپ ہی کی مدد مانگتے ہیں وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد کیا مانگے؟ اگلی آیت میں سکھلا دیا گیا دعا یہ مانگو کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمادیجیے یہ چھوٹا سا جملہ جس میں صرف تین لفظ ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ لیکن یہ اتنی جامع دعا ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حق میں یہ دعا قبول فرمالیں تو دنیا اور آخرت کے سارے مسئلے حل ہو جائیں یا اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ۔

سیدھا راستہ کیا ہے؟

سیدھا راستہ کیا ہوتا ہے سیدھا راستہ وہ ہے جس میں اینچ پینچ نہ ہوں، موڑ توڑ نہ ہوں، اور آدمی سیدھا چلا جائے اور جا کر منزل تک پہنچ جائے، اس کو کہتے ہیں صراط مستقیم سیدھی راہ، کوئی موڑ نہیں، کوئی جھول نہیں، کوئی اینچ پینچ نہیں، سیدھا چلا جا

رہا ہے جا کر منزل تک پہنچ گیا صراط مستقیم کی ہمیں ہر چیز میں ضرورت ہے دنیا کے کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی، دنیا اور آخرت کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس میں صراط مستقیم کی انسان کو ضرورت نہ ہو آخرت کے لیے وہ راستہ چاہیے جو ہمیں سیدھا جنت تک پہچائے کیوں کہ آخرت کی منزل اللہ جل جلالہ کی رضا ہے، اور اللہ جل جلالہ کی رضا کا مظہر ہے جنت، ایسا سیدھا راستہ جو انسان کو جنت تک پہچا دے، دنیا کے کاموں میں بھی ہر کام میں انسان کو سیدھا راستہ یعنی صحیح طریقہ کی ضرورت ہے آپ اگر فرض کرو روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلو تو اس کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے کہ کوئی ایسا راستہ ہو جو سیدھا اس روزگار تک پہنچا دے، آپ ملازمت کرنے کے لیے جا رہے ہوں، یا تجارت کرنے کے لئے جا رہے ہوں، یا کاشت کاری کرنے کے لئے جا رہے ہوں، کوئی بھی روزگار کا طریقہ اختیار کیا ہو، ہر کام میں ضرورت ہے کہ آدمی ایسا راستہ اختیار کرے جو سیدھا اس کو منزل تک پہنچائے اور دنیا کے ہر کام کو دیکھ لو کہ اس میں صحیح طریقہ اختیار کرنا یہ انسان کی ضرورت ہے، صحیح طریقہ سے کھائے پیئے، لوگوں سے معاملات کرے تو سیدھے راستے سے معاملات کرے، گھر والوں کے ساتھ معاشرت اختیار کرے تو صحیح راستے سے کرے، غرض کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں سیدھا راستہ مطلوب نہ ہو، اگر ہر چیز میں سیدھا راستہ مل جائے تو دنیا اور آخرت کے سارے مسائل حل ہو جائیں۔

لفظ راستہ لانے کی وجہ

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے لفظ ''راستہ'' استعمال کیا

یعنی اے اللہ صحیح راستے کی ہدایت دے دیجئے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ راستہ کہاں لے جانے والا ہے؟ راستہ کی منزل کیا ہے؟ راستہ تو درحقیقت ایک واسطہ ہوتا ہے اصل مقصود راستے پر چل کر کوئی منزل حاصل کرنا ہوتا ہے، تو قرآن نے یہ نہیں کہا کہ کہاں کا راستہ، جنت کا راستہ، دنیا کے اندر خوشحالی کا راستہ، راحت و آرام کا راستہ، ان میں کسی چیز کی تعیین نہیں کی، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ ہر چیز میں ہر کام میں چاہے وہ دنیا کا کام ہو، یا آخرت کا کام ہو اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دے دیجئے، سیدھا راستہ سجھا دیجئے، اور ہمیں سیدھے راستے پر گامزن کر دیجئے، تو یہ دعا اتنی جامع دعا ہے کہ اس میں دنیا اور آخرت کے سارے مقاصد سمٹ کر آ گئے ہیں اس لئے کہا گیا کہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے سورۃ فاتحہ اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے اھدنا الصراط المستقیم سارا قرآن تشریح ہے صراط مستقیم کی، یہ صراط مستقیم کیا ہے؟ سیدھا راستہ کیا ہے؟ عقائد میں سیدھا راستہ کیا ہے؟ عبادات میں سیدھا راستہ کیا ہے؟ معاشرت میں کیا ہے؟ معاملات میں کیا ہے؟ اخلاق میں کیا ہے؟ وہ ساری تفصیلات قرآن کریم نے صراط مستقیم میں بیان فرمائی ہیں تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے اھدنا الصراط المستقیم۔

ہدایت کی دو قسمیں

پھر دوسری بات یہاں پر قابل ذکر یہ ہے کہ ہدایت کے معنی ہوتے ہیں راستہ دکھانا اور ہدایت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ آدمی نے زبان سے بتا دیا کہ دیکھو بھئی! سیدھا راستہ یہ ہے مثلاً کسی کو جانا ہے کسی منزل تک، اب ایک طریقہ

یہ ہے کہ اس کو راستہ بتانے والا یہ بتائے کہ یہاں سے مسجد سے نکلنا، پھر دائیں ہاتھ مڑ جانا، پھر بائیں ہاتھ مڑ جانا، پھر فلاں سڑک ملے گی اس میں چلے جانا، یہاں تک کہ تم اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گے، اب یہ چلنے والے کا کام ہے کہ جو راستہ بتادیا گیا ہے، اس پر چلتا ہوا چلا جائے، دائیں مڑے، پھر بائیں مڑے، اور جو جو سڑکوں کے نام لئے ہیں، ان سے گزرتا ہوا اپنی منزل تک پہنچ جائے، ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب راستہ پوچھنے والے نے کہا کہ بھائی مجھے صدر کا راستہ بتا دو کس طرح جانا ہے؟ تو وہ بتانے والا اس کا ہاتھ پکڑے اور کہے کہ چلو میرے ساتھ چلو، اور ساتھ لے کر چلے، اس کو بتایا کچھ نہیں زبان سے، لیکن ہاتھ سے پکڑ کر لے چلا اور وہاں لے جا کر کھڑا کر دیا کہ بھائی دیکھو یہ ہے تمہاری منزل یہ ہدایت کی دوسری قسم ہے۔

پہلی ہدایت عام، دوسری خاص

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کی پہلی قسم تو ساری انسانیت کے لیے کھول دی ہے، قرآن کے ذریعہ راستہ بتادیا کہ دیکھو ہدایت کا راستہ یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ کی توحید پر ایمان لاؤ، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ، اور آخرت پر ایمان لاؤ، اور جو کچھ فرائض وواجبات تم پر عائد کیے ہیں، ان کو ادا کرو، جو حرام اور ناجائز کام ہیں، ان سے بچو، اور یہ ہدایت کا راستہ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے چاہے مسلمان ہوں، یا کافر ہوں یا کیسے بھی ہوں، سب کو یہ ہدایت قرآن کے ذریعہ دی ہے، اور نبی کریم سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تعلیمات کے ذریعے، جو شخص راستہ سیکھنا چاہے اور سمجھنا چاہے قرآن میں بیان کیا ہوا ہے، اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بیان کیا ہوا ہے۔

یہ ہدایت کی قسم ہر ایک کو دے رکھی ہے لیکن یہاں جو دعا کی گئی ہے اس جگہ وہ پہلی قسم کی ہدایت مراد نہیں۔ بلکہ دوسری قسم کی ہدایت مراد ہے اے اللہ ہمیں ہاتھ پکڑ کر صراط مستقیم پر لے چلئے، آپ نے بتا تو دیا کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ لیکن اس صراط مستقیم پر چلنا آپ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے اے اللہ آپ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ہاتھ پکڑ کر لے چلئے اور لے جا کر ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا کر دیجئے، یہ معنی ہیں اھدنا الصراط المستقیم کے ہمیں صراط مستقیم پر لے جا کر کھڑا کر دیجئے، اور یہ وہ دعا ہے کہ خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مختلف انداز سے مانگا ہے۔

ایک اور جامع دعا

ایک دعا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِيَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِيَدِكَ لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا وَ اهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ

(ترجمہ) اے اللہ آپ ہمارے سارے وجود ہماری پیشانیاں ہمارے اعضاء وجوارح ہمارے دل سب آپ کے قبضے میں ہیں ہم ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں مالک آپ ہی ہیں، ہمارے ہاتھوں کے بھی مالک آپ، ہماری پیشانیوں

کے بھی مالک آپ، ہمارے پاؤں کے مالک بھی آپ، ہمارے دلوں کے مالک بھی آپ، سب کچھ آپ کے قبضہ قدرت میں ہے، جب سب کچھ آپ کے قبضہ قدرت اور آپ کی ملکیت میں ہے تو آپ ہی ہمارے کارساز بن جائیے اور آپ ہی ہمیں سیدھے راستے پر لاکر کھڑا کر دیجئے۔ تو یہ جو دعا بتائی ہے قرآن کریم نے، صراط مستقیم دکھانے کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو ہم نے پوری طرح دکھادی مومن، کافر، فاسق، فاجر، ہر ایک کے لیے راستہ کھلا ہوا ہے جو قرآن نے بتادیا اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا لیکن اے مسلمانوں اب ہم سے مانگو، یا اللہ آپ ہی مجھے اپنے فضل وکرم سے ہاتھ پکڑ کر سیدھے راستے پر کھڑا کر دیجئے تاکہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔

تین کام کرو

دیکھو! انسان کا کام تین چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ اپنی طرف سے عزم کر لے اور پکا ارادہ کرلے کہ یا اللہ میں آپ کی اطاعت کروں گا، دین کے سب میں اللہ تعالیٰ کی حکم کی پیروی کروں گا اور اس کے حکم کے مطابق زندگی گزاروں گا، گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا واجبات اور فرائض صحیح طریقے سے ادا کروں گا۔ گناہ سے بچنے کی اور فرائض و وجبات ادا کرنے کی کوشش کروں گا، ایک تو یہ ارادہ کرلو، دوسرے یہ کہ جتنا تمہارے بس میں ہے وہ کوشش کرلو۔ یہی دو کام کرنے کے بعد پھر ہم کو پکارو کہ یا اللہ! میرے بس میں یہ تھا کہ میں عزم کرلیتا، تو میں نے عزم کرلیا، میرے بس میں تھا کہ میں اتنی کوشش کرلیتا، تو میں نے اتنی کوشش کرلی، اب آپ کو

میں پکارتا ہوں کہ آپ اپنے فضل و کرم سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے دیجئے، یہ تین کام آدمی کرلے تو بس کامیاب ہے، پہلا عزم وارادہ اور دوسری اپنی طرف سے کوشش اور تیسرا عزم کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا طرزِ عمل

دیکھو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے، قرآن کریم میں جتنے واقعات آئے ہیں، محض قصہ بیان کرنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ اس سے سبق دینا مقصود ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ ذلیخہ نے ان کو پھسلانے کی کوشش کی، اور انہیں زبردست آزمائش کا سامنا ہوا، ایک عورت ہے، حسین وجمیل ہے، اور خود اپنے آقا کی بیوی ہے، چاروں طرف سے دروازے بند کرکے ہر دروازے پر اس نے تالا ڈال دیا، تاکہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہے، اور اندر آنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہے، اس وقت وہ پیشکش ہی نہیں بلکہ وہ حکم دے رہی ہے کہ آؤ، بدکاری کی دعوت دے رہی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو زبان سے انکار کیا، لیکن وہ عورت اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ اپنی طرف کھینچنے لگی، تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے چھوٹ کر دروازوں کی طرف بھاگے، حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آنکھوں سے نظر آرہا تھا کہ دروازے بند ہیں، دروازوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں، باہر نکلنے کا راستہ کوئی نہیں، لیکن انہوں نے سوچا کہ میرے بس میں اتنا ہے کہ میں یہاں سے بھاگ کر دروازے تک چلا جاؤں، اپنے بس کی حد تک انہوں

نے کوشش پوری کرلی، اور وہاں سے بھاگ کر دروازہ تک پہنچ گئے، اور پھر اللہ کو پکارا: اے اللہ! میرے بس میں اتنا ہی تھا کہ میں دروازہ تک پہنچ جاتا، اور اس سے اپنے آپ کو بچالیتا، آگے پھر دروازہ کھولنا اور پھر اس سے بچانا آپ کا کام ہے، آپ راستہ کھول دیجئے، چنانچہ انہوں نے دو کام کئے، ایک یہ کہ عزم کیا کہ یہ کام نہیں کروں گا، اور دوسرے کوشش کی کہ جتنا بس میں تھا دروازہ تک پہنچ جانا، اس سے کوئی کوتاہی نہیں کی، دوروازے تک پہنچ گئے، اور پھر اللہ کو بھی پکارا: یا اللہ! بچالیجئے، جب دروازہ تک پہنچے تو دروازوں کے قفل کھل گئے، تالے ٹوٹ گئے، اور دیکھا کہ ذلیخہ کا شوہر دروازہ پر کھڑا ہوا ہے

تم بھی یہ دو کام کرو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا ہے کہ سنو! جب بھی تمہیں ایسی صورتحال پیش آئے کہ جس میں تمہارے اندر گناہ کا داعیہ پیدا ہو رہا ہو، صراط مستقیم سے ہٹنے کا داعیہ پیدا ہو رہا ہو، اس وقت دو کام کرو، ایک عزم تازہ کرو کہ نہیں میں صراط مستقیم کو نہیں چھوڑوں گا، اور دوسرا جتنی تمہارے بس میں کوشش ہے، وہ کر گزرو، اس کے بعد جب اللہ کو پکارو گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری ضرور مدد کریگا، تمہیں ضرور صراط مستقیم پر پہنچائے گا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید

خیرہ یوسف وار می باید دوید

کہ آج اگر تمہیں اپنے ماحول کے اندر کوئی راستہ نظر نہیں آرہا، ماحول میں فسق وفجور کی آگ بھڑکی ہوئی ہے، کفر وشرک کا دور دورا ہے، اور چاروں طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں، جس طرح حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازوں تک بھاگے تھے، تم بھی بھاگو، جتنا بھاگ سکتے ہو بھاگو، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکارو تو تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ نجات دے دیں گے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ سبق دیا جارہا ہے

سبق اس آیت کریمہ کے ذریعہ یہ دیا جا رہا ہے کہ دیکھو! یہ دعا ہم لوگ سورۃ فاتحہ میں پڑھتے ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ وقت ہر نماز میں بلکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی تلقین کی ہے، اور اھدنا الصراط المستقیم اس کا لازمی حصہ ہے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ ہر وقت مجھ سے رجوع کر کے صراط مستقیم پر چلنا مانگتا رہے، اس لئے پانچوں وقت ہر نماز میں ہر رکعت میں ہم سے یہ کلمہ کہلوایا، لیکن ہوتا کیا ہے کہ ہم لوگ رسمی طور پر پڑھ کر گزر جاتے ہیں، ہر روز پڑھتے ہیں ہر نماز میں پڑھتے ہیں، ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، لیکن غفلت کے عالم میں، دھیان کیے بغیر، بس ایک عادت کے تحت پڑھتے چلے جاتے ہیں، بسا اوقات یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کیا پڑھا، اور کیا نہیں پڑھا، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اس دعا کا صحیح لطف ہے، اور اس کا جو صحیح نتیجہ ہے، وہ پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا، اگر سوچ سمجھ کر پڑھیں، اور اپنے دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہیں کہ اے

اللہ! مجھے ہاتھ پکڑ کر لے جایئے صراط مستقیم پر، تو جب دل سے مانگو گے دھیان سے مانگو گے، اور اہتمام کے ساتھ مانگو گے، دن میں پانچ مرتبہ بار بار اللہ تعالیٰ سے مانگو گے، کیا وہ مالک بے نیاز تمہیں رد کر دے گا؟ چھوڑ دے گا، تمہیں شیطان کے حوالے کر دے گا نہیں! ہرگز نہیں بلکہ ضرور بالضرور اللہ تبارک وتعالیٰ مدد فرمائے گا، شیطان کے تسلط سے بچائے گا، ہمیں اس آیت کریمہ سے یہ سبق مل رہا ہے کہ ہر وقت ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے صراط مستقیم مانگتے رہیں، یا اللہ ہاتھ پکڑ کر لے جایئے ہمیں، صراط مستقیم پر، جب بھی نماز پڑھے سوچ کر پڑھے کہ اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔

اس سے پہلے دو چیزیں

مگر دو چیزیں اس سے پہلے ہونی چاہییں، ایک ارادہ کہ ہم واقعی مانگ رہے ہیں، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے صراط مستقیم چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین پر عمل پیرا ہوں تو پہلے دل میں خواہش تو پیدا کرو، تڑپ پیدا کرو، عزم پیدا کرو، اور دوسرے یہ کہ جتنی تھوڑی بہت کوشش ممکن ہے وہ کر گزرو، تو پھر یہ دعا ضرور قبول ہوگی، لیکن آدمی اگر فرض کرو دل میں نیت بھی نہیں، ارادہ بھی نہیں، کوئی دلچسپی بھی نہیں، اور کوئی خواہش بھی نہیں، اور عمل میں کوئی کوشش بھی نہیں، اور پھر مانگ رہے ہیں کہ صراط مستقیم دے دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ چل تو رہا ہے الٹا، اور مانگ رہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سیدھا ہونا، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مشرق کو جا رہا ہو، اور جانتا ہے کہ میں مشرق کو جا رہا ہوں، اور دعا یہ کرے کہ یا اللہ مجھے

مغرب کی طرف پہنچا دیجئے، تو یہ دعا نہیں ہے بلکہ مزاق ہے، اس واسطے کہ تو نے ارادہ کر رکھا ہے مشرق کو جانے کا، اور عمل بھی مشرق کی طرف جانے کا کر رہا ہے، اور قدم بھی اس کی طرف جانے کیلئے بڑھا رہا ہے، اور زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ یا اللہ مجھے مغرب کی طرف لے جائیں تو یہ مزاق ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ سے مذاق ہے

اگر فرض کرو دل میں دین کی طرف چلنے کی نیت نہیں ہے، دل میں تو یہ آرزو ہے کہ ہم انگریزوں جیسے ہو جائیں، مغربیت کے سانچے میں ڈھل جائیں، اور سارا عمل بھی اسی جانب کے لئے کر رہے ہو، پھر اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہو کہ یا اللہ! تو مجھے صراط مستقیم دیدے، تو یہ دعا نہ ہوئی مزاق ہوا، ہاں دل میں ایک مرتبہ پختہ نیت تو پیدا کرلو کہ میرے لئے دین و دنیا کی فلاح کا جو بھی راستہ، جو اللہ نے بتایا، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، میں اس کے اوپر چلنا چاہتا ہوں، اور اس کی طرف قدم بھی بڑھاتا ہوں، ہاں مشکلات آرہی ہیں، ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ یا اللہ! مشکلات دور کردے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ توفیق ہوگی، اور مدد آئے گی، اور زندگی میں انقلاب پیدا ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس دعا کو مانگنے، اور صحیح طرح مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اللہ کی طرف رجوع کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	18th-Jul-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
نصبات شمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی طرف رجوع کرو

تفسیر سورۂ فاتحہ (۱۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، و الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے جمعوں میں نے سورۂ فاتحہ کی پانچویں

آیت "اھدنا الصراط المستقیم" کی تھوڑی سی تشریح آپ حضرات کی خدمت میں عرض کی تھی، اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان کو ہر نماز میں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، آپ نے دیکھا کہ اس کی پہلی تین آیتیں ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات کے بیان میں ہیں "الحمد للہ رب العلمین ، الرحمن الرحیم ، ملک یوم الدین" چوتھی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندہ کو سکھایا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ عرض کرے کہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ سے صراط مستقیم مانگئے

پھر پانچویں آیت "اھدنا الصراط المستقیم" کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم تک پہنچا دیجیے، ہمارا ہاتھ پکڑ کر صراط مستقیم تک لے جایئے، یہ دعا سکھا کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ تم زندگی کے ہر مرحلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت ڈالو، اسی سے مانگو صراط مستقیم ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان کو دنیا و آخرت کے ہر مقصد کیلئے ضرورت ہے، جب بھی تمہیں کوئی کشمکش پیدا ہو، یا جب بھی تمہارے سامنے دو راستے آئیں، تو ہمیں پکار کر کہو: اھدنا الصراط المستقیم۔ یا اللہ مجھے صراط مستقیم کی توفیق عطا فرما، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو سکھایا ہے اور جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ میں عرض کیا تھا کہ صراط مستقیم کی ہر چیز میں ضرورت ہے کہ آدمی کو دنیا کے

کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی سیدھے راستے کی ضرورت ہے۔

ٹیڑھی مانگ کے لئے تعویذ

مجھے یاد آیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے تھے، ایک عورت ان کے پاس آئی اور آکر کہنے لگی کہ حضرت میرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میں سر کے بال بناتی ہوں، تو میری مانگ ٹیڑھی ہو جاتی ہے، سیدھی نہیں ہوتی، بہت کوشش کی کہ سیدھی مانگ نکل جائے، لیکن سیدھی مانگ نہیں نکلتی، ٹیڑھی ہو جاتی ہے، مجھے ایسا تعویذ دیدیجئے، جس سے مانگ میری سیدھی ہو جایا کرے، بہت سی خواتین کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ دنیا کے ہر کام کا تعویذ الگ ہوتا ہے، اور ہر کام کیلئے وہ تعویذ کی فکر میں رہتی ہیں، اس اللہ کی بندی کے دل میں یہ خیال آگیا کہ میری مانگ ٹیڑھی نکلتی ہے، اور سیدھی نہیں ہوتی، حضرت سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے کوئی تعویذ ایسا بنا دیجئے، حضرت نے کہا کہ بھئی مانگ سیدھی کرنے کا کوئی تعویذ میرے علم میں تو ہے نہیں کہ کوئی تعویذ ایسا ہوتا ہو جس سے مانگ سیدھی ہو جائے، مگر وہ پیچھے پڑ گئی نہیں نہیں، آپ تو بزرگ آدمی ہیں کوئی ایسا تعویذ نکالئے جس سے میرا مسئلہ حل ہو جائے، اور میری مانگ سیدھی ہو جائے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یہ خاتون پیچھے بھی پڑی ہوئی ہے، اور اسے پریشانی بھی ہے، تو میرے کچھ تو سمجھ میں آیا نہیں، میں نے ایک پرچی پر قرآن شریف کی آیت، اھدنا الصراط المستقیم لکھ دی، اور کہا کہ تم اس کو سر پر لگا لیا کرو، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی سے مانگ سیدھی

نکلنے لگی، حضرت نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ ہر چیز میں صراط مستقیم چاہئے، سیدھا راستہ چاہئے، کچھ بعید نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے مراد پوری کردے، حضرت کا خلوص بھی تھا، اوران کی بزرگی اور برکت بھی تھی، اور آیت کریمہ کا مفہوم بھی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا اسی سے کام نکال دیا، غرض یہ کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جس میں سیدھا راستہ مطلوب نہ ہو، اس آیت کے ذریعہ سکھایا یہ ہے کہ ہر چیز ہم سے مانگو، ہم سے صراط مستقیم مانگو، اور جب کبھی الجھن پیش آئے تو ہماری طرف رجوع کرو، ہم سے کہو کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین ، اھدنا الصراط المستقیم ، اور یہ بہت بڑی عظیم بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے۔

آج کے دور میں ہم کس طرح عمل کریں؟

دیکھئے! آج ہم سب لوگوں کو یہ خیال رہتا ہے کہ ہم ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے ہیں، جس میں چاروں طرف فسق وفجور کا بازار گرم ہے، آدمی باہر نکلتا ہے تو نگاہوں کو پناہ نہیں ملتی، حالات خراب ہیں، دین پر اگر کوئی چلنا بھی چاہے تو قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں، آج معاشرہ ایسا بن گیا ہے کہ اگر کوئی شخص امانت اور دیانت کے ساتھ کام کرنا چاہے تو عام طور سے اس کے راستے میں بڑے روڑے اٹکائے جاتے ہیں، بڑی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، جو تجارت کر رہے ہیں تو تجارت کرنے والوں سے پوچھو کہ اگر کوئی سچائی کے ساتھ امانت داری کے ساتھ دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنا چاہے تو رکاوٹیں ہیں، اور قدم قدم پر لوگ حرام کاری کیلئے منہ

کھول کر بیٹھے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، دھوکے کا بازار گرم ہے، جھوٹ کا بازار گرم ہے، پتہ نہیں کتنے تاجر حضرات میرے پاس آتے ہیں کہ اگر ہم صحیح صحیح لکھ دیا کریں کہ کتنے میں ہم نے مال منگوایا ہے، اس کا بل صحیح بنوالیں تو ہم تجارت کر نہیں سکتے، اس لئے ہمیں جھوٹے بل بنوانے پڑتے ہیں، غرض یہ ہے کہ ہر طرف گناہوں کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو آدمی یہ سوچتا ہے اور کبھی کبھی ہمارے بھی دل میں اور سب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے دور میں پیدا ہوئے ہیں تو ہم کیا کریں؟ کیسے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں؟ اور اس ماحول کی خرابی کی وجہ سے پھر سوچتے ہیں کہ یہ تو اس دور میں ہمارے لئے ممکن نہیں رہا کہ ہم دین کے اوپر قائم رہیں، اس واسطے لوگ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اللہ کے دربار سوال وجواب

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ چلو یہ جو تم عذر پیش کر رہے ہو کہ بھئی ماحول خراب ہے، قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں، فسق وفجور کا بازار گرم ہے، ذرا تھوڑا سا تصور کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے باز پرس کر رہے ہیں اور تم سے پوچھ رہے ہیں کہ تم نے دین پر کیوں عمل نہیں کیا تھا؟ جھوٹ کیوں بولا تھا؟ غیبت کیوں کی تھی؟ دھوکہ کیوں دیا تھا؟ لوگوں کو فریب کیوں دیا تھا؟ آنکھوں کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ کانوں کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ زبان کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ تو تم اس کے جواب میں یہ کہتے ہو یا اللہ میں کیا کرتا؟ آپ نے پیدا ہی ایسے زمانے میں کیا تھا

جہاں چاروں طرف فسق و فجور کی دھوکے بازی کی، رشوت کی آگ سلگ رہی تھی، میں کیا کرتا؟ اگر آپ نے مجھے صحابہ کرام کے زمانے میں پیدا کیا ہوتا تو میں بھی نیک بن جاتا، لیکن آپ نے ایسے دور میں پیدا کیا جہاں چاروں طرف بددینی کا بازار گرم تھا، میں بھی اس ماحول سے متاثر ہو گیا، میں کیا کرتا؟ میں کمزور اور مجبور انسان ہوں، میں مغلوب ہو گیا۔

ہم سے رجوع کیوں نہیں کیا؟

اس کے جواب میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ یہ پوچھیں، ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے دین پر چلنے میں رکاوٹیں آرہی تھیں، اور مشکلات آرہی تھیں تو مجھ سے رجوع کیوں نہیں کیا؟ مجھ سے مانگتے کہ یا اللہ! یہ دشواری ہو رہی ہے، آپ کے حکم پر عمل کرنے میں آپ مجھ سے یہ دشواری دور کر دیجئے، تم نے مجھ سے مانگا ہوتا، اور کہا ہوتا "ایاك نعبد و ایاك نستعین اهدنا الصراط المستقیم" مجھ سے مانگا ہوتا، سارا قرآن بھرا ہوا ہے اس بات سے، انّ اللّٰہ علی کُلِّ شَیْئٍ قدیر، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُم، مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا، تو مجھ سے تم نے یہ سارا حال کیوں ذکر نہیں کیا اور کیوں نہیں پوچھا؟ میں اس پر کیسے عمل کروں؟ اپنی رحمت سے میرا راستہ ٹھیک کر دیجئے، اب بتاؤ اس کا کیا جواب ہوگا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی سے کہا ہوتا کہ یا اللہ میں آپ کا بندہ ہوں، آپ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اور آپ ہی سے مدد مانگتا ہوں، میں مجبور ہو رہا ہوں، میرے حالات خراب ہو رہے ہیں، آپ اپنی رحمت

سے مجھے بچا لیجئے، آپ میرے راستے کی رکاوٹیں دور کردیجئے، بلکہ ہمارے شیخ تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ بن کر باتیں کیا کرو، یا اللہ! یا یہ رکاوٹیں دور کردیجئے، ورنہ مجھ سے مؤاخذہ نہیں فرمایئے گا، مجھ سے گرفت نہ فرمایئے گا، رکاوٹ دور کردیجئے، تو اگر کوئی بندہ یہ کرتا رہے تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ یا تو رکاوٹیں دور ہوجائیں گی، یا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اسکو معذور قرار دیدینگے، تو اس واسطے یہ سکھایا ہے سورۂ فاتحہ میں کہ جہاں بھی تمہیں دشواری پیش آئے تو ہمیں پکارو۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کس طرح رجوع کیا؟

دیکھو! حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ السلام کو یہ آزمائش پیش آئی تھی کہ ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا تھا، اور مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، اب اندازہ کیجئے کہ ایک جیتا جاگتا انسان مچھلی کے پیٹ میں چلا گیا اور مچھلی کے پیٹ میں جو کچھ پریشانی ہے وہ تو ہوگی، پھر اندھیرا، ماحول میں تاریکی، گھٹا ٹوپ اندھیرا تو قرآن کریم فرماتا ہے: فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. ان اندھیروں میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ السلام نے ہمیں پکارا، اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ پاک ہیں ہر عیب سے، اور میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا تھا۔ اس کی سزا میں بھگت رہا ہوں، اور زبان سے تو اپنی غلطی کا اور اپنے ظلم کا اعتراف فرمایا اور پکارا کہ آپ معبود ہیں، آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، اگر میں مچھلی کے پیٹ میں گیا ہوں تو بھی آپ کی مشیت سے گیا ہوں اور نکلے گا تو

بھی آپ کی مشیت سے ہی نکلوں گا، اب بتاؤ اگر انسان بڑی مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے، کوئی ہے جو اس کو بچا سکے، کوئی صورت باہر آنے کی نہیں تھی، کوئی اگر مدد کرنا بھی چاہتا کہ ان کی مدد کرے تو مدد کرنے کی قدرت نہیں تھی، حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکارا اللہ تعالیٰ کو اور کہا: لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین. اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ. ہم نے ان کی پکار سنی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے، پکارتے رہے اللہ تعالیٰ سے مایوس نہیں ہوئے، ہمت نہیں ہاری، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے امید وابستہ رکھی، ظاہر ہے کہ پکارنا پہلے ہی شروع کر دیا ہوگا اس حالت میں لیکن مدد تین دن کے بعد قرآن کریم کہتا ہے کہ ہم نے مچھلی کو حکم دیا کہ نگل دو ایک کنارے پر. ونجینٰہ من الغم. ہم نے ان کو مچھلی کے پیٹ کی گھٹن سے نجات عطا فرمائی جو ان کو مچھلی کے پیٹ میں گھٹن لاحق ہوئی تھی، ان سے ان کو نجات عطا فرمائی۔

اسی طرح مؤمنین کو نجات دیتے ہیں

قرآن کریم نے اس کے بعد فرمایا: وَ كَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ. اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں، یہ کیا فرما دیا؟ کہ اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن اس طرح مچھلی کے پیٹ میں جائے گا، اور اس کو نجات دیں گے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی تم تاریکیوں میں گھر جاؤ، چاروں طرف سے تم پر اندھیرا مسلط ہو جائے، اور ہر طرف سے تمہیں مایوسی

ہونے لگے تو ہمیں اس وقت پکارو تو ہم تمہیں نجات دیں گے، ہم تمہیں نجات کے راستے پر لے جائیں گے۔

مایوس مت ہو جاؤ

میرے بھائیو! اس آیت نے بھی سبق دے دیا، اور "اھدنا الصراط المستقیم" نے بھی کہ میرے بندو! گھبراؤ نہیں، پریشان نہ ہو، مایوس نہ ہو، کہ حالات کی خرابی سے مایوس ہو کر بیٹھ جاؤ، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ، اور سمجھو کہ کوئی راستہ نہیں رہا، ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ راستہ پیدا کرنے والے ہیں، اور وہ راستہ یہ ہے کہ مجھے پکارو، ایاك نعبد و ایاك نستعین، اھدنا الصراط المستقیم، ہمیں پکارو، ہم سے مانگو۔

چالیس روز تک یہ دعا کرو

اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیے ہر روز بلا ناغہ، کوئی دن خالی نہ جائے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگے کہ یا اللہ! میں صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہوں، لیکن رکاوٹیں ہیں، مشکلات ہیں۔ ماحول دوسری طرف مجھے لے جا رہا ہے، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے اس ماحول کی خرابی سے بچا لیجئے، اور اپنے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، یہ مانگو یہ ایسا عمل ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی آدمی چالیس دن یہ عمل کرے، دل لگا کر مانگے، خشوع کے ساتھ مانگے، مانگنے کی طرح مانگے تو فرماتے ہیں کہ چالیس دن عمل کر کے دیکھ لو انشاء اللہ چالیس

دن بعد اس کو دروازے کھلتے ہوئے نظر آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کو توفیق ہوگی، اس کی زندگی میں انقلاب آئے گا، خوشگوار انقلاب، اطمینان کا انقلاب انشاء اللہ آئے گا، لیکن کر کے تو دیکھو!

دنیا کی فکرات میں مدہوش ہیں

ہوتا یہ ہے کہ ہم لوگ غفلت میں زندگی گزار رہے ہیں، صبح سے لے کر شام تک کی سوچ بچار اور دوڑ دھوپ کا محور یہ دنیا ہی دنیا بنی ہوئی ہے کہ کس طرح ہم پیسہ زیادہ کمالیں، کس طرح ہمارا بینک بیلنس زیادہ ہو جائے، کس طرح ہمارا مکان اچھا ہو جائے، کس طرح ہمیں گاڑی اچھی مل جائے، ساری سوچ بچار کا دوڑ دھوپ کا محور بس دنیا ہے، لیکن مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ آخرت کی زندگی میں ہمارا کیا حشر ہونا ہے؟ اس کی فکر بہت کم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بس بہانے ڈھونڈتے ہیں کہ بھئی ماحول خراب ہے، لہٰذا ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ، اور کچھ کرو نہیں، جیسے زمانہ بہہ رہا ہے، اسی کے بہاؤ پر تم بھی بہو، لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، تم بھی بولو، لوگ رشوت کھا رہے ہیں، تم بھی کھاؤ، اسی بہاؤ پر گزرتے ہوئے ساری زندگی گزر جائے گی۔

روزانہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کر لیا کرو

قرآن کہتا ہے کہ خدا کے لیے ذرا سوچو، اور کچھ نہیں یہی کام کر لو، اس میں کوئی لمبی چوڑی محنت بھی نہیں کرنی پڑتی، وہ یہ کہ روز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر چند منٹ دعا کیا کرو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، راستہ کس طرح کھلتے ہیں، میں

نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا ہے، خود تجربہ کیا ہے، کیسے کیسے لوگ جو آکر شکایت کرتے تھے کہ ہمارے اوپر دروازے بند ہیں، رحمت کے دروازے بند ہیں، انصاف کے دروازے بند ہیں، اور دین کے اوپر چلنے کے دروازے بند ہیں، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا، ان کو راستہ بتایا، انہوں نے عمل کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دروازے کھول دیے، تھوڑی سی قربانی دینی پڑی، لیکن قربانی دینے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دیے، اور پہلے سے زیادہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا فرمائی، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دھیان سے یہ الفاظ پڑھو

جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور یہ الفاظ پڑھتے ہیں: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. ذرا دھیان کر کے پڑھا کریں کہ ہم واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگ رہے ہیں، واقعی ہدایت مانگ رہے ہیں، واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ سے سیدھا راستہ مانگ رہے ہیں، یہ دھیان کر کے پڑھیں، الگ بیٹھ کر تنہائی میں بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگیں، اور روز کا معمول بنالیں، پھر دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح دروازے کھولتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی وسیع ہے کہ یہ شیطانی اور طاغوتی چکر جو دنیا بھر میں چل رہے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ ان کو دور کرنے میں قدرت نہیں رکھتا؟ کیا ان کا بندہ اگر مانگے گا تو وہ راستے کو کھولیں گے نہیں اپنے بندے کیلئے؟ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی فرما دیا کہ

رب العالمین ہم ہیں، رحمن ہم ہیں، رحیم ہم ہیں، مالک یوم الدین ہم ہیں، یہ سب کچھ ہم ہیں، پھر بھی تم کہیں اور جا رہے ہو، لہذا پکارو تو ہمیں پکارو، اور ہم سے مانگو، سارے مسائل ہمارے سامنے پیش کرو، اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ضرور راستہ کھولیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

تفسیر سورۃ فاتحہ (۱۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا۔اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ،اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! آج بڑے وقفے کے بعد آپ حضرات سے

ملاقات ہوئی ہے، اس سے پہلے سورۂ فاتحہ کا درس چل رہا تھا، اسی سلسلے کو ذہن میں تازہ کرنے کیلئے میں پہلے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، پھر اس کے بعد اس کی آخری آیت کے بارے میں کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ سورۂ فاتحہ چونکہ ہر نماز میں اور ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس لئے اس کے معانی اور اس کے مضامین ہم میں سے ہر شخص کو معلوم ہونے چاہئیں، تاکہ جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھیں تو اس کے مفہوم کی طرف ذہن جائے، سورۂ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے، پہلی آیت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وہ سب پر رحم کرنے والا ہے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے: مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ. جو مالک ہے روز جزا کا، اس دن کا جس دن سارے انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اور دنیا میں جو اعمال کیے ہیں ان کا حساب، کتاب ہوگا، اور اچھے کاموں کا اچھا بدلہ دیا جائے گا، اور برے کاموں کا برا بدلہ دیا جائے گا، وہ اس دن کا مالک ہے۔

سب ملکیتیں ختم ہونے والی ہیں

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ باری تعالیٰ ہر چیز کے مالک تو ہر وقت ہیں، لیکن ظاہری طور پر انسان کو ملکیتیں دے رکھی ہیں، جیسے ہم نے یہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ہم کپڑوں کے مالک ہیں، میری جیب میں پیسے ہیں، پیسوں کا مالک ہوں، گھر میرا ہے، گھر کا مالک ہوں، لیکن آخرت میں کوئی مالک نہیں رہے گا، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، روز جزا کا ایک ہی مالک ہے اور وہ اللہ تبارک و

تعالیٰ ہے، پھر یہ بتایا گیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس طرح مانگا جائے چنانچہ چوتھی آیت میں فرمایا گیا: اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن. اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور پھر یہ آیت آتی ہے: اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. چونکہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو یا اللہ آپ ہمیں صراط مستقیم کی یعنی سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمایئے، پھر آگے صراط مستقیم کی تفصیل ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ فرمایا: صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ. اے اللہ ان لوگوں کے راستے کی ہدایت عطا فرمایئے جن پر آپ نے انعام فرمایا: غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ. ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر آپ کا غضب نازل ہوا: وَلَا الضَّآلِّیۡن. اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہو گئے۔ آپ سے ہم ان لوگوں کا راستہ مانگتے ہیں جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ یہ ہے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ۔ ان میں سے چار آیتوں کا بیان پچھلے جمعوں میں عرض کر چکا ہوں، اب پانچویں آیت کا بیان ہے: اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. اے اللہ آپ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دیجئے۔

صراط مستقیم کی ہر جگہ ضرورت ہے

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا سکھائی ہے، نہ صرف یہ کہ سکھائی، بلکہ لازم کر دی ہے، ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں ہم سے یہ دعا منگوائی جاتی ہے کہ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، اس دعا میں دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں جمع ہو گئی ہیں، کیونکہ صراط مستقیم کے ہم ہر جگہ محتاج ہیں، ہم جو کام بھی کرنے جا رہے

ہیں اور جو مقصد بھی حاصل کرنا ہو، اس میں ہمیں سیدھا راستہ بتا دیجئے، ایسا سیدھا راستہ جو ہمیں مقصد تک پہنچادے، اگر ایچ پیچ والا راستہ ہو، یا ٹیڑھا راستہ ہو، یا تو وہ ہمیں منزل تک پہنچائے گا نہیں، یا پہنچائے گا تو مشقت کے ساتھ اور تکلیف کے ساتھ پہنچائے گا، اس لئے ہمیں ہر کام میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے۔

علاج میں صراط مستقیم کی ضرورت

فرض کرو بیمار ہو گئے، علاج کرنا ہے، تو علاج کے لئے بھی صراط مستقیم کی ضرورت ہے، کہ بھئی صحیح معالج ذہن میں آئے، معالج کو بھی صراط مستقیم کی ضرورت ہے کہ وہ سمجھے کہ بیماری کیا ہے اور اس بیماری میں کونسی دوا فائدہ مند ہوگی، روزی کمانے جارہے ہیں تو اس میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے کہ کونسی روزی حلال ہے اور کونسی حرام ہے؟ اور کونسی میرے لئے فائدہ مند ہے اور کونسی فائدہ مند نہیں ہے، غرض دنیا کا کوئی بھی کام ایسا نہیں ہے جس میں صراط مستقیم درکار نہ ہو، اس لئے بڑی جامع دعا اللہ تبارک وتعالیٰ نے سکھائی ہے۔

ہم لوگوں کی حالت

لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم لوگ جب سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اس کے مطلب اور معنی کی طرف دھیان دیئے بغیر ایک رٹے ہوئے کلمات کی طرح پڑھتے ہیں، جب اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ایک سوئچ اون ہو گیا، اور اس کے بعد کیسٹ چلنی شروع ہوگئی، نہ یہ پتہ کہ کیا پڑھ رہے ہیں، اور نہ یہ پتہ کہ اس کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟ نتیجہ یہ کہ اس دعا کا جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے تھا، وہ حاصل نہیں ہوتا۔

ہر آیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب

حضور اقدس نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عجیب ارشاد ہے کہ جب بندہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، اور یہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو رب العالمین ہیں، تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ ﴾

میرے بندے نے میری تعریف کی، پھر جب ہم کہتے ہیں: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ ﴾

میرے بندے نے میری ثناء کی، پھر جب بندہ کہتا ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. تو باری تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

﴿ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ ﴾

میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، پھر جب بندہ کہتا ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ هٰذَا بَيْنِیْ وَ بَيْنَ عَبْدِیْ ﴾

اس نے ایسا جملہ کہا ہے، کہ آدھا میرا اور آدھا اس کا، کیا معنٰی؟ کہ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ. کہہ رہا ہے کہ یا اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں، تو یہ بات اللہ کے لئے ہے، اور جب بندہ کہتا ہے کہ: وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو یہ مدد جو مانگ رہے ہیں، یہ اپنے لئے مانگ رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جو مانگے گا

میں اس کو دوں گا، جب بندہ کہتا ہے: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم تو باری تعالیٰ وعدہ فرما لیتے ہیں کہ تم جو مانگ رہے ہو وہ دیں گے، صراط مستقیم دینے کا وعدہ فرما لیتے ہیں، ہوتا کیا ہے کہ ہم بے دھیانی سے ایک سانس میں پڑھتے ہوئے چلے گئے، آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا جواب نہ سنا، اور نہ جواب کا وقفہ دیا، جب تمہاری یہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ کو جواب دینے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت شیخ ابن اکبر علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے ہیں، اور بڑے صوفیا کرام میں سے ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں، اور: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن. کہتا ہوں تو اس وقت تک آگے بڑھتا ہی نہیں جب تک اللہ جل جلالہ کا جواب سن نہ لوں، ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایسا بھروسہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھوں گا ہی نہیں، جب تک آپ کا جواب نہیں سن لوں گا، پھر کہتا ہوں: الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. پھر جواب سنتا ہوں، پھر آگے بڑھتا ہوں، اس لئے سورۂ فاتحہ کا ادب یہ ہے، کہ آدمی ہر آیت پر ٹھہرے، پھر آگے پڑھے، جب دھیان کے ساتھ پڑھے گا: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم. کہ کس سے مانگ رہے ہو، زبان سے ہی نہیں، بلکہ دل سے مانگو، یا اللہ ہمیں صراط مستقیم چاہیے، جب دل سے مانگو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور دیدیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ:

وَ اِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرة:١٨٦)

ترجمہ: میرا بندہ پوچھے کہ میں کہاں ہوں، میں تو قریب ہی ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے، جب آدمی اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھے گا تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ صراط مستقیم کی ہدایت ضرور ملے گی۔ کوئی وجہ نہیں۔ باری تعالیٰ کسی وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے، مانگنے والا چاہیے، مانگنے کی صحیح معنٰی میں خواہش ہو، ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْنَ

ترجمہ: کیا ہم زبردستی ہدایت دے دیں، اور جب تمہیں ہدایت مانگنے کی طلب بھی نہ ہو۔ تمہیں ہدایت پسند نہیں، میرے بھائیو! ہم جب کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہیں، تو بڑے دھیان سے مانگیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے بھکاری بن کر کہ یا اللہ ہم بھکاری بن کر آئیں ہیں، ہمیں صراط مستقیم کی بھیک چاہیے، اپنے فضل وکرم سے دید یجئے۔

صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

دوسرا نکتہ میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ حکم دیا کہ صراط مستقیم مانگو، وہاں صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتایا، وہ اگلی آیت ہے: صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ. اے اللہ ان لوگوں کا راستہ میں چاہتا

ہوں، جن پر آپ کے انعامات نازل ہوئے، وہ کون ہیں؟ یہ سورۃ النساء میں اللہ پاک نے ان کا ذکر کیا:

فأولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين و الشهداء والصالحين (النساء:٦٩)

جن پر اللہ کا انعام ہوا ان میں سے ایک تو حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام ہیں، دوسرے صدیقین، صدیقین انبیاء کرام کے وہ پیروکار اور وہ متبعین ہیں جنہوں نے پوری سچائی کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو ٹھیک کیا، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا، تیسرے شہداء، شہداء وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں اللہ جل شانہ کے دین کیلئے قربان کیں، چوتھے صالحین، صالحین وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کی توفیق عطا فرمائی، اس آیت سے سمجھانا یہ مقصود ہے کہ اگر صراط مستقیم چاہتے ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگ بھی رہے ہو تو صراط مستقیم تمہیں ان حضرات کی صحبت میں ملے گی تو ان حضرات کے طریقے میں ملے گی، یہ دیکھو! انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کا طریقہ کیا تھا؟ اسے اختیار کرو، یہ دیکھو! صدیقین کا طریقہ کیا تھا؟ وہ اختیار کرو، یہ دیکھو! شہداء کا طریقہ کیا تھا؟ وہ اختیار کرو، یہ دیکھو صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ کیا تھا؟ اسے اختیار کرو، تنبیہ اس بات پر فرما دی کہ صراط مستقیم صرف کتاب پڑھنے سے نہیں آجائے گا، کہ تم نے مطالعہ کرلیا، اور پتہ چل گیا کہ صراط مستقیم کیا ہوتا ہے، نہیں: بلکہ اس کیلئے اپنی صحبت درست کرو، اپنا اٹھنا بیٹھنا، اپنا چلنا پھرنا، اپنی ملاقاتیں ایسے لوگوں سے رکھو، جن پر اللہ نے اپنا انعام

فرمایا، پھر تمہیں دین سمجھ میں آئے گا، پھر تم میں دین پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ

یہاں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ فرمادیا، جو آج بھی بہت سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں کسی انسان کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس کتاب قرآن مجید موجود ہے۔ اس کے ترجمے چھپے ہوئے موجود ہیں، ترجموں کے ذریعے قرآن کریم پڑھیں گے، اور اس کے ذریعے جو مطلب سمجھ میں آئے گا اس پر عمل کریں گے، ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ نیک لوگ کیا کر رہے ہیں، اور کس طرح عمل کی تلقین کر رہے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں ہے، اگرچہ پورا قرآن ہی صراط مستقیم ہے، لیکن اس صراط مستقیم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کا راستہ دیکھو، جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا، وہ بتائیں گے تمہیں کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا مطلب کیا ہے، اور اس پر کس طرح عمل کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتداء ہی سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے۔

دو چیزیں ساتھ ساتھ اتاریں

دو چیزیں ساتھ ساتھ اتاری ہیں، ایک تو اللہ نے کتاب اتاری، تورات آئی، انجیل آئی، زبور آئی، اور آخر میں قرآن مجید آیا، دوسرے پیغمبر بھیجے اللہ تبارک وتعالیٰ نے، کوئی کتاب بغیر پیغمبر کے نہیں آئی، کیوں؟ اس لئے تاکہ پیغمبر یہ بتائے

کہ اس کتاب کا مطلب کیا ہے؟ اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ اور لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پیغمبر کی اتباع کرو، پیغمبر کے پیچھے چلو، پیغمبر کی ذات پر ایمان لاؤ، اور اس کے طریقے پر عمل پیرا ہوں، دو چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں، کتاب اللہ اور رجال اللہ، اللہ کی کتاب اور اللہ کے رجال، دونوں کے امتزاج سے دین کی صحیح سمجھ پیدا ہوتی ہے، گمراہی جو پھیلی ہے، وہ اس طرح پھیلی ہے، کہ کچھ لوگوں نے کتاب کو تو پکڑ لیا، اور اللہ نے جو پیغمبر بھیجے تھے، اور پیغمبروں کے ذریعے ہدایت کا اور صحبت کا جو سامان دیا تھا اس سے قطع نظر کرلی، ہم بس اللہ کی کتاب پڑھیں گے، ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے، ہمیں نمونوں کی کیا ضرورت ہے، العیاذ باللہ العلی العظیم، ارے اگر نمونے کی ضرورت نہ ہوتی تو پیغمبروں کو بھیجنے کی ضرورت کیا تھی، مکہ کے کافر کہتے تھے قرآن ہمارے اوپر براہ راست کیوں نازل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ انسانوں کی ہدایت کیلئے تنہا کتاب کافی نہیں ہوا کرتی، جب تک معلم و مربی اس کتاب کا موجود نہ ہو، یہ انسان کی فطرت ہے، دنیا کا کوئی بھی علم و فن آدمی صرف کتاب کے مطالعہ سے حاصل نہیں کرسکتا، جب تک اس کا مربی موجود نہ ہو۔

کتاب پڑھ کر ڈاکٹر نہیں بن سکتے

کوئی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ لے، اور پڑھ کر علاج شروع کردے تو وہ قبرستان ہی آباد کرے گا، بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ کھانا پکانے کی کتابیں لکھی

ہوئی ہیں، اس میں لکھا ہے کہ بریانی ایسے بنتی ہے، قورمہ ایسے بنتا ہے، کباب ایسے بنتے ہیں، تو کتاب سامنے رکھ کر بناؤ قورمہ تو خدا جانے کیا ملغوبہ تیار ہو جائے گا، جب تک کسی ماہر یا ورچی نے تمہیں کھانا پکانا نہ سکھایا ہو، محض کتاب دیکھ کر پکاؤ گے، تو کبھی اچھا نہیں پکا سکتے۔

اللہ کی کتاب کے لئے رسول کی ہدایت

اللہ کی کتاب جو ہدایت کا بہت بڑا سامان ہے، لیکن اس کتاب پر عمل کر کے زندگی کیسے گزاری جائے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور حالات زندگی جب تک نہ سیکھے، اس وقت تک انسان اس کتاب کو سمجھ نہیں سکتا، اسطرح جیسے کتاب اللہ پر ایمان ضروری ہے، اللہ کے رجال پر بھی ایمان ضروری ہے، تو قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ اگر صراط مستقیم چاہتے ہو تو ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا، اس سے سمجھ میں آئے گا کہ صراط مستقیم کیا چیز ہے، اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اچھے لوگوں سے تعلق رکھو، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے تم میں اچھائیاں منتقل فرماتے ہیں: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر اللہ نے غضب کیا، اور جو گمراہ ہوئے۔ یعنی اچھی صحبت اختیار کرنے کی تاکید بھی فرما دی، اور بری صحبت سے احتراز کی تاکید بھی فرمائی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان لوگوں کے پیچھے چل پڑو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے، اور جو گمراہی کے راستے پر پڑے ہوئے ہیں، تو اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ صراط مستقیم کو حاصل کرنے کا

راستہ یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا راستہ اختیار کرو، اور انکی صحبت اختیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت کاملہ سے ہم سب کو صراط مستقیم عطا فرمائے، اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرما کر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

حضور پر جادو کا اثر اور اسکا کاتوڑ

سورۃ الفلق (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	19th-Dec-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور پر جادو کا اثر اور اسکا توڑ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ● بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ● مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ● وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ● وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ● وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِكِ النَّاسِ ● اِلٰهِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ. ●

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! کچھ عرصہ پہلے میں نے یہ سلسلہ شروع کیا

تھا کہ قرآن کریم کی جو صورتیں ہم نمازوں میں پڑھتے ہیں، اور اکثر مسلمانوں کو یاد بھی ہوتی ہیں، اُن کی کچھ تفسیر اور تشریح آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جائے، اُس سلسلہ میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کافی عرصے سے چلتی رہی، الحمد للہ بقدر ضرورت اُس کا بیان مکمل ہو گیا تھا، میں کچھ وقتی مسائل آئے، جن پر بیان ہوتا رہا، اور اب پھر میں اسی سلسلہ کی طرف لوٹ رہا ہوں، اور اس کے لئے میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کی ہے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا شانِ نزول

یہ دو سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یہ قرآن کی آخری سورتیں ہیں، اور ان کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے، معوذتین کے معنی یہ ہیں کہ وہ دو سورتیں جن میں اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے، ان سورتوں کے نازل ہونے کا ایک خاص واقعہ ہے، جن میں یہ سورتیں نازل ہوئی تھیں، صحیح احادیث میں اس کی تفصیل یہ آئی ہے کہ جب نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا، آپ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں گزارنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں مدینہ منورہ میں ایک بڑی تعداد یہودیوں کی تھی، یہودی نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا حسد رکھتے تھے، حسد ان کو اس بات پر تھا کہ یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے، اور پچھلے تمام انبیاء کرام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام، اور ایک حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام جن

کا دوسرا نام اسرائیل بھی ہے، پچھلے جتنے انبیاء کرام آئے، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آئے، یعنی بنو اسرائیل میں آئے، یہ یہودی بھی بنو اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سب سے آخری نبی اور سب سے آخری پیغمبر جو سب سے افضل پیغمبر بھی ہیں، یعنی نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث کیا گیا، تو یہودیوں کو یہ حسد ہوا کہ اگرچہ ان کی کتابوں میں یعنی تورات میں زبور میں انجیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارتیں موجود تھی، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے بتایا ہوا تھا کہ آخر میں ہم ایسے پیغمبر بھیجیں گے جو خاتم النبیین ہوں گے، اور جن کی نبوت ساری دنیا کے لئے ہوگی، اور قیامت تک کے لئے ہوگی۔ یہ ساری باتیں تورات اور انجیل میں پہلے سے موجود تھیں، ان یہودیوں کو یہ خیال تھا کہ جس طرح اب تک سارے انبیاء کرام بنو اسرائیل میں آتے رہے ہیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آتے رہیں ہیں، اسی ترح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی خاندان میں آئیں گے، لیکن جب وہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ السلام کی اولاد میں آگئے، تو ان کو حسد ہوگیا، اور اس حسد کی وجہ سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں ان کی طرف سے پہنچانے کا سلسلہ شروع ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ چاہا کہ یہودیوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہ ہو، چنانچہ ایک معاہدہ کیا کہ بھئی ہم آپس میں امن وسکون کے ساتھ رہیں گے، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے، ایک بہت بڑا معاہدہ کیا نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے، ظاہر میں تو انہوں نے معاہدہ کرلیا، لیکن اندرون خانہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان سازشوں کا ذکر آیا ہے۔

حسد کی وجہ سے یہودی کا جادو کرنا

اسی حسد کی وجہ سے ایک یہودی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا، اس جادو کی وجہ سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی، اور ناساز اس طرح ہوئی کہ بعض اوقات آپ کو ایسا ہوتا کہ یہ کام آپ نے کر لیا ہے، مگر خیال ہوتا تھا کہ نہیں کیا، اس طرح کی کیفیت اور اس کی وجہ سے ایک طرح انقباض کی کیفیت طاری رہتی، آپ کو یہ تکلیف کئی دن تک جاری رہی، ایک دن آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مجھے جو تکلیف چل رہی ہے اس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے خواب میں اس کا اصل سبب بتا دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

اور میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے، اور انہوں نے آپس میں گفتگو شروع کی کہ ان صاحب کو کیا ہوا ہے؟ ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے، پہلے فرشتے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم کے نام سے ایک یہودی ہے، اس نے جادو کیا ہے، پھر پہلے نے سوال کیا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اور کہاں کیا ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کنگھے کے ذریعہ

جادو کیا ہے، اور کنگے کے اندر جو بال آجاتے ہیں کنگا کرتے وقت ان بالوں کو بھی استعمال کیا ہے، پوچھا کہ کہاں ہے؟ جواب دیا کہ وہ ایک کنواں ہے بئر ذروان کے نام سے وہاں پر اس نے جادو کے کلمات پڑھ پڑھا کر وہاں دفن کر دیئے، یہ ساری تفصیل نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان فرشتوں کے ذریعہ بتادی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اس تکلیف کے بارے مجھے ساری تفصیل اس طرح بتادی ہے، چنانچہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر آپ نے دیکھا کہ اس کا پانی بالکل پیلا پڑا ہوا تھا، وہاں سے وہ کنگا بھی برآمد ہو گیا، کنگے کے اندر جو بال تھے وہ بھی برآمد ہو گئے، پھر اسی موقع پر یہ دو صورتیں نازل ہوئیں، جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھیں۔

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

سورة الفلق کا ترجمہ

قــــل کے معنی ہیں کہو تو نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سکھایا کہ کہو، ان الفاظ کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو اور کہو: میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کے وقت پو پھٹنے کی مالک ہے، جس کے حکم سے صبح کو پو پھٹتی ہے، یعنی صبح نمودار ہوتی ہے اور میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی، میں پناہ مانگتا ہوں رات کے اندھیرے سے جب وہ پھیل جائے، اور ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں، اور

اس شخص کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو حسد کرنے والا ہو یعنی حسد کرے اور حسد کے نتیجے میں تکلیف پہنچائے میں اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

جیسے کہ آپ نے سنا ہوگا کہ جادوگر یہ عمل کرتے ہیں کچھ پڑھا اور گرہ بنادی، پھر کچھ پڑھا اور گرہ بنادی، پھر کچھ پڑھا اور گرہ بنادی تو ان کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں، بعض روایات میں آتا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی جس نے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا، اس نے اپنی لڑکیوں کو جادو سکھایا تھا، اور ان لڑکیوں نے تانت کے دھاگے کو لے کر اس میں گرہیں باندھیں تھیں اور وہ تانت کے دھاگے کو کنگے کے اندر لگا دیا تھا۔

ہر ایک آیت پر ایک گرہ کھول دی

قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں، اور اس دھاگے کے اوپر بھی گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ایک آیت پڑھتے اور اسکی ایک گرہ کھول دیتے، دوسری آیت پڑھتے اور دوسری گرہ کھول دیتے، تیسری آیت پڑھتے پھر تیسری گرہ کھول دیتے، یہاں تک کہ گیارہ آیتیں پڑھ کر گیارہ کی گیارہ گرہیں کھول دیں، جب وہ گرہیں کھل گئیں تو نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ:

"ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں کچھ بندھا ہوا تھا اور اب کھل گیا ہوں"

تو جادو کا جو اثر تھا اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے زائل فرمادیا۔

فرائضِ رسالت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا

یہاں میں یہ بات بھی عرض کردوں کہ انبیاء کرام خاص طور سے افضل الانبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بھی انسان، کوئی شیطان، کوئی جن ایسا جادو نہیں کر سکتا کہ انبیاء کرام کو ان کے فرائض رسالت کو ادا کرنے میں رکاوٹ بن جائے، اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو اس سے محفوظ رکھتے ہیں کہ ان پر ایسی حالت طاری ہو جائے کہ جس کے نتیجے میں کہ وہ اپنی نبوت کے فرائض انجام نہ دے سکیں، ایسا نہیں ہوسکتا، دنیا کی ساری طاقتیں بھی جمع کر کے بھی کوئی انبیاء کرام او پر ایسی حالت طاری نہیں کر سکتا، چاہے وہ جادو کے ذریعے ہو، یا کسی اور ذریعے سے ہو جس سے انبیاء کرام کے فرائض رسالت میں کوئی رکاوٹ پڑے۔

انبیاء پر جادو چل سکتا ہے

البتہ انبیاء کرام بھی انسان ہوتے ہیں، اگرچہ تمام انسانوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں، لیکن انسان ہوتے ہیں، اور انسان ہونے کی وجہ سے ان اوپر بیماریاں بھی آتی ہیں، نزلہ بھی آ گیا، بخار ہو گیا، یا کوئی اور بیماری لاحق ہوگئی، یہ انبیاء کرام کو ہوتا رہتا ہے، جس طرح اگر کوئی آدمی کھانے پینے میں بے احتیاطی کرے اس سے بیماری ہو جاتی ہے، اسی طرح انبیاء کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اسی طرح جادو کے ذریعے کوئی بیماری آ جائے تو یہ انبیاء کرام کی نبوت کے منافی نہیں ہے جس طرح عام آدمی کو بخار آ سکتا ہے جس طرح عام آدمی کو نزلہ ہوسکتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو جادو کی وجہ سے کوئی جسمانی تکلیف ہو جائے تو یہ کوئی

مستبعد بات نہیں ہیں ایسا ہو سکتا ہے اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا، اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر تمام حالات طاری کر کے دکھائے ہیں کہ ایسی حالت اگر طاری ہو تو آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ کی سنت کیا ہوگی؟ ایسے موقع پر ایک مسلمان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ یہ ساری باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور آپ کی سیرت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے نمونے کے طور پر بتادیں، تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگ حسد کی وجہ سے یا کسی اور بدخواہی کی وجہ سے دوسروں پر جادو کر دیتے ہیں تو جادو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ بیماری، یہ بھی ایک ذریعہ ہے تکلیف پہنچنے کا۔ اس کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر آیا ہے، اس واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر بھی جادو کا اثر ظاہر کرایا، اس کے ذریعہ ایک تو یہ دکھا دیا کہ جادو کرنے والا اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا لے، تب بھی نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ اس سے پوری امت کو سبق دیا کہ اگر کسی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ چنانچہ یہ دو سورتیں نازل فرما کر یہ بتایا کہ کسی پر جادو کا کوئی اثر ہو تو اس کو یہ سورتیں پڑھنی چاہیں اور ان سورتوں کے پڑھنے کے نتیجے میں انشاء اللہ اس جادو کا اثر اس سے زائل ہوگا اور اگر کسی پر جادو کا اثر نہیں ہے تب بھی ان دو سورتوں کا معمول بنالینا اور پڑھنا اس کی حفاظت کا ذریعہ ہوگا انشاء اللہ وتعالیٰ۔

صبح وشام یہ سورتیں پڑھا کریں

چنانچہ ایک صحابی سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو

سورتیں مجھ پر ایسی نازل ہوئی ہیں، جو اس سے پہلے کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئی تھیں، اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم صبح شام اس کو پڑھا کرو، صبح کو بھی پڑھو اور شام کو بھی پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو بلاؤں سے، آفتوں سے، مصیبتوں سے، محفوظ رکھیں گے، اور خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دو سورتیں، سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی اور سورۃ البقرہ کی کچھ آیتیں اور چاروں قل پڑھا کرتے تھے اور رات کو سونے سے پہلے **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر آپ اپنے دست مبارک پر دم کرتے، اور پورے جسم پر ہاتھوں کو پھیر لیا کرتے تھے، یہ معمول نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری زندگی رہا۔

مرض الوفات میں آپ کی کیفیت

اور جب مرض وفات میں سخت بیماری کا وقت تھا، اور وفات کا وقت قریب تھا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چونکہ میں نے آپ کو ساری زندگی دیکھا تھا کہ سونے سے پہلے آپ **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر سارے جسم پر پھیر لیتے تھے، لیکن اس وقت صورتحال ایسی تھی کہ آپ بیماری کی شدت کی وجہ سے نہ تو صحیح طرح پڑھ پا رہے تھے، اور نہ ہاتھوں میں اتنی طاقت تھی کہ آپ خود ہاتھ اٹھا کر اپنے جسم پر پھیر لیں، تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے خود **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھیں، اور اپنے ہاتھ پر دم کرنے کے بجائے سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کیا، اور اپنے ہاتھ سے آپ کے دست مبارک اٹھا کر سارے جسم پر پھیرے، تو یہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ساری زندگی یہ معمول رہا کہ سونے سے پہلے یہ دو سورتیں آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور یہ بھی تلقین فرمائی کہ صبح کو بھی پڑھو اور شام کو بھی پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ حفاظت فرمائیں گے۔

دشمنوں کے شر سے بچنے کا مؤثر ذریعہ

تو یہ ہے ان دونوں سورتوں کے نازل ہونے کا پس منظر اور ان کا شان نزول، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتادیا کہ جب کسی کو ایسی صورت پیش آنے یا پیش آنے کا اندیشہ ہو تو آدمی کو یہ دونوں سورتیں پڑھنی چاہیں، اور قل کہہ کر فرمایا یہ کہو، یہ سورتیں پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں کیا کچھ تاثیر رکھی ہے، وہی جانتے ہیں، لیکن یہ انسان کو بلاؤں سے، آفتوں سے، جادو سے، دشمن کے شر سے، اور حاسد کے حسد سے بچانے کیلئے بڑا مؤثر ذریعہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

برائی کا بدلہ نہ لو، معاف کردو

یہاں ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعے اس آدمی کا نام تک بتادیا گیا تھا، جس نے جادو کیا تھا، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتادیا تھا کہ وہ لبید بن اعصم ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نام تک بتادیا ہے، تو پھر آپ اس کا

اعلان کر دیجئے کہ فلاں شخص نے جادو کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف تو دور فرمادی، میری طبیعت الحمد للہ ٹھیک ہوگئی۔ اب میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس شخص کو تکلیف پہنچائیں، یعنی میں اگر نام کا اعلان کردوں گا، تو وہ صحابہ کرام جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثار تھے، آپ کے پسینے کے قطرے پر خون کے قطرے بہانے کو تیار تھے، وہ اس کو مارتے، یا قتل کر دیتے، یا اس کے ساتھ کوئی اور ایسا سلوک کرتے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ شر پیدا کرنا نہیں چاہتا، بس اللہ نے میری تکلیف دور کر دی یہ کافی ہے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل نے یہ سبق دیا کہ اگر آدمی دوسرے کو تکلیف پہنچائے، یا دوسرے کے ساتھ دشمنی یا عداوت کا معاملہ کرے، تو اگرچہ شریعت نے حق دیا ہے، اس سے بدلہ لینے کا، اور اس کو سزا دلوانے کا، لیکن اگر وہ نظر انداز کر دے، اور بدلہ نہ لے تو یہ انبیاء کرام کا طریقہ ہے۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ ایک آدمی نے دشمنی کی تھی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی دشمنی کے اثر کو زائل کر دیا، اس کو بچالیا، لیکن دشمنی کرنے والے کا جواب دشمنی سے نہ دیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو ایک عظیم سبق دے دیا کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم برائی سے بچنے کا جو طریقہ اختیار کر سکتے ہو کرلو، اپنے آپ کو برائی سے بچالو، لیکن باوجودیکہ تمہیں حق ہے اس سے بدلہ لو، لیکن اگر بدلہ نہ لو گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہوگا، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی جگہ جگہ حکم دیا ہے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ دفع کرو، تو یہ ایک عظیم سبق سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ میں اس امت کو دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فضل وکرم سے ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین) باقی تفصیل انشاء اللہ اگر اللہ نے زندگی دی تو اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

ہر چیز کے شر سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	26^{th}-Dec-2008
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر چیز کے شر سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہِ وَعلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ، وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ اٰمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشّٰکرین۔

تمہید

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز! یہ سورت جو میں نے ابھی آپ کے سامنے

پڑھی ہے سورۃ الفلق کہلاتی ہے، اور پچھلے جمعہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دونوں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور اس موقع پر نازل ہوئیں جب نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی نے جادو کرنے کی کوشش کی تھی۔ تفصیلی واقعہ پچھلے جمعہ میں عرض کر چکا ہوں، تو اس موقع پر یہ سورتیں نازل ہوئیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ یہ سورتیں تلاوت فرمائیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، اور جس دھاگے پر جادو کرنے والے نے جادو کیا تھا، اس میں بھی گیارہ گرہیں تھی، آپ ایک آیت تلاوت فرماتے اور ایک گرہ کھولتے، یہاں تک کہ گیارہ کی گیارہ گرہیں کھول دی گئیں، اور اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا جیسا کہ میں کسی قید سے آزاد ہو گیا ہوں، ان سورتوں کا نزول اسی خاص واقعہ میں ہوا لیکن یہ پوری امت کے لئے عظیم ہدایتوں پر مشتمل سورتیں ہیں۔

پہلی آیت مطلب

فرمایا گیا قل اعوذ برب الفلق کہو میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کے وقت پو پھٹنے کی پروردگار ہے۔ اس آیت میں اللہ جل شانہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا، لیکن اللہ جل جلالہ کی یہ صفت بیان فرمائی گئی کہ آپ صبح کے وقت روشنی پھوٹنے کے پروردگار ہیں۔ یعنی جس طرح انسان روزانہ مشاہدہ کرتا ہے کہ رات آتی ہے، اور اندھیرا چھا جاتا ہے، تاریکی ہو جاتی ہے، اتنی تاریکی ہو جاتی ہے، اتنا اندھیرا ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز نظر نہیں آسکتی، لیکن اللہ جل جلالہ اس اندھیرے کو اس

طرح رفع فرماتے ہیں کہ اسی اندھیرے سے صبح کے وقت میں پو پھٹتی ہے، یعنی روشنی نمودار ہوتی ہے، یہ روز کا مشاہدہ ہے انسان کا کہ یہ تاریکی جو چھاتی ہے، یہ ہمیشہ کے لیے نہیں چھاتی، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تاریکی کو اس اندھیرے کو صبح کے وقت دور فرما دیتے ہیں، قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے:

قُلْ اَرَئَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَاءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ. (سورۃ القصص: ۷۱)

ترجمہ: ذرا یہ سوچو کہ اگر یہ اندھیرا جو رات کے وقت میں چھا جاتا ہے، یہ ابدی اور دائمی ہو جائے، یعنی مستقل اندھیرا ہی اندھیرا رہے، تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے، اللہ تعالیٰ نے روشنی کا ایک ذریعہ سورج کو بنایا ہے، سورج کی روشنی ہم تک آتی ہے، اس سے دن ہوتا ہے، اس سے روشنی پھیلتی ہے، نور پھیلتا ہے، پھر اسی سورج کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نظام کے تحت چھپا دیتے ہیں، زمین گردش کرتی ہے، اور سورج پیچھے چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اندھیرا چھا جاتا ہے، تو دراصل اس کائنات میں اندھیرا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی کو اس طرح مقرر فرما دیا کہ اس اندھیرے میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے، اگر کسی وقت فرض کرو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں روک دے تو رات ہی رات اندھیرا ہی اندھیرا اور ظلمت ہی ظلمت طاری رہے گی۔

چھ ماہ کی رات

اور یہ منظر ان جگہوں پر نظر آتا ہے جو بالکل انتہائی شمالی علاقے ہیں، جو دنیا

کے قطب شمالی کے قریب ہیں، وہاں چھ چھ مہینے رات رہتی ہے، اور اسی کے قریب ایک ملک ''ناروے'' میں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا، وہاں ہم ایک جگہ پر گئے تو تین دن اس طرح گزارے کہ اس میں سورج نظر نہیں آیا، مسلسل رات ہی رات رہی، وہاں مجھے یہ آیت کریمہ یاد آرہی تھی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ . (سورۃ القصص: ۷۱)

اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو مستقل اور دائمی کر دے، اندھیرا چھایا ہی رہے تو کون ہے اللہ کے سوا جو تمہیں روشنی لاکر دے سکے؟ افلا تسمعون؟ کیا سنتے نہیں ہو اتنی بات؟ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا فضل وکرم ہے کہ اندھیرا چھاتا ہے، اور روز چھاتا ہے، تاریکی آتی ہے، روز آتی ہے، لیکن وہ ہمیشہ اور مستقل نہیں رہتی، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس تاریکی میں سے ہی نور پیدا فرمادیتے ہیں، اسی سے روشنی نکال دیتے ہیں، تو یہ ہے رب الفلق صبح کی روشنی کا مالک بے نیاز، اور اس سے اشارہ اس طرف کردیا کہ اندھیرا انسان کے لیے اس معنی میں تکلیف دہ ہے کہ اس میں آدمی راستہ بھی بھٹک سکتا ہے، اس میں انسان گر بھی سکتا ہے، اندھیرے کے اندر گمراہی بھی اختیار کر سکتا ہے، شر کی قوتیں بھی رات کے وقت زیادہ فعال ہوتی ہیں، تو جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ تاریکی دور کر دیتے ہیں، اندھیرا دور کر دیتے ہیں، اسی طرح صبح کی روشنی بھی نمودار کرتے ہیں۔

تکلیف دور کرنے والی ذات وہی ہے

اسی طرح وہی ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی

ہے، کسی نے کوئی نقصان پہنچایا ہے، کوئی بھی زحمت تمہیں لاحق ہوئی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہاری تکلیف کو دور کرے، تمہارے صدمے کو رفع کرے، تمہاری اس اذیت کو راحت سے تبدیل کردے، یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی لیے فرمایا: قل اعوذ برب الفلق کہو، میں پناہ مانگتا ہوں اس پروردگار کی جو پروردگار ہے صبح کو نکالنے کا۔

کس چیز کی پناہ مانگتا ہوں؟

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں پناہ مانگتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جو اللہ جل جلالہ نے پیدا فرمائیں، باری تعالیٰ انسانوں کا بھی خالق ہے، فرشتوں کا بھی خالق ہے، پیغمبروں کا بھی خالق ہے، شیطانوں کا بھی خالق ہے، کافروں کا بھی خالق ہے، سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اب ان میں سے کچھ چیزیں ایسی ہیں جو شر پھیلاتی ہیں، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، ان سب کو ان الفاظ میں جمع کردیا، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی جتنی بھی کائنات میں چیزیں پائی جاتی ہیں، مخلوقات پائی جاتی ہیں، ان سب کے شر سے میں اس رب الفلق کی پناہ مانگتا ہوں۔

تکلیف سے کوئی انسان خالی نہیں

ان دو آیتوں میں یہ تعلیم دی کہ اس کائنات میں انسان کو تکلیف تو ضرور پہنچتی ہے، کوئی کتنے بڑے سے بڑا دولت مند ہو، سرمایہ دار ہو، حاکم ہو، اور بڑے سے بڑا نیک آدمی ہو، پیغمبر ہو، نبی ہو، ولی ہو، تکلیف سے کوئی خالی نہیں، اس دنیا

میں کچھ نہ کچھ کبھی نہ کبھی تکلیف پہنچ جاتی ہے، انسان کتنا ہی اقتدار حاصل کر لے، دنیا پر اپنا رعب کا سکہ جمالے، لیکن کبھی نہ کبھی جوتا پڑھ ہی جاتا ہے، اس کے اوپر کوئی انسان ایسا نہیں کائنات میں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ساری زندگی میں مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

تین عالم

اللہ تعالیٰ نے تین عالم پیدا فرمائے ہیں ایک عالم ایسا ہے جس میں راحت ہی راحت ہے، آرام ہی آرام ہے، خوشی ہی خوشی ہے، وہ ہے جنت، ایک عالم ایسا ہے جس میں رنج ہی رنج ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے، صدمہ ہی صدمہ ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے وہ ہے جہنم۔ اور ایک عالم ایسا ہے جس میں دونوں چیزیں ملی جلی چلتی ہیں، کبھی تکلیف آگئی، کبھی آرام آگیا، کبھی خوشی مل گئی، وہ یہ دنیا ہے، یہ عالم ایسا ہے کہ اس میں نہ خوشی کامل ہے، نہ تکلیف کامل ہے، دونوں چیزیں ساتھ چلتی ہیں، لہٰذا تکلیف تو آئیں گی، ضرور آئیں گی۔

اللہ کی طرف رجوع کرو

لیکن جو بھی تکلیف آئے، تو اس تکلیف کے آنے پر تمہارا کام یہ ہونا چاہئے کہ تم اس تکلیف کے خالق کی طرف رجوع کر کے کہو: کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس تکلیف سے قل اعوذ برب الفلق. من شر ما خلق. اے اللہ میں آپ ہی کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو آپ نے پیدا فرمائی ہے، تو جب تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو گے، کیونکہ تکلیف بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے،

تکلیف کا سبب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پناہ میں لے لیں گے، یا تو وہ تکلیف رفع ہو جائے گی، یا تو وہ تکلیف تمہارے لیے نعمت اور رحمت بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے سے دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی، تیسری نہیں ہوسکتی یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے تحت اپنی قدرت کے تحت اپنی رحمت کے تحت وہ تکلیف تم سے دور کر دیں گے، اور اگر تکلیف کا دور ہونا کسی وجہ سے مقدر میں نہیں ہے، تو وہ تکلیف اور مصیبت تمہارے لیے رحمت بن جائے گی، اس معنی میں کہ اس تکلیف اور مصیبت سے تمہارے گناہ معاف ہوں گے، تمہیں اجر ملے گا، تمہیں ثواب عطا ہوگا، تم اس تکلیف پر صبر کرو گے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا پر راضی رہو گے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہو گے، تو تمہیں صبر کا اجر وثواب ملے گا۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر ۱۰)

صابروں کو ان کا اجر بے حساب ملے گا، یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آخرت میں صبر کرنے والوں کو صبر کا اجر دیا جائے گا، صبر کا ثواب دیا جائے گا، تو لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالوں کو قینچیوں سے کاٹا گیا ہوتا تو اس پر ہم صبر کرتے تو آج جو بے حساب اجر صابروں کو مل رہا ہے وہ ہمیں بھی ملتا۔

مؤمن اور کافر کے درمیان فرق

یہی فرق ہوتا ہے مومن میں اور کافر میں، کافر جس کا اللہ ایمان نہیں، اللہ

جل جلالہ کی قدرت پر، اس کی رحمت پر، اس کی حکمت پر ایمان نہیں، تکلیف اسے بھی آتی ہے، اور ایک مومن کو بھی آتی ہے، لیکن کافر تکلیف کے وقت میں گلہ شکوہ کرتا ہے کہ مجھی پر یہ برائی آنی تھی، یہ مصیبت کیوں آ گئی؟ میں ہی رہ گیا تھا، اس تکلیف کے لیے گلہ شکوہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اور اس کی تقدیر کا شکوہ کرتا ہے، تو وہ تکلیف اس کے لیے سراپا تکلیف ہے، اور مصیبت ہی مصیبت ہے، ''خسر دنیا و لآخرہ '' دنیا میں بھی تکلیف اور آخرت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں، اور ایک مومن کو تکلیف آتی ہے، تو وہ چاہے اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے تدبیر بھی کرے، بیماری آ گئی تو علاج بھی کرے، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے، گلہ شکوہ نہیں کرتا، اور اللہ ہی کی پناہ مانگتا ہے، یا اللہ میں کمزور ہوں، میں اس مصیبت کا تحمل نہیں کر پاتا، میری کمزوری پر رحم فرما کر مجھ سے یہ تکلیف دور فرما دیجیے، تو نتیجہ یہ کہ یہی مصیبت اور یہی تکلیف اس کے لیے رحمت بن جاتی ہے

تکلیف اور اندیشہ کے وقت کہو:

تو اس لیے سکھایا یہ جا رہا ہے اس چھوٹے سے جملے میں کہ کہو، کب کہو؟ جب کہ تمہیں کوئی تکلیف یا تو پہنچ چکی ہو، یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، دونوں صورتوں میں کہو، اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق۔ میں تو رب الفلق کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا سبق دیا جا رہا ہے، اور جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے، تو پھر دو حال سے خالی نہیں رہ سکتا، یا تکلیف راحت سے بدل جائے گی، یا پھر جب

تک وہ تکلیف باقی رہے گی، اس وقت تک اس کے لئے رحمت ہی رحمت بنی رہے گی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے، یہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہے، کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں ہے، لہٰذا جب بھی کوئی تکلیف آئے، یا اندیشہ آئندہ کے لئے پیدا ہو، تو کہو: قل اعوذ برب الفلق میں اپنے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں، وہ تکلیف چاہے انسانوں کی طرف سے آرہی ہو، کوئی دشمن ہے، وہ تکلیف پہنچا رہا ہے، یا جنات کی طرف سے آرہی ہو، شیطانوں کی طرف سے آرہی ہو، بیماری ہو، آزار ہو، فقر وفاقہ ہو، تنگدستی ہو، رشتے داروں کی طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہو، کسی کی بھی طرف سے پہنچ رہی ہو، ہر حالت میں یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگو: من شر ما خلق: اس میں ساری مخلوقات آگئیں۔

اعوذ باللہ پڑھنا

دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ نَزۡغٌ فَسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ :

(سورۃ حم سجدہ: ۳۶)

ترجمہ: جب شیطان تمہیں کوئی کچوکہ لگائے، تو اللہ کی پناہ مانگو شیطن الرجیم سے، کچوکہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں گناہ کا ارادہ پیدا کر رہا ہے، دل میں گناہ کی طرف رغبت پیدا ہو رہی ہے کہ یہ گناہ کر گزروں، اس کی خواہش پیدا ہو رہی ہے، یہ شیطان کا کچوکہ ہے، تو فرمایا ایسے میں اللہ کی پناہ مانگو شیطان رجیم سے: اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ پڑھو، اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان رجیم سے، مثلاً غصہ آگیا، اور انسان آپے سے باہر ہو گیا، اور دماغ میں اشتعال برپا ہے، تو ایسے غصہ کی حالت میں بڑا اندیشہ ہوتا ہے اس بات کا کہ کوئی آدمی کسی دوسرے پر زیادتی کر گزرے، یا کوئی برا کلمہ اس کو کہہ دے، جس سے اس کا دل ٹوٹ جائے، یا گالی والی

دیدے، اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں کا غلط استعمال کر لے، یا کسی کو مار بیٹھے، لہٰذا غصہ بڑی خراب چیز ہے، یہ انسان کو بے شمار گناہوں میں مبتلا کرتا ہے، اس لیے رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا تھا۔ مجھے کوئی مختصر نصیحت فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "لَا تَغْضَبْ" غصہ نہ کرنا، بس اتنی نصیحت فرمائی کہ غصہ مت کرنا، لہٰذا غصہ بڑی خراب چیز ہے، تو جب غصہ آنے لگے، اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ میں اس غصہ سے آپے سے باہر ہو جاؤں گا، اور کوئی غلط کام کر گزروں گا، اس وقت اللہ کی پناہ مانگو اور پڑھو: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: کیونکہ یہ شیطان ہے جو مجھے اس غصہ پر اکسا رہا ہے، تو اللہ کی پناہ مانگو کہو کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان رجیم سے، غرض کسی بھی قسم کا شر ہو، کوئی برائی سامنے آرہی ہو، تو انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے۔

خلاصہ

یہی مطلب ہے قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق کا، کہ کہو: اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں رب الفلق کی ہر اس چیز سے جو آپ نے پیدا فرمائی، یہ مومن کا دن رات کا وظیفہ ہے، یہ نہ ہو کہ کسی خاص وقت میں پڑھ لے، ارے بھئی جب بھی کوئی تکلیف رنج صدمہ پیش آئے، اللہ کی پناہ مانگنے کی طرف رجوع کرو، اللہ تعالیٰ سے رجوع کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرو، یہ وہ چیز ہے جو انسان کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑا مضبوط کر دیتی ہے، اور یہ تعلق مع اللہ کا مضبوط ہونا ہی ساری کامیابیوں کی کنجی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حاسد کے حسد سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	9th-Jan-2009
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاسد کے حسد سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ، وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ، وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ اٰمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم و صدق رسوله النبي الكريم و نحن على ذلك من الشّٰهدين و الشّٰكرين۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے جمعہ سے پہلے دو ہفتوں میں سورہ فلق

کی تفسیر کا کچھ حصہ بیان کیا گیا تھا، مقصد یہ تھا کہ جو یہ سورتیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں، ان کا کچھ مطلب ہمارے ذہن میں رہے، اور ان سورتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ یہ دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جن کو معوذتین کہا جاتا ہے، یہ دونوں سورتیں اس موقع پر نازل ہوئی تھیں جب ایک یہودی نے حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کی کوشش کی تھی، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ سورتیں نازل فرمائیں، اور اس میں آپ کو ان سورتوں کو پڑھ کر جادو کے ازالہ کا حکم دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان سورتوں کی برکت سے اس جادو کا اثر زائل کر دیا، یہ سورۃ فلق جو میں نے ابھی پڑھی ہے، اس میں فرمایا گیا کہ قل اعوذ برب الفلق یہ کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کی مالک ہے، من شر ما خلق ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہے، یعنی کائنات میں جتنی چیزیں ہیں، وہ اللہ جل جلالہ کی ہی پیدا کی ہوئی ہیں، لہٰذا ان میں اگر کوئی شر ہے تو اس شر کا ازالہ بھی اللہ جل جلالہ ہو کے قبضے میں ہے، لہٰذا میں اس کی پناہ مانگتا ہوں، ان دو آیتوں کی کچھ تھوڑی سی تفصیل اور تشریح میں پچھلے دو جمعوں میں عرض کر چکا ہوں۔

اس آیت میں ہر چیز سے پناہ آ گئی

یہاں پہلے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگو جو اللہ نے پیدا کی ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی مخلوقات کے شر سے اللہ ہی پناہ مانگو، اس

میں ساری ہی چیزیں آگئیں، مخلوقات کے تمام شر اس میں داخل ہو گئے، چاہے وہ انسانوں کے طرف سے پہنچنے والی تکلیف ہو، یا جنات کی طرف سے، یا شیاطین کی طرف سے، یا جانوروں کی طرف سے، یا درندوں کی طرف سے، یا حشرا الارض کی طرف سے، جو کوئی تکلیف پہنچنے والی ہے، اس کے شر سے پناہ اس میں آ گئی، لیکن آگے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین چیزوں کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے، پہلی چیز یہ ہے کہ: ومن شر غاسق اذا وقب. میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ چونکہ عام طور سے جو لوگ جادو کرنے والے ہوتے ہیں، یا سفلی عمل کرتے ہیں، وہ زیادہ تر رات کے وقت کا انتخاب کرتے ہیں، اندھیرے کے وقت کا انتخاب کرتے ہیں، اندھیرے میں وہ شیاطین سے بھی تعلق قائم کرتے ہیں، شیطانوں سے بھی مدد مانگتے ہیں، اور رات کے وقت میں اندھیرے کے وقت میں ٹونے ٹوٹکے کیا کرتے ہیں، اس لیے خاص طور سے فرمایا گیا کہ اندھیرا جب چھا جائے اس کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں، کیونکہ رات ہی کے وقت میں زیادہ تر جادو کے کام ہوتے ہیں۔

اندھیرے سے پناہ مانگو

لیکن ساتھ ہی اس میں تعلیم یہ دی گئی ہے کہ اندھیرا ایک ایسی چیز ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے، ہم تو اندھیرا اس کو سمجھتے ہیں کہ سورج کی روشنی چلی گئی رات آ گئی اندھیرا چھا گیا، تو اس کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اندھیرا ہو گیا، لیکن حقیقت میں ہر بری چیز، ہر برا کام، ہر گناہ، اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی

حقیقت میں اندھیرا ہے. فسق و فجور، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکم عدولیاں، یہ سب اندھیرے ہیں، ظلمات ہیں، جو پھیلی ہوتی ہیں، تو ساتھ میں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب کبھی تم اندھیرے میں جاؤ، چاہے اس اندھیرے کا احساس ہوسکتا ہو، یعنی ظاہری اندھیرا ہو، یا اعمال کا اندھیرا ہو، عقائد کا اندھیرا ہو، یا نظریات کا اندھیرا ہو، ان سب اندھیروں میں اللہ جل جلالہ کی پناہ مانگو، ہوتا یہ ہے کہ جب ہم کسی برائی میں گھر جاتے ہیں، یا کوئی تکلیف ہمیں پہنچتی ہے، تو بیٹھ کر تبصرے کرتے رہتے ہیں کہ یہ ہورہا ہے، وہ ہورہا ہے. لوگ ایسی حرکتیں کررہے ہیں، لوگوں میں یہ بات پھیل گئی ہے، لوگوں میں وہ بات پھیل گئی ہے، اس کے شکوے کرتے پھرتے ہیں، لیکن یہ احساس اور یہ دھیان بہت کم لوگوں کو آتا ہے کہ اس اندھیرے کا علاج اگر کوئی ہے، تو وہ اللہ جل جلالہ کی دامن رحمت میں پناہ لینا ہے، اللہ کی پناہ کی طرف رجوع کرنے کی بہت کم لوگوں کو توفیق ہوتی ہے، حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ جب بھی اندھیروں میں گھرو تو ہمیں پکارو۔

حضرت یونس علیہ السلام

دیکھئے! ایک اور جگہ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کو ہر کوئی جانتا ہے، کہ ان کو مچھلی نگل گئی تھی. اور مچھلی کے پیٹ میں رہے. آپ اندازہ کیجیے کہ ایک زندہ انسان اگر بڑی سی مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے، تو کیا اس کی کیفیت ہوگی، وہ پیٹ ایسا کہ اس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اس میں انسان کیلئے گھناؤنا ماحول اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے، جب حضرت

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اندھیرے میں پہنچے تو قرآن کریم فرماتا ہے:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ

کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (سورۃ الانبیاء:۸۷)

ان اندھیروں میں گھرنے کے بعد انہوں نے ہمیں پکارا، ہمیں پکار کر کہا کہ اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا، اس کے نتیجے میں میں ان اندھیروں میں گھر گیا، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے اندھیروں میں گھر کر ہمیں پکارا تو "فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ" ہم نے ان کی پکار کو سنا، اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دیدی، آپ اندازہ کیجیے کہ کیسی زبردست گھٹن ہوگی، ہوا آنے کا راستہ مشکل، اگر ہوا آئے گی تو مچھلی کے سانس کے ذریعے آئے گی، جس میں بو بھی ہوگی، اور ایک انسان کے لیے ناقابل برداشت چیز ہوگی، اندھیرا ہوگا، اس گھٹن میں ہمیں پکارا تو ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دیدی" و کذلك ننجی المؤمنین" ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں، کیا معنی؟ کہ جب بھی کوئی مومن کسی بھی اندھیرے میں گھرے گا، کسی بھی ظلمات میں گھرے گا، اور پھر ہمیں پکارے گا "لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین" تو ہم اس کو اس اندھیرے سے نجات عطا فرمادیں گے۔

اندھیرے سے پناہ کیوں؟

تو یہ جو خاص طور پر "قل اعوذ برب الفلق ، من شر ما خلق" کے بعد

اندھیرے سے اس لئے پناہ مانگی جارہی ہے کہ آج اگر ہم اپنے ماحول کا جائزہ لے کر دیکھیں، تو اندھیرا ہی اندھیرا مسلط ہے، کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھرا، فسق وفجور کا اندھیرا، گناہوں کا اندھیرا، بداعمالیوں کا اندھیرا، حرام خوروں کا اندھیرا چاروں طرف مسلط ہے، اس میں جو تعلیم دی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اس اندھیرے میں ہماری پناہ مانگو "قل اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق، ومن شر غاسق اذا وقب" ہر طرح کے اندھیرے سے جب وہ چھا جائے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہم آج کے ماحول میں شکوے تو بہت کرتے رہتے ہیں، سیاست پر تبصرے ہورہے ہیں، حالات حاضرہ پر تبصرے ہورہے ہیں، ان کے ذریعے مجلسیں گرم ہو رہی ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کہ یا اللہ ہم گھر گئے ہیں اس اندھیرے میں، اپنی رحمت سے ہمیں پناہ دے دیجئے، ہمیں اپنی رحمت سے اپنے دامن رحمت میں لے لیجئے، اور یہ اندھیرا ہم سے دور فرمادیجئے، رو رو کر دعا کرنے والے شاذ ونادر ہیں، تعلیم یہ دی جارہی ہے کہ تبصرے کرنے کے بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا راستہ اختیار کرو، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پناہ دیں گے، اللہ تعالیٰ اس گھٹن سے نجات عطا فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

گرہ پر پھونکنے والوں کے شر سے

"من شر النفثت فی العقد" میں پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں، یہ جادو کرنے والے کیا کرتے ہیں کہ کوئی

دھاگہ لے لیا، کوئی رسی لے لی، اس پر گرہیں باندھیں، ایک گرہ باندھی اس پر پھونکا، پھر دوسری گرہ باندھی، پھر اس پر پھونکا، پھر تیسری گرہ باندھی، پھر پھونکا، یہ سب شیطانی قسم کے اعمال ہوتے ہیں جو جادوگروں کو شیطانوں نے سکھا رکھے ہیں، اور اس کے نتیجے میں کسی کے اوپر جادو کر دیا، کسی کو تکلیف پہنچادی، کسی کے درمیان نفرت پیدا کر دی وغیرہ وغیرہ، اس قسم کی حرکتیں وہ گرہوں پر پھونک کر کرتے ہیں تو فرمایا کہ کہو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں سے جو گرہوں میں پھونک پھونک کر گرہیں باندھتے ہیں، وہ جادوگر مرد ہوں یا عورت ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو اور گرہیں

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جب رسول کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، اور آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے بتادیا کہ یہ جادو فلاں جگہ ہے تو وہ ایک رسی تھی، یا دھاگہ تھا جس پر گیارہ گرہیں بندھی ہوئی تھی، نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورہ فلق اور سورہ الناس دونوں تلاوت کیں، ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں، ہر آیت پر آپ ایک گرہ کھولتے گئے، یہاں تک کہ گیارہ کی گیارہ گرہیں کھل گئیں، اور اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسا ہو گیا جیسا کہ کسی قید سے آزاد ہو گیا ہوں، اس لئے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں۔

حسد کرنے والوں سے پناہ

اور پھر آخر میں فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے، اشارہ اس طرف ہے کہ عام طور سے یہ جادو ٹونا جو لوگ کرتے ہیں، یہ حسد کی وجہ سے کرتے ہیں، ایک آمی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ آگے بڑھا دیا، اس کے پاس پیسہ زیادہ آ گیا، یا اس کو شہرت زیادہ مل گئی، یا لوگوں میں وہ مقبول زیادہ ہو گیا، یا اس کو صحت اور توانائی عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حاصل ہو گئی، تو اب لوگ اس کے اوپر حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس سے بھی پناہ مانگی کہ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے، اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا کہ ساری مخلوق سے اللہ کی پناہ مانگو، لیکن بعد میں خاص طور پر ان تین چیزوں کا الگ ذکر کیا، اس واسطے کہ انسانوں کو تکلیف پہنچانے میں ان تین چیزوں کا خصوصی دخل ہوتا ہے، حسد بھی ایسی چیز ہے کہ اس کے ذریعے محسود کو تکلیف پہنچانے کے طریقے لوگ ایجاد کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کو تکلیف پہنچاؤں۔

حسد کسے کہتے ہیں؟

یہاں یہ سمجھ لیجئے کہ حسد اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے، اس سے زائل کرنے کے لیے، اس کو اس سے دور کرنے کے لیے دل میں خواہش اور جزبہ پیدا ہو جائے، اس کو حسد کہتے ہیں، مثلاً اگر کسی کے پاس پیسہ زائد آ گیا تو دل میں خواہش ہو رہی ہے کہ پیسہ کم ہو جائے، اس کی آمدنی کم ہو جائے، یا ایک آدمی مشہور زیادہ ہو گیا، دل میں خیال یہ ہو رہا ہے لوگوں میں

اس کی مقبولیت کم ہو جائے، چاہے مجھے حاصل ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے وہ نعمت زائل ہو جائے، اس کو حسد کہتے ہیں۔

رشک کرنا جائز ہے

ایک ہوتا ہے رشک، رشک کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک شخص کو نعمت حاصل ہے، دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ جیسی نعمت اس کو حاصل ہے ویسی مجھے بھی ہو جائے، یہ ناجائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اگر یہ رشک دین کے معاملے میں ہو، ایک آدمی کو علم زیادہ حاصل ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی ویسا متقی بن جاؤں، یہ بڑی اچھی بات ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ایک آدمی کا حافظہ اچھا ہے تو آدمی یہ سوچے کہ میرا بھی حافظہ ایسا ہو جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں، نہ یہ گناہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا رشک کرنا

حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے درجے کے محدثین اور علماء میں سے ہیں، وہ جب مکہ مکرمہ گئے حج کرنے کیلئے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ زمزم پیتے وقت آدمی جو دعا کرے، وہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ

زمزم جس نیت سے پیا جائے، اللہ تعالیٰ وہ نیت پوری فرما دیتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ جب میں نے زمزم پیا تو زمزم پیتے وقت میں نے یہ دعا کی یا اللہ! مجھے حافظ ذہبی جیسا حافظہ عطا فرما دیجئے، تو یہ رشک ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، یہ کوئی ناجائز بات نہیں، لیکن یہ جذبہ کہ دوسروں سے نعمت چھن جائے، مجھے ملے، یا نہ ملے،

یہ حسد ہوتا ہے، اللہ بچائے، یہ بہت بری بیماری ہے، بہت ہی بری بیماری ہے، اور بسا اوقات دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے، اور آخر کا حسد کا انجام یہ ہے کہ آدمی حسد کی آگ میں جل جل کر خود ہی بھن جاتا ہے، لیکن اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کو تکلیف پہنچا دوں، اس کی غیبت کرے گا، اس کی برائیاں کریگا، لوگوں میں اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا، اور جادو کرے گا، ٹونا کرے گا، اس قسم کے سارے شر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

غیر اختیاری خیال پر گناہ نہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں، وہ یہ کہ ایک تو ہوتا ہے انسان کے دل میں غیر اختیاری طور پر خیال پیدا ہو جانا کہ فلاں آدمی آگے بڑھ گیا، اس کی وجہ سے دل میں ایک گھٹن سی محسوس ہوتی ہے، یہ غیر اختیاری ہوتی ہے، انسان کے اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوتا، غیر اختیاری طور پر دل میں خیال آ گیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس غیر اختیاری خیال پر تو کوئی مواخذہ نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ انسان کے اختیار سے باہر ایک بات آ گئی، اگرچہ غیر اختیاری طور پر آیا اور گناہ نہیں ہے، لیکن خطرناک معاملہ ہے، کیونکہ دل یہ بات اگر زیادہ دیر تک بیٹھ گئی تو پھر انسان کو اپنے اختیار سے ایسا کام کرنے پر مجبور کر دے گی جو گناہ ہوگا۔ کسی کی برائی دل میں آ گئی کہ فلاں شخص بہت بڑھ رہا ہے، بہت چڑھ رہا ہے تو اس کی وجہ سے دل میں گھٹن پیدا ہو گئی تو یہ گھٹن دل میں زیادہ دیر تک رہی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی وقت اس آدمی کو تکلیف بھی پہنچانے کی کوشش کرے گا، اس کی غیبت کرے

گا، اس کی برائی کرے گا، اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا۔

غیر اختیاری خیال کا علاج

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا علاج یہ ہے، ایک تو یہ خیال جو دل میں آیا ہے، اس کو دل سے برا سمجھے، یہ خیال جو میرے دل میں آیا ہے، اچھا خیال نہیں آیا، برا خیال آیا ہے، اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، یا اللہ! یہ میرے دل میں برا خیال آرہا ہے، میں اس پر استغفار کرتا ہوں، اور دوسرا علاج یہ ہے کہ جس کے بارے میں دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ اس کو اس اچھائی میں زیادہ ترقی عطا فرما۔ اگر مال سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ مال عطا فرما، اگر شہرت سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ شہرت عطا فرما، اگر اس کی عبادت اور تقوے سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ عبادت اور تقوے کی توفیق عطا فرما، یہ دعا کرے یہ بڑا مشکل کام ہے، جس کے دل میں حسد کے خیالات آرہے ہوں، وہ جب یہ دعا کرے گا کہ یا اللہ! اس کو اور ترقی دے تو دل پر آرے چل جائیں گے، لیکن امام غزالی فرماتے ہیں کہ علاج یہ ہی ہے، چاہے وہ کڑوا گھونٹ معلوم ہو، چاہے دل پر آرے چل جائیں، مگر اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ اس کو اور ترقی عطا فرما، اور تیسرے یہ کہ لوگوں سے اس کی تعریف کرے، یہ تین چیزیں ملیں گی کہ اس خیال کو برا سمجھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس پر استغفار بھی کر رہا ہے، اور ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہا ہے کہ یا اللہ اس کے درجے اور بلند فرمادے، اور ترقی عطا فرمادے، اور لوگوں سے اس کی تعریف بھی کر رہا ہے تو انشاء اللہ یہ خیال خود اپنی موت مر جائے گا، اور انشاء اللہ حسد کا گناہ اور وبال اس کے سر پر نہیں رہے گا، یہ ہے اس شخص کا علاج جس کے دل میں حسد کا خیال پیدا ہو رہا ہو اور یہ بیماری ایسی ہے کہ اکثر د

بیشتر انسانوں میں غیر شعوری طور پر بعض اوقات پیدا ہو جاتی ہے، اس کا بڑا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے، اس کا علاج کرنے کی ضرورت ہے اور جس شخص سے حسد کیا جارہا ہے اس کے لئے آیت کریمہ ہے کہ "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے تو انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو حسد کے شر سے محفوظ رکھیں گے، چاہے وہ حسد کا شر جادو کی شکل میں ہو، عملیات کی شکل میں ہو، یا اور کسی طرح ہو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو محفوظ فرمائیں گے۔

حاسد سے بدلہ نہ لو، معاف کردو

اور یہ فرمایا کہ حاسد کے حسد کا جواب نہ دو، یہ نہیں کہ وہ حسد کی وجہ سے کوئی حسد کا کام کررہا ہے، تم بھی دشمنی کا کام شروع کردو، بلکہ اللہ کی پناہ مانگو، اور صبر سے کام لو، اللہ تبارک وتعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، جب بھی کوئی آدمی کسی کی پہنچائی ہوئی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو اپنی معیت عطا فرمادیتے ہیں "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ . اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" صبر کرنے والوں کو صبر کرنے کا اجر بے حساب دیا جائے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تعلیم یہ دی گئی ہے کہ بس یہ کہہ دو ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ● مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ● وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ● وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ● وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ●﴾ انشاء اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں لے لیں گے اور ہر طرح کے شر سے حفاظت فرمائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ان تمام معاملات میں اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی پناہ عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العٰلمين

حسد کے درجات اور اسکا علاج

تفسیر سورۃ الفلق (۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبرا۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	20th-Feb-2009
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی :	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسد کے درجات اور اسکا علاج

تفسیر سورۃ الفلق (۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ، وَشَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ، وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے چھ سات ہفتے میرے سفروں میں

گزرے، اس لئے غیر حاضری رہی، اس سے پہلے قرآن شریف کی ان آیتوں کی تشریح کا سلسلہ شروع کیا تھا جو ہم کثرت سے نمازوں میں پڑھتے ہیں، اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق کا بیان پچھلے چند جمعوں میں ہوا ہے، اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے مخلوقات کے شر سے، اور ان لوگوں کے شر سے جو دوسروں پر جادو کرنے کی فکر کرتے ہیں، اور آخر میں فرمایا،

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے، گویا اس سورت میں حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اس میں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حاسد کا شر کیا ہوتا ہے، حسد کیا ہوتا ہے، حسد کا شر کیا ہوتا ہے۔

حسد کے معنی اور اس کے درجات

حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے شخص کی اچھائی پر انسان کو دل میں کڑھن ہو کہ اس کو یہ اچھائی کیسے مل گئی؟ کسی کو مال و دولت زیادہ حاصل ہو گیا، اس کی وجہ سے دل میں جلن ہو رہی ہے کہ اس کے مال میں اتنا اضافہ کیوں ہو گیا؟ کسی کی شہرت زیادہ ہو گئی، لوگوں میں مقبولیت زیادہ ہو گئی، اس پر جلن ہو رہی ہے کہ یہ شخص لوگوں میں مقبول کیوں ہو گیا، اس کو کہتے ہیں حسد، اور یہ بہت ہی بری بلا ہے، اور صورتحال یہ ہے کہ حسد کے کئی درجے ہوتے ہیں، ایک درجہ تو یہ ہے کہ کسی کو کوئی اچھائی ملی، کوئی نعمت حاصل ہوئی، پیسہ زیادہ آ گیا، علم میں بڑھ گیا، شہرت اس کی

زیادہ ہوگئی وغیرہ وغیرہ تو اس کی اچھائی کی وجہ سے دل میں غیر اختیاری طور پر ایک کڑھن پیدا ہوتی ہے، یا تکلیف ہوتی ہے کہ یہ مجھ سے آگے بڑھ گیا، یہ غیر اختیاری طور پر بعض اوقات خیال آجاتا ہے، اگر یہ خیال غیر اختیاری طور پر آیا ہے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کوئی مواخذہ نہیں، کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے: لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. لیکن ہے خطرناک، اس لئے اس کو اچھا نہیں سمجھنا چاہیے، برا سمجھنا چاہیے، اس کی تفصیل آگے عرض کروں گا انشاءاللہ۔

حسد کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ ہے حسد کا کہ صرف اتنا ہی نہیں کہ تکلیف ہوئی اس کے آگے بڑھنے سے، بلکہ دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، جو پیسہ زیادہ ملا ہے، وہ چھن جائے، کوئی مال اس کو زیادہ حاصل ہوا ہے، وہ چھن جائے، شہرت زیادہ حاصل ہوئی ہے، وہ شہرت چھن جائے، ساتھ میں دل میں یہ خواہش اور یہ آرزو بھی پیدا ہو رہی ہے اور شدت کے ساتھ پیدا ہو رہی ہے، یہ حسد کا دوسرا درجہ ہے۔

حسد کا تیسرا درجہ

اور تیسرا درجہ یہ ہے حسد کا کہ چونکہ دل میں یہ خواہش ہے کہ اس کی یہ نعمت چھن جائے تو اس سے اس نعمت کو چھیننے کے لئے کوئی عملی کاروائی کرے، مثلاً حسد کی

وجہ سے لوگوں سے اس کی برائی بیان کر رہا ہے، غیبت کر رہا ہے، یا اس پر بہتان باندھ رہا ہے، یا اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کو جو منصب حاصل ہوا ہے وہ منصب چھن جائے، اس کے بڑوں کے پاس جا کر شکایت کر رہا ہے، تاکہ یہ منصب اس سے چھن جائے، چغلی کھا رہا ہے، برائی بیان کر رہا ہے، تو یہ حسد کی وجہ سے کوئی عملی کاروائی گناہ کبیرہ ہے، اور اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک صاحب حق اس کو معاف نہ کرے، اور گناہوں کا حاصل تو یہ ہے کہ اگر انسان کو کسی وقت بھی تنبیہ ہو جائے، اور وہ توبہ کر لے، تو توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن چونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، بندوں کے حقوق سے ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف توبہ واستغفار کرنے سے یہ معاف نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ بندہ جس کے خلاف تم نے کاروائی کی ہے، وہ معاف نہ کردے، اس کے بغیر معافی نہیں ہوگی، اس واسطے اس کا گناہ بہت شدید ہے، عام گناہوں سے زیادہ سنگین ہے۔

حسد کے پہلے دو درجوں کی حقیقت

اس میں سے جو پہلے دو درجے بتائے کہ دوسرے کی کسی اچھائی کے حاصل ہونے کی وجہ سے دل میں تکلیف ہوئی، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تمنا بھی پیدا ہوئی کہ یہ چھن جائے، یہ دونوں باتیں غیر اختیاری طور پر ہو رہی ہیں، انسان اپنے اختیار سے اپنے دل میں نہیں لا رہا، بلکہ خود بخود بغیر اس کے یہ خیال آ گیا ہے، تو صرف اتنی بات پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کرتے، کیونکہ اس کا کوئی اثر عمل میں ظاہر نہیں ہوا، لہٰذا

اس بات پر پکڑ تو نہیں کرتے، لیکن ہے یہ بڑی خطرناک، کیونکہ اگر یہ خیال جو غیر اختیاری طور پر آیا ہے، یہ زیادہ دیر دل میں بیٹھ گیا، اور پھر آدمی اپنے اختیار سے بھی اس کو سوچنے لگا، تو اپنے اختیار سے اگر سوچے گا تو گناہ ہوگا، اور زیادہ دیر تک یہ خیال دل میں بیٹھا رہا تو کسی وقت اس کو اس بات پر آمادہ کردے گا کہ جس سے حسد کر رہا ہے، اس کے خلاف کوئی کاروائی کرے، وہ کاروائی کسی بھی قسم کی ہو، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، اس کے خلاف لوگوں سے غیبتیں کرے، یا اس کی برائی بیان کرے، اس کی چغلی کھائے، اس کو اس کے منصب سے ہٹانے کی کوشش کرے وغیرہ وغیرہ..... یہ ساری کاروائیاں ہوسکتی ہیں، اور لوگوں کے بس میں اور کوئی کاروائی نہیں ہوتی تو بعض اوقات جادو ٹونا شروع کردیتے ہیں کہ حسد کی وجہ سے کوئی جادو کا عمل ایسا کردیں جس سے اسے تکلیف پہنچے، اور یہ سورۃ فلق جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ اسی قسم کے جادو کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو یہ غیر اختیاری خیال اگر زیادہ دیر دل میں بیٹھ گیا، اور اس کی کھچڑی انسان اپنے دل ودماغ میں پکاتا رہا، تو کسی وقت اس کو وہ ناجائز اور حرام کاروائی پر بھی آمادہ کردے گا، اس واسطے یہ ہے خطرناک، اگر خیال بھی آرہا ہے اور غیر اختیاری طور پر بھی آرہا ہے تو یہ خطرناک ہے۔

دو طریقوں سے اس کا علاج

اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے جو بڑے زبردست عالم گزرے ہیں، اور تصوف اور سلوک کے بھی ماہر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کا غیر اختیاری

خیال دل میں آرہا ہو، تو اگرچہ اس پر فوری طور سے مواخذہ اور گرفت نہیں ہے، لیکن اس کا علاج کرنے کی پھر بھی ضرورت ہے اور ہے یہ ایک بیماری، غیر اختیاری بیماری ہے لیکن بیماری ہے اس بیماری کا علاج کرنے کی ضرورت ہے اور علاج انہوں نے فرمایا ہے کہ دو چیزوں سے علاج کرنا ہوگا، ایک علاج اس کا یہ ہے کہ یہ جو خیال اس کے دل میں آرہا ہے اور تکلیف ہو رہی ہے، تمنا ہو رہی ہے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، اس خیال کو برا سمجھے کہ بھئی! دل میں یہ جو خیال آرہا ہے یہ اچھا خیال نہیں ہے، اور برا سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے کہ یا اللہ! میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے، یہ اچھا خیال نہیں ہے، اے اللہ! مجھے اس سے محفوظ رکھ، اور مجھے اس سے بچالے، ایک تو یہ اہتمام کرے آدمی کہ اس خیال کو برا سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اس خیال کو دور ہونے کی دعا کرے۔

دوسرا علاج اس کے حق میں دعا کرے

اور دوسرا عمل جو کڑوی گولی ہے لیکن اس کے بغیر اس بیماری کا علاج نہیں ہوتا، وہ یہ کہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے حسد ہو رہا ہے، اس کے حق میں خوب دعا کرے، مثلاً اس کے مال و دولت سے حسد ہو رہا ہے تو خوب دعا کرے کہ یا اللہ اس کے مال میں اور برکت عطا فرما، اس کے مال میں اور ترقی عطا فرما، اگر اس کو کوئی عہدہ مل گیا ہے، منصب مل گیا ہے تو یا اللہ اسکے عہدہ اور منصب میں اور ترقی دے، اگر اس کی شہرت اور مقبولیت ہو رہی ہے، اس کی وجہ سے حسد ہو رہا ہے تو دعا کرے کہ یا اللہ اس کی شہرت میں اور اضافہ فرما، اس کی

مقبولیت میں اور اضافہ فرما، جب یہ دعا کرے گا تو دل پر آرے چل جائیں گے، کیونکہ دل تو اندر سے یہ کہہ رہا ہے کہ کسی طرح اس سے یہ نعمت چھن جائے، لیکن دعا یہ کر رہا ہے کہ یا اللہ اسکو یہ اور حاصل ہو، اور ترقی ہو، تو اسکے نتیجے میں جو دل پر آرے چلیں گے، یہ اس بیماری کا علاج ہوگا۔

لوگوں کے سامنے اس کی تعریف

اور اسی کے ساتھ یہ کام بھی کرے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کرے، دوسرے لوگوں میں اس کی اچھائیاں بیان کرے، اس کے جو اچھے اوصاف ہیں وہ بیان کرے، یہاں پر بھی آرے چل جائیں گے، دل میں تو یہ آرہا ہے کہ یہ لوگوں میں بدنام ہو، اور اس کی لوگ تعریف کرنے کے بجائے لوگ برائی کریں، لیکن میں لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کر رہا ہوں، تو اس سے پھر دل پر آرے چلیں گے، لیکن آرے چلنا ہی علاج ہے اس بیماری کا، یہ عمل حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے اور گویا یوں سمجھو کہ یہ علاج اس بیماری کا تریاق ہے۔

ہر شخص کا یہ حال ہے

دیکھئے! آج کی دنیا میں ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کے بارے میں اس قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے

ہیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ. اور یہ بہت بڑی بیماری کی نشانی ہے، لیکن ہم پرواہ نہیں کرتے، اس کے نتیجے میں یہ بیماری بڑھ جاتی ہے، اور آگے چل کر لا علاج بیماری ہو جاتی ہے۔

حسد کرنا تقدیر پر شکوہ کرنا ہے

دیکھو! سوچنے کی بات یہ ہے کہ حسد درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کا شکوہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کے اوپر اعتراض ہے، اسے یہ نعمت کیوں مل گئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ میاں! آپ نے اس کو یہ نعمت کیوں دیدی؟ اے اللہ! آپ نے کیوں اس کو منتخب کرلیا اس نعمت کے لئے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہو رہا ہے، اس واسطے بڑی خطرناک چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حسد کرنے والا خود ہی اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے، اس محسود کو جس سے وہ حسد کر رہا ہے، اس کو تو کوئی نقصان نہیں، لیکن حاسد دل میں کڑھ رہا ہے، اس کے دل میں جلن ہو رہی ہے، اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے، جلن کڑھن میں ختم ہو جاتا ہے، نقصان اس کا صرف حسد کرنے والے کو ہوتا ہے، کسی اور کو نہیں پہنچتا، لہٰذا اس سے نجات حاصل کرنا بڑا ضروری ہے، اور نجات حاصل کرنے کا راستہ وہی ہے جو امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکے حق میں خوب دعا کیا کرے کہ یا اللہ! اسکے درجات اور بلند کر، اسکو اور نعمتوں سے سرفراز فرما، اس کو اور نعمتیں عطا فرمادے اور دوسرے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کرے اس کی اچھائیاں بیان کرے، انشاء اللہ علاج ہو جائے گا۔

حسد کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ حسد کا جو ہے، اللہ بچائے، وہ تو بہت ہی خطرناک ہے، وہ یہ کہ اس حسد کی وجہ سے حاسد کسی شخص کے خلاف کوئی کاروائی کرے، اس کی برائی بیان کررہا ہے مجمع کے اندر، اس کو بدنام کرنے کی کوششیں کررہا ہے، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کررہا ہے، اس کے خلاف ایسی کاروائی کررہا ہے جس سے وہ اپنی موجودہ نعمت سے محروم ہو جائے، اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے کہ.

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

میں حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کی کاروائی کرے، حاسد کا شر کیا ہے؟ حاسد کا شر یہ ہے کہ وہ حسد کی بناء پر کوئی کاروائی کرے، اگر وہ عملی کاروائی نہیں کرتا، بلکہ دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے تو اس کا نقصان تو ہمیں کچھ نہیں پہنچتا، اس کا نقصان تو اس کو پہنچے گا، لیکن اگر حسد کی بناء پر وہ ہمارے خلاف کوئی کاروائی کررہا ہے تو یہ اس کا شر ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

حسد کیوجہ سے کون ہمارے خلاف کارروائی کررہا ہے

جب ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، ہمیں نہیں پتہ کہ ہم سے کون حسد کر رہا ہے اور حسد کی بناء پر کیا کاروائی کررہا ہے، ہمیں تو کچھ پتہ نہیں، اگر پتہ ہو تو کچھ

اس کا تدارک بھی کرے، لیکن حاسد کی کاروائیاں ایسی ہوتی ہیں جو بعض اوقات انسان کو پتہ نہیں لگتیں، اس واسطے اس سورۃ میں فرمایا گیا جہاں اور سب مخلوقات سے پناہ مانگو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، وہاں حاسد کے شر سے بھی پناہ مانگو، کیونکہ تمہیں تو پتہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کس کے خلاف کیا کاروائی کر رہا ہے؟ اور کس سے حسد پیدا ہو رہا ہے؟ اور کون ہے جو حسد کی وجہ سے اس کی مخالفت پر تلا ہوا ہے؟ یا اسکے راستے میں روڑے اٹکا رہا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو معلوم ہے، اس لئے اس سورۃ کے ذریعہ پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، اس آیت میں یہ بھی واضح فرمایا گیا کہ حسد ایک بہت بری بیماری اور ایک بہت بری بلا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ بھی پناہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ! میرے دل میں کسی بھی دوسرے کے خلاف حسد پیدا نہ ہو۔

رشک کرنا جائز ہے

یہاں یہ بات واضح کردوں کہ حسد اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی کسی نعمت کو دیکھتے ہوئے یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، مجھے ملے یا نہ ملے اس سے چھن جائے، یہ ہے حسد، اور ایک یہ ہوتا ہے رشک، رشک اسے کہتے ہیں کہ کسی دوسرے کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہے تو آدمی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو کہ یہ نعمت جیسی اس کو ملی ہے، یا اللہ! مجھے بھی دیدے، یہ کوئی گناہ نہیں ہے، یا اللہ! جیسا علم اس کو دیا گیا ہے، ویسا علم مجھ کو بھی دیدے، جیسا تقویٰ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا ہوا ہے، ویسا مجھ کو بھی مل جائے، جیسی دولت اس کو ملی ہے، مجھ کو بھی مل جائے، اس

قسم کی باتیں محض ایک حد تک ہوں کہ اس کو جو نعمت ملی ہے، اس کے پاس بھی رہے، اور ساتھ ساتھ مجھے بھی مل جائے، اس کو حسد نہیں کہتے، یہ حسد نہیں ہوتا، یہ رشک ہوتا ہے، اس کو حدیث میں غبطہ کہا گیا ہے، یہ کوئی گناہ نہیں، البتہ رشک کرنا چاہیے اچھی چیزوں میں، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کے اندر رشک کرنا چاہیے، اور جو برائیاں ہیں، ان کے اندر رشک نہیں کرنا چاہیے، معاذ اللہ کسی شخص کو کسی فسق و فجور کی وجہ سے دولت مل گئی، اب اس کو رشک آرہا ہے تو یہ رشک اچھی بات نہیں ہے، کیونکہ گناہ کے اندر رشک ہو رہا ہے، لیکن اگر کوئی جائز کام ہے تو اس میں رشک کوئی برا نہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر کی دعا

حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ جب حج کرنے کے لئے گئے تو حدیث میں ہے:

ماءُ زمزم لما شرب لهٗ

جب آدمی زم زم کا پانی پیتا ہے تو اس کو پیتے وقت جو دعا کرے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرماتے ہیں تو حضرت حافظ ابن حجر نے دعا یہ کی تھی کہ یا اللہ مجھے حضرت حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ علیہ جیسا حافظہ دے دیجئے، یعنی جیسا ان کا حافظہ تھا، ایسا ہی حافظہ ان کو بھی مل جائے تو یہ رشک ہے، اس میں کوئی مزائقہ نہیں، ہاں اگر یہ ہوتا کہ ان سے چھن جائے تو یہ حسد ہوتا، لیکن ان کو تو ملا ہی ہے، اے اللہ!

مجھے بھی دیدیجئے، تو اس میں کوئی مزائقہ نہیں ہے، یہ جائز ہے، اور اس کی دعا کرنے میں بھی کوئی مزائقہ نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو حسد کی بیماری سے محفوظ رکھے، اور اس قسم کے اگر خیالات آتے ہیں، یا آئے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ انکو معاف فرمادے اور انکو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

شیطان کے زہر کا تریاق

سورۃ الناس (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸، ۱/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	20^{th}-Mar-2009
وقت خطاب	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیطان کے زہر کا تریاق

سورۃ الناس (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَاَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اما بعد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ● بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِکِ النَّاسِ ● اِلٰہِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ● آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورۃ ہے، جسے سورۃ

الناس کہا جاتا ہے، جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی، اور تقریباً ہر مسلمان کو یہ یاد ہوتی ہے، بکثرت نمازوں میں پڑھی جاتی ہے، اس سے پہلے سورۃ الفلق ہے، اور پچھلے کچھ بیانات میں سورۃ الفلق کی بقدر ضرورت تفسیر آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں، اور اس وقت یہ عرض کیا تھا کہ یہ دونوں سورتیں: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ہی ساتھ نازل ہوئیں، اور اس وقت نازل ہوئیں جب کچھ یہودیوں نے حضور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ پر جادو کیا تھا، اور اس جادو کے نتیجے میں سرکار دو عالم ﷺ کو یہ تکلیف ہوگئی تھی کہ بعض اوقات آپ نے کوئی کام کرلیا ہوتا، مگر یہ خیال ہوتا کہ نہیں کیا، اس طرح کی صورتحال پیش آتی تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ کو اس بات سے باخبر فرمایا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، اور پھر اس جادو کے توڑ کیلئے یہ دو سورتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائیں، اور جس شخص نے جادو کیا تھا، اس نے کنویں میں بالوں کے اندر گرہیں باندھ کر جادو کیا تھا، نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتادیا گیا، تو آپ ان دونوں سورتوں میں سے ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے، پھر دوسری آیت پڑھتے اور پھر دوسری گرہ کھولتے، یہاں تک کہ ساری کی ساری گرہیں کھل گئیں، اللہ تعالیٰ نے پھر اس جادو کے اثر سے آپ کو محفوظ رکھا، اس میں سے پہلی سورۃ سورۃ الفلق کی تفسیر پچھلے چند بیانات میں تفصیل کے ساتھ الحمد للہ بیان ہوچکی ہے۔

سورۃ الناس کا ترجمہ

اس دوسری سورت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ سے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمارہے ہیں: قل اعوذ برب الناس. کہو! میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے: ملك الناس. جو سارے انسانوں پر

بادشاہت رکھے ہوئے ہیں :اله الناس. جو سارے انسانوں کا معبود ہے، اس کی پناہ مانگتا ہوں، کس چیز سے پناہ مانگتا ہوں :من شر الوسواس الخناس. اس شیطان کے شر سے جو دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور پیچھے ہٹ جاتا ہے :الذی یوسوس فی الصدور الناس. من الجنته و الناس. چاہے وہ شیطانی عمل کرنے والا جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہو۔

دونوں سورتوں میں تقابل

آپ دونوں سورتوں میں تھوڑا سا مقابلہ کر کے دیکھیں، تو پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی ہے، جتنی مخلوقات ہیں ان کے شر پناہ مانگتا ہوں، وہ چاہے انسان ہوں، وہ تکلیف پہنچانے والے دشمن ہوں، وہ جنات ہوں، چاہے وہ موذی جانور ہوں، چاہے وہ اور کوئی مخلوق ہو جو انسان کو تکلیف پہنچانے والی ہے، ان سب کے شر سے، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس سورت میں یہ فرمایا گیا ہے، اور یہ سورۃ الناس جو ہے، یہ خاص طور سے وسوسے ڈالنے والے شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کے لئے ہے، تو پہلی سورت میں درحقیقت انسان کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، ہر اس مصیبت سے، یا ہر اس تکلیف سے جو اسے کسی بھی مخلوق سے پہنچے، مثلاً کوئی دشمنی پر آمادہ ہے، تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، حسد کرنے والا ہے، حسد کر رہا ہے، حسد کی وجہ سے تکلیف پہنچا رہا ہے، یا اور کوئی دشمنی ہے جس کی وجہ سے وہ تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، یا جانور ہے کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، کوئی ڈاکو ہے، کوئی چور ہے، ان سب کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، تو اس میں درحقیقت پناہ مانگی گئی ہے ان مصیبتوں سے اور ان تکلیفوں سے جو انسان کے جسم کو پہنچتی ہیں، یا پہنچ سکتی ہیں اور اس سورۃ الناس میں پناہ مانگی گئی ہے، ان لوگوں

کے شر سے جو دنیا میں تو نقصان چاہے خاص نہ پہنچائیں، لیکن آخرت میں نقصان پہنچا نے والے ہیں کہ دل میں وسوسہ ڈال کر انسان کو کفر میں مبتلا کر دیں، شرک میں مبتلا کر دیں، اللہ بچائے گناہوں میں مبتلا کر دیں، معصیتوں کا عادی بنا دیں، ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تو اگر خلاصہ دیکھا جائے تو سورۃ الفلق میں پناہ طلب کی گئی ہے، ان نقصانات سے اور ان تکلیفوں سے جو انسان کے ظاہری جسم پر دنیا کے اندر پیش آئیں، ان سے پناہ مانگی گئی ہے، اور سورۃ الناس میں اس نقصان سے پناہ مانگی گئی ہے ، جو انسان کو آخرت میں نقصان پہنچائے، اس کی آخرت تباہ کر دے، دنیا بھی خراب کرے اور آخرت بھی خراب کرے، تو اس سے پناہ مانگی گئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ عجیب ترتیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھی ہے۔

سورۂ فلق میں ایک صفت اور تین صورتوں سے پناہ

وہاں: قل اعوذ برب الفلق. میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے: قل اعوذ برب الفلق میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو پو پھٹنے کی مالک ہے، یعنی صبح کی مالک ہے، صبح کے وقت کی مالک ہے، صرف ایک صفت ذکر فرمائی جس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جیسے صبح ہوتی ہے تو ظلمت چھٹ جاتی ہے، تاریکی دور ہو جاتی ہے، اندھیرا ختم ہو جاتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اندھیرے کو دور کرنے والا، ہر تاریکی کو دور کرنے والا، ہر شر کو دور کرنے والا، وہاں صرف ایک صفت بیان کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رب الفلق، اور جن سے پناہ مانگی گئی ہے، ان کی تین صورتیں ذکر کی ہیں: ومن شر غاسق اذا وقب. ومن شر النفثت فی العقد. ومن شر حاسد اذا حسد اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کر کے تین چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

سورۃ الناس میں تین صفات اور ایک چیز سے پناہ

اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئیں: قل اعوذ برب الناس. ملک الناس. اله الناس. اور جس چیز سے پناہ مانگی گئی ہے، وہ ایک ہی ہے: من شر الوسواس الخناس. تو تین صفتوں کا حوالہ دے کر ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے، اور وہاں ایک صفت کا حوالہ دے کر تین چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

عجیب وغریب اشارہ

اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے، واللہ سبحانہ اعلم، کہ دنیاوی نقصان پہنچانے والے متعدد ہیں، بہت سے ہیں، کوئی دشمن ہے، کوئی ڈاکو ہے، کوئی چور ہے، کوئی تکلیف پہنچانے والا آدمی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہت سارے ہو سکتے ہیں، اس میں جادوگر ہیں، چونکہ ان کا نقصان دنیا تک محدود رہے گا، اور دنیا ہی کی حد تک اس کا اثر ظاہر ہوگا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت کافی ہے، برخلاف سورۃ الناس کے، وہاں ذکر ہے اس نقصان کا جو کوئی انسان کو آخرت میں پہنچائے، شیطان جو دل میں وسوسہ ڈالے، اور اس وسوسوں کے نتیجے میں انسان اللہ بچائے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کفر اور ارتداد میں مبتلا ہو جائے تو ساری آخرت ہی تباہ ہوگئی اور اگر کفر نہیں تو گناہ کا وسوسہ ڈال دے، یہ گناہ کرلو، یہ گناہ کرلو، اور انسان اس وسوسہ کی تعمیل میں گناہ کر بیٹھے تو چاہے پوری آخرت تباہ نہ ہو، لیکن ایک مدت تک اسکو جہنم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑیگا اور جہنم کا عذاب دنیا کی تکلیفوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، ساری زندگی انسان تکلیفوں میں مبتلا رہے، ایک ذرہ برابر اسکو خوشی نہ ملے تو وہ ہلکا ہے، بہ نسبت اسکے کہ تھوڑی دیر جہنم میں چلا جائے، جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے، اسلئے آخرت کی تکلیف، آخرت کی مصیبت دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، لہٰذا اس میں اللہ

تعالیٰ کی تین صفتیں بیان فرمائی گئیں، پناہ مانگو، اس ذات سے جو تمام انسانوں کا پروردگار ہے، جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے، جو تمام انسانوں کا معبود ہے، اسکی پناہ مانگو، اسکے حوالے سے پناہ مانگو کہ اے اللہ آپ تو ہمارے رب ہیں، پروردگار ہیں، آپ نے پیدا کیا، آپ ہی نے پالا پوسا، آپ ہی نے پروان چڑھایا، اور آپ ہی کی سلطنت ہے تمام کائنات پر اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں، اور آپ ہی کی ہم عبادت کرتے ہیں، تو ہمیں اس شیطان سے اپنی پناہ میں رکھیئے جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

حفاظت پر دلالت کرنے والی صفات

اور تین صفتیں وہ ذکر کی گئی ہیں، جو حفاظت کے اوپر دلالت کرتی ہیں، رب کے کیا معنی، وہ ذات جو پرورش کرتی ہے، پالتی ہے، پروردگار ہے، تو جب کوئی کسی کو پالتا ہے، جیسے ماں بچہ کو پالتی ہے، باپ بچہ کو پالتا ہے، تو اس کی حفاظت کرتے ہیں، ہر دم اس کو اپنی آنکھ کے سائے میں رکھتا ہے کہ کہیں اس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، اسی طرح اگر کوئی بادشاہ ہو اور صحیح معنی میں بادشاہ ہو، صحیح معنی میں حکمران ہو تو وہ اپنی رعیت کی حفاظت کرتا ہے، اس کی نگہداشت کرتا ہے، کہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچ جائے، اور جب وہ معبود ہے تو جو بندہ اس کی عبادت کرتا ہے، اس کی وہ حفاظت کرتا ہے، جو میری عبادت کرتا ہے میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، تو یہ تینوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ایسی ذکر فرمائی گئی ہیں، کہ جو حفاظت کا مفہوم اپنے اندر رکھتی ہیں کہ ہم تو آپ کی عبادت کرنے والے ہیں، ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تین صفات میں عجیب نکتہ

اور بعض علماء کرام نے اس میں یہ نکتہ بھی ذکر کیا ہے کہ: برب الناس ، ملک الناس، الٰہ الناس میں جو اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں ذکر کی گئی ہیں تو رب سے

اشارہ ہے، انسان کے بچپن کی طرف کہ بچپن میں اس کی نشونما کا دور ہوتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ پالتے ہیں تو: برب الناس. یہ ہے بچوں کے لئے، بچپن کے لئے: ملک الناس. یہ ہے جوانوں کے لئے کہ جب جوان ہوتا ہے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں آیا ہوں، اور جب بڑھاپا ہوتا ہے، تو بڑھاپے میں آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، عبادت میں زیادہ لگتا ہے: الٰہ الناس. تو اس وقت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا، تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کا حوالہ دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ تلقین فرما رہے ہیں کہ تم یہ کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں، اس ذات سے جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے، سارے انسانوں کا بادشاہ ہے، سارے انسانوں کا معبود ہے، پناہ کس سے مانگتا ہوں: من شر الوسواس الخناس. اس شیطان کے شر سے جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے، یہ صفت بیان کی ہے شیطان کی، اور حدیث میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

شیطان کا وسوسہ ڈالنا

حدیث میں تفصیل یہ آئی ہے کہ شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور اس طرح لگا ہوا کہ وقتاً فوقتاً جہاں اس کو موقع ملتا ہے انسان کو گناہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے، یہ گناہ کرلو، وہ گناہ کرلو، کوئی نامحرم سامنے آیا، تو وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس کو دیکھ کر لذت لے لو، کوئی بات کسی کی نکلی تو اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ غیبت کرلو، کوئی موقع آیا تو دل میں ڈالتا ہے کہ جھوٹ بول جاؤ، کوئی موقع آیا تو کہتا ہے کہ چلو بھئی نماز چھوڑ دو، غرض مختلف قسم کے گناہوں کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے۔

پیچھے ہٹ جانے کا مطلب

اور پیچھے ہٹ جانے کے کیا معنی کہ وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے؟ اس

کے دو معنی ہیں، ایک معنی یہ ہیں کہ وسوسہ ڈالتا تو ہے، اور ترغیب دیتا ہے کہ فلاں گناہ کرلو، لیکن یہ دل میں ڈال کر اور آدمی کو غلط راستے میں لگا کر خود بھاگ جاتا ہے، یعنی اس کی ذمے داری نہیں لیتا کہ میں نے تمہیں ورغلایا تھا، لہٰذا تمہارا عذاب میں بھگت لوں گا، نہیں بس غلط راستے پر ڈال کر خود الگ ہو جائے گا، اور انسان کو اس میں مبتلا کر دے گا، ایک تو اس کے معنی یہ ہیں، اور دوسرے معنی حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے، کہ شیطان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں برے برے خیالات، برے برے ارادے پیدا کرتا ہے۔

ذکر اللہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے

لیکن ان ارادوں کے پیدا کرنے کے بعد جوں ہی اللہ کا بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کر لیتا ہے تو شیطان فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے، بھاگ جاتا ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس لفظ کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس کے وسوسے سے زیادہ مت ڈرو، یہ ہے تو خطرناک، اگر وسوسہ کام کر گیا تو تمہاری آخرت تباہ کر دے گا، لیکن زیادہ ڈرنے کی بات نہیں کیونکہ یہ وسوسہ ڈالتا ضرور ہے، لیکن جوں ہی تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو گے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو گے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے، یہ پیچھے ہٹ جائے گا، یہ معنی ہیں، الوسواس الخناس، اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا۔

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (حم سجدہ: ۳۶)

ترجمہ: ''جب تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی کچوکہ لگے'' قرآن کریم نے کچوکہ لگنے کا لفظ استعمال کیا، یعنی تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے، یا کوئی برا ارادہ

ڈالے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگ لو، یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، یہ شیطان میرے دل میں یہ باتیں ڈال رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے یہ پناہ مانگ لو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے نتیجے میں، اور اللہ کا ذکر کرنے کے نتیجے میں، یہ پیچھے ہٹ جائے گا، پھر یہ تمہیں آگے جا کر نقصان نہیں پہنچا سکتا، اگر بندہ نے اللہ کا ذکر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا، تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا، اور تمہیں گناہ میں مبتلا کر دے گا، لیکن اگر اس موقع پر تم اللہ کو یاد کرلو، اللہ کی پناہ لے لو، اللہ سے پناہ مانگ لو تو یہ شیطان پیچھے ہٹ جائے گا، اور پھر جب موقع ملے گا دوبارہ آئے گا، پھر کسی موقع پر پھر وسوسہ ڈالے گا، پھر اللہ کی پناہ لے لو گے پھر ذکر کرلو گے پھر پیچھے ہٹ جائے گا۔

خنّاس کے معنی بہت پیچھے ہٹنے والا

اور دیکھو یہاں قرآن کریم نے فرمایا خنّاس، خنّاس کے معنی ہیں بہت پیچھے ہٹنے والا، ایک تو ہوتا ہے خانس یعنی ایک مرتبہ پیچھے ہٹنے والا، اور خنّاس کے معنی بہت پیچھے ہٹنے والا، یعنی بار بار پیچھے ہٹنے والا، کیا معنی بار بار حملے کرتا ہے، اور بار بار پیچھے ہٹتا ہے، ہر حملے کے موقع پر آسان علاج یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ کی پناہ مانگو کہ یا اللہ! یہ دل میں خیال ڈال رہا ہے، مجھے اس کے شر سے محفوظ کر دیجئے، اور مجھے ہمت دے دیجئے، اور مجھے طاقت دے دیجئے، کہ میں اس گناہ سے بچ جاؤں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پیچھے ہٹ جائے گا، اسی لئے فرمایا:

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (النساء: ٧٦)

ترجمہ: ”شیطان کی تدبیریں بڑی کمزور ہیں“ یہ انسان کے اوپر مسلط تو رہتا ہے، لیکن جہاں ذرا آدمی جم گیا اس کے مقابلے پر تو یہ بھاگ جاتا ہے، پھر اسے

نقصان نہیں پہنچاتا۔

شیطان کے زہر کا تریاق

دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت اور حکمت سے یہ بات بعید ہے، کہ وہ زہر پیدا کرے، اور تریاق نہ بتلائے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کوئی بیماری پیدا کی ہے، اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، جو زہر پیدا کیا ہے، تو اس کا تریاق بھی پیدا کیا ہے، تو جب شیطان کو پیدا کیا تو شیطان انسان کیلئے زہر ہے، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے، اس کی رحمت سے، اس کی حکمت سے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ زہر تو پیدا کرے، اور تریاق نہ پیدا کرے، اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز کا تریاق پیدا کیا ہے۔

ایک زہریلا پودا اور اسکا تریاق

ایک مرتبہ میں ایک سفر پر جارہا تھا، جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کے قریب گاڑی میں سفر کر رہے تھے، تو راستے میں ایک جگہ ایسی آئی کہ بڑی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی، منظر بہت اچھا تھا، تو ہم نے کہا کہ تھوڑی دیر یہاں پر رک جائیں، تو تھوڑی دیر رک کر چلیں گے، قریب میں سامنے ایک درخت نظر آیا، چھوٹا سا درخت تھا، اسکے پتے بڑے خوبصورت تھے، اور ایسے لگ رہے جیسے مخمل کے پتے ہوں، تو میں اسکی طرف بڑھا اور اسکو ہاتھ لگانے لگا، وہ جنگلی پودا تھا، میں نے اسکو ہاتھ لگانے کا ارادہ کیا دیکھنے کیلئے کہ کیسا ہے، میرے جو ساتھی تھے انہوں نے مجھے ایک دم زور سے روکا کہ مولانا! اس کے قریب نہ جایئے، میں نے پوچھا کہ بھئی کیوں؟ کہا کہ یہ ایسا پودا ہے کہ اس کے اوپر ہاتھ لگاؤ تو اس سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے بچھو کے کاٹنے سے، اگر اسکو ہاتھ لگا لے انسان تو جیسے بچھو کے کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے، درد ہوتا ہے، اسلئے اسے ہاتھ نہ لگایئے گا، میں بڑا حیران ہوا، اور ساتھ ہی میں کہا کہ یہ تو بڑی خطرناک

چیز ہے، آپ نے مجھے بتا دیا تو میں اس سے رک گیا، نجانے کتنے لوگ اجنبی جو گزرتے ہوں گے تو وہ ہاتھ لگا لینگے اور انہیں تکلیف پہنچ جائیگی، مگر انہوں نے کہا کہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جہاں یہ پودا ہوتا ہے، اسی کی جڑ میں ایک اور پودا نکلتا ہے، اور اسکو ہاتھ لگاتے ہی ساری تکلیف دور ہو جائیگی، میں نے کہا کہ: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْن جو زہر پیدا فرمایا تو اس کا تریاق بھی ساتھ ساتھ موجود ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی رحمت اور حکمت کا معاملہ یہ ہے، تو اس وقت مجھے ایک یہ عبرت ہوئی کہ دیکھو کہ یہ دیکھنے میں کتنا خوبصورت پودا ہے، کتنا حسین ہے کہ بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ اسکے پاس جاؤ، اس کو ہاتھ لگاؤ، دیکھنے میں بڑا حسین ہے، لیکن اتنا خطرناک اور اتنا زہریلا ہے کہ بچھو کے کاٹنے جیسی لہریں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

گناہ خوبصورت زہریلے پودے کی مانند ہیں

تو یہ دنیا میں جتنے گناہ ہیں، ان سب کی ایک مجسم مثال یہ پودا ہے کہ دیکھنے میں بڑے خوبصورت لگتے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بڑا لطف آئے گا، بڑا مزا آئے گا، بڑی لذت حاصل ہوگی، لیکن انجام کے اعتبار سے وہ زہریلے ہیں، وہ بچھو کے کاٹنے جیسے ہیں، ایک تو یہ سبق ملا، دوسرا سبق یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ جہاں کہیں کوئی زہر پیدا کرتے ہیں، اس کا تریاق بھی پیدا فرماتے ہیں، اس کے ازالے کی تدبیر بھی عطا فرمادیتے ہیں، تو جب شیطان کو پیدا کیا جو انسان کے لئے ایک زہر تھا، تو اس کا تریاق بھی اتنا آسان بنادیا، اس کا تریاق یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرلو اس کی پناہ میں آجاؤ، جب شیطان تمہارے دل میں کچوکہ لگانے لگے تو اللہ کی پناہ مانگو، یا اللہ! میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے مجھے اس سے بچالے، شیطان کے شر سے بچالیجئے، اگر پہلے خیال آجائے تو پہلے پناہ مانگ لو اللہ تعالیٰ سے، اور اگر خدانہ کرے اس شیطان کے شر

سے متاثر ہوکر، مغلوب ہوکر گناہ کا ارتکاب کرلیا تو تریاق یہ ہے کہ توبہ کرو اور کہو:

اَستغفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اے اللہ! میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، میں توبہ کرتا ہوں، استغفار اور توبہ کرلو تو یہ تریاق ہے اس کا، ایک طرف شیطان کا شر ہے اور ہے بڑا خطرناک، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے بچنے کا طریقہ دونوں طرف رکھا ہوا ہے، دائیں بھی اور بائیں بھی، آگے بھی اور پیچھے بھی، آگے یہ کہ پناہ مانگ لو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، اور پیچھے یہ کہ اگر مبتلا ہو ہی گئے تو پھر توبہ واستغفار کرلو: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ جو توبہ کرلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور گناہوں سے وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے کہ گناہ کیا ہی نہیں تھا، تو یہ مفہوم ہے: مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

خیالات اور وہم کا علاج

سورۃ الناس (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۰، کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب		27th-Mar-2009
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی		جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیالات اور وہم کا علاج

سورۃ الناس (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ● بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِكِ النَّاسِ ● اِلٰهِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ● آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم. وصدق رسوله النبی الکریم. و نحن علی ذالك من الشاهدین و الشاکرین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے، جو میں

نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی اور اکثر مسلمانوں کو یاد بھی ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تشریح میں نے پچھلے جمعہ میں شروع کی تھی، اور اس کا پس منظر یہ بتایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ یہودیوں نے جادو کرنے کی کوشش کی تھی، اس موقع پر یہ دو سورتیں نازل ہوئی تھیں "قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس" جن کو معوذتین کہا جاتا ہے، اور اس میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، پہلی سورت کا بیان الحمدللہ مکمل ہو گیا تھا، اور دوسری سورت سورۃ الناس کی تشریح میں نے پچھلے جمعہ میں شروع کی تھی۔

سورۃ کا ترجمہ

ترجمہ سورۃ کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ "قل" تم یہ کہو کہ: کہ "اعوذ برب الناس" میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو تمام انسانوں کا پروردگار ہے "ملک الناس" جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے "الٰہ الناس" جو تمام انسانوں کا معبود ہے، اس کی پناہ مانگتا ہوں، کس چیز سے "من شر الوسواس الخناس" اس مخلوق کے شر سے جو وسوسہ ڈالتی ہے اور پیچھے ہٹ جاتی ہے یعنی شیطان، شیطان کے بارے میں حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسلسل انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

وسوسے کی قسمیں

وسوسے بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں، بعض اوقات وسوسے گناہوں کے ہوتے ہیں کہ تم فلاں گناہ کرلو، فلاں چیز جو ناجائز ہے وہ دیکھ لو، فلاں بات جو ناجائز ہے وہ سن لو، فلاں بات جو ناجائز ہے وہ زبان سے کہہ دو، فلاں کام جو ناجائز ہے وہ کر

لو، اس قسم کے وسوسے گناہ میں مبتلا کرنے کے ڈالتا رہتا ہے، اور بعض اوقات ایمان کے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں، پتہ نہیں کہ اللہ میاں موجود ہیں کہ نہیں، مثلاً یہ وسوسہ کہ پتہ نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں ہم نے جو باتیں سنی ہیں وہ درست ہیں کہ نہیں، اس قسم کی باتیں اور وسوسے ڈالتا رہتا ہے، تو شیطان تو لگا رہتا ہے اس کام میں کہ انسان کے دل میں مختلف وسوسے ڈالے، لیکن حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ ایسے وسوسوں کے موقع پر اللہ کا ذکر کر لیتا ہے تو یہ شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے "من شر الوسواس الخناس" اسلئے فرمایا گیا کہ جب تو وسوسے ڈالنے والا لیکن کمزور بھی بہت ہے، ذرا انسان اسکے آگے ڈٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلے، تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، پھر آگے اس کی صفت بیان فرمائی کہ "الذی یوسوس فی صدور الناس" جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، پھر آخر میں فرمایا کہ "من الجنة والناس" یعنی یہ وسوسے ڈالنے والے جنات میں سے بھی ہیں، یعنی شیاطین اور انسانوں میں سے بھی ہیں، کہ بعض انسان وہی کام کرتے ہیں جو شیطان کا کام ہے، تو اے اللہ! میں ان دونوں کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس پوری سورت میں درحقیقت انسان کو وسوسوں سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اور اس کیلئے اللہ کی پناہ مانگنے کی دعوت دی گئی ہے۔

دل و دماغ ہر وقت سوچتے ہیں

جیسا میں ابھی عرض کر رہا تھا کہ انسان کا دل و دماغ یہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کام کرتا رہتا ہے، کچھ نہ کچھ خیالات آتے رہتے ہیں، کوئی لمحہ انسان کا ایسا نہیں ہے، جس میں کوئی نہ کوئی خیال نہ آرہا ہو، ہر لمحہ کوئی نہ کوئی خیال آتا رہتا ہے، یہ خیالات اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں، اور شیطان چاہے وہ جنات میں سے ہوں یا

انسانوں میں سے ہوں، اور انسانی شکل میں سب سے بڑا شیطان انسان کا اپنا نفس ہے، سارے گناہ شیطان کی وجہ سے نہیں ہوتے، ابلیس کی وجہ سے نہیں ہوتے، بہت سے گناہ انسان کی اپنی نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہوتے ہیں، تو انسان کے دل میں یہ خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں، ان کا علاج کیا ہے؟ اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے، اور کس طرح ان کے شر سے بچا جاسکتا ہے، وہ اس سورت کا موضوع ہے۔

دو قسم کے وسوسے

یہ وسوسے جو انسان کے دل میں آتے ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وسوسہ وہ ہوتا ہے جو اللہ بچائے ایمان وغیرہ سے متعلق آنے لگتا ہے، کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے خواہ کتنا بھی بڑا مسلمان ہو، کتنا بڑا متقی پرہیز گار ہو، کبھی نہ کبھی اسکے دل میں کوئی خراب قسم کے وسوسے نہ آئے ہوں، دل میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے کہ ہم ایمان تو لے آئے اللہ کے اوپر، اللہ کی وحدانیت پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر، مرنے کے بعد کی زندگی پر، آخرت پر، جنت پر، جہنم پر، لیکن کبھی کبھی شیطان یہ وسوسے ڈالتا ہے کہ یہ باتیں صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ اس قسم کے خیالات انسان کے دل میں ڈالتا ہے، یہ وسوسہ اگر زیادہ پیچھے پڑ جائے تو پھر انسان کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

یہ وسوسہ ایمان کی علامت ہے

لیکن حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو بہت سخت پریشان ہوں، اور پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل میں بعض اوقات ایسے وسوسے آتے ہیں، ایسے خیالات آتے ہیں کہ میں ان کو زبان سے نکالنا اپنے جل کر کوئلہ ہو جانے سے زیادہ بدتر سمجھتا ہوں، یعنی خیالات تو آرہے ہیں بار بار، لیکن وہ اتنے برے ہیں کہ مجھے جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ

پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ باتیں زبان سے ادا کروں، ایسے خیالات مجھ کو آتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب جواب دیا، فرمایا کہ اس سے بالکل پریشان مت ہو''ذاک صریح الایمان '' یہ تو عین ایمان کی علامت ہے، کیونکہ شیطان وسوسے ڈالتا ہی اس شخص کے دل میں ہے جو مؤمن ہو، اگر کوئی آدمی کافر ہے تو شیطان کو اسکے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے، وہ تو پہلے ہی اس کا مطیع ہے، اسکا پیروکار ہے، اور وہ کفر میں مبتلا ہے، وہ تو پہلے ہی سے مبتلا ہے، وہ شیطان کا مقصد پورا ہو رہا ہے، اسکے پاس کیوں جائیگا، وہ تو آتا ہی صاحب ایمان کے پاس ہے، جسکے پاس ایمان ہے اسکے پاس وہ جاتا ہے، تاکہ اسکے ایمان کو خراب کرنے کی کوشش کرے، اور خوب سمجھ لو کہ جب تم کہہ رہے ہو کہ ان کو زبان سے نکالنا جل کر کوئلہ ہو جانے سے زیادہ بدتر معلوم ہوتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان ہے تمہارے دل میں جب یہ ایمان موجود ہے، تو ان وسوسوں کے آنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں۔

چور مال والے گھر میں آتا ہے

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین ایسا قصہ ان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ کسی نے آکر ان سے عرض کیا کہ حضرت میں کیا کروں مجھے تو سخت پریشانی ہوگئی ہے، دل میں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں، کفر کے شرک کے، ان سے میں سخت پریشان ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، یہ تو تمہارے مؤمن ہونے کی علامت ہے، اور دیکھو! چور ڈاکو اسی گھر میں جاتا ہے جہاں کچھ مال ہو، چور ڈاکو وہیں جائے گا جہاں کچھ مال ہوگا، جہاں مال ہی نہیں، خالی ہے تو چور ڈاکو وہاں کیوں جائے گا؟ تو شیطان بھی اس جگہ جاتا ہے جہاں ایمان ہوتا ہے، ایمان کا مال

ہوتا ہے، ایمان کی دولت اگر کسی کے پاس ہوتی ہے تو وہ چھیننے کے لئے جاتا ہے، اگر العیاذ باللہ کافر ہے تو اس کے پاس مال ہے ہی نہیں، ایمان کی دولت ہے ہی نہیں تو وہاں جاکر اس کو کیا ملے گا؟ یہ تو تمہارے ایمان کی علامت ہے، گھبراؤ نہیں پریشان مت ہو، اور اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی اس سے بے پرواہی برتے، اس سے کچھ زیادہ پریشانی کا اظہار بھی نہ کرے، کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا:

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

(المجادلة: ۱۰)

باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شیطان ہے جو سرگوشی کرتا ہے "نجوا" کے معنی ہیں سرگوشی، یعنی تمہارے دل میں یہ وسوسے ڈالتا ہے، تاکہ ایمان والوں کو غم میں مبتلا کرے، صدمے میں مبتلا کرے، اس لئے اس قسم کے خیالات دل میں ڈالتا ہے، اس قسم کے وسوسے دل میں ڈالتا ہے، اور قرآن نے واضح کہہ دیا کہ "ولیس بضارھم شیئا الا باذن اللہ" یہ مؤمنوں کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، مگر اللہ کا حکم ہو جائے تو بات دوسری ہے، مگر اللہ میاں ظالم نہیں ہیں جو بلاوجہ بندہ کو شیطان کے ہاتھوں میں مغلوب کر دیں، اور شیطان کے ہاتھوں میں مقید کر دیں، اس لئے یہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ اس لئے عرض کر دیا کہ بہت سے صاحب ایمان کو بھی کبھی اس قسم کے شک کے وسوسے آنے لگتے ہیں، اور اس سے وہ گھبرا جاتے ہیں، قرآن و حدیث نے واضح طور پر اس کی نفی کر دی، کہ گھبرانے کا موقع نہیں ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے وہ کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا تمہیں، اگر صرف وسوسے کی حد تک خیال آ رہا ہے تو آنے دو، خود ختم ہو جائیں گے۔

ان وسوسوں کا علاج

ہاں البتہ اس صورت میں ان وسوسوں کا علاج وہی ہے جو اس سورت میں بتایا گیا کہ یہ کہو: قل اعوذ برب الناس ٭ ملک الناس ٭ الٰہ الناس ٭ من شر الوسواس الخناس ٭ الذی یوسوس فی صدور الناس ٭ من الجنۃ والناس ٭ یہ پڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو یہ سورت ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہے، پڑھ لے تو اچھا ہے، ورنہ اپنی زبان میں مانگ لو کہ یا اللہ! یہ شیطان مجھے پریشان کر رہا ہے، اپنے رحمت سے مجھے اپنی پناہ میں لے لیجئے، بس انشاء اللہ تعالیٰ بالکل محفوظ ہو جاؤ گے، اس کی پرواہ بھی مت کرو، اور یہی معنی ہیں "الخناس" کے، جب اللہ کا ذکر کرلے گا بندہ تو شیطان پیچھے ہٹ جائے گا، اللہ کے ذکر میں یہ پناہ مانگ لینا بھی داخل ہے، جب پناہ مانگ لو گے تو انشاء اللہ شیطان دور ہو جائے گا، یہ وسوسے جو ایمان وغیرہ سے متعلق آتے ہیں، عقائد کے متعلق آتے ہیں، ان کا تو حل خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا، اور اس سورت کے اندر بھی بیان کردیا گیا۔

وسوسہ کی ایک قسم ''اہم''

ایک اور وسوسہ ہے جو وہم کی بیماری ہو جاتی ہے، مثلاً وسوسے آرہے ہیں کہ میں ناپاک ہو گیا، پاکی ناپاکی کے مسئلے میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے، شریعت نے تین مرتبہ وضو کے اندر ہاتھ پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے، ہاتھوں کو، منہ کو، پاؤں کو تین تین مرتبہ دھولیں اتنا حکم ہے، اب بعض اوقات شیطان یہ وسوسے ڈالتا ہے کہ نہیں تیرا تو وضو ہی نہیں ہوا، تین مرتبہ دھونا تیرے لئے کافی نہیں ہے، تیرا پاؤں خشک رہ گیا، تیری کہنی خشک رہ گئی، تیرا ہاتھ خشک رہ گیا، اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے، اور درحقیقت اس قسم کے وسوسے ڈالنے سے اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے دل

میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں تو پاک ہوا ہی نہیں، اب وہ بار بار وضو کرائے گا، یہاں تک کہ ایک ایک نماز میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا، جب ایک نماز میں ایک گھنٹہ لگے گا تو ایک وقت ایسا آئے گا، کہ وہ یہ سوچے گا کہ یہ تو بڑا مشکل ہو گیا میرے لئے نماز پڑھنا، اس طرح وہ نماز چھڑوا دے گا، تو یہ وسوسہ بھی شیطان ڈالتا ہے، اور بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہم کی بیماری یہ بھی شیطانی تصرف ہے۔

اس وہم کا علاج

اس کا علاج بزرگوں نے یہ فرمایا، کہ جس چیز کا وہم پیدا ہو رہا ہے، آدمی اس کی زبردستی خلاف ورزی کرے، مثلاً تین مرتبہ ہاتھ اچھی طرح دھو لیے مناسب طریقے پر جیسے دھوئے جاتے ہیں، پھر بھی یہ خیال آ رہا ہے کہ میرا ہاتھ خشک رہ گیا لاؤ، دوبارہ دھولوں تو اب اس کی مخالفت کرو، اور کہو نہیں نہیں، اب دوبارہ نہیں دھوں گا، زبردستی اس کی مخالفت کرے تو اس صورت میں رفتہ رفتہ وہ شیطان مایوس ہو جائے گا، یہ تو میرا کہنا مانتا نہیں ہے لہٰذا اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں اور وہ بھاگ جائے گا، اس کا یہی علاج ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

ہمارے بزرگوں میں سے شاید حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وضو کر رہا تھا، جب وضو کر کے فارغ ہو کر چلا تو ذہن میں خیال آیا کہ کہنی خشک رہ گئی ہے، میں نے سوچا کہ یہ شبہ دل میں پیدا ہوا ہے، تو اس کو دور کرنا چاہیے، چنانچہ دوبارہ واپس گیا اور جا کر کہنی کے اوپر پانی ڈال کر خشکی کا جو خیال تھا وہ دور کر لیا، پھر چلا، تھوڑی دور گیا تو خیال آیا کہ شاید بائیں کہنی خشک رہ گئی ہے، یہ دل میں خیال آیا تو میں نے کہا کہ یہ شبہ کیوں چھوڑیں،

دوبارہ گئے اور جا کر دوسری کہنی بھی دھولی، پھر ذرا آگے چلے تو پھر خیال آیا کہ ٹخنہ خشک رہ گیا ہے، جب تیسری مرتبہ یہ خیال آیا تو میں نے دل میں کہا کہ اچھا یہ حضرت آپ ہیں، یہ کہہ کر میں نے کہا کہ آج ہم بغیر وضو ہی کے نماز پڑھیں گے، تم کہتے رہو کہ وضو نہیں ہوا، آج ہم بغیر وضو ہی کے نماز پڑھیں گے، اور پھر یہ فرمایا کہ اگر میں اس وقت یہ نہ کہتا تو یہ زندگی بھر کا وظیفہ ہو گیا تھا، وہ زندگی بھر اسی شک میں، اسی وسوسے میں اور اسی وہم میں مبتلا رکھتا، اور ہر تھوڑی دیر کے بعد اس قسم کے وسوسے ڈالتا، لہٰذا الحمدللہ اس کا علاج ہو گیا، اس کے بعد پھر وہ وسوسہ نہیں آیا، بہر حال! علاج اس کا یہی ہے کہ زبردستی اس وہم کی مخالفت کی جائے۔

نماز میں وہم کا واقعہ

بعض مرتبہ نماز کے اندر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں نماز صحیح ہوئی کہ نہیں ہوئی، یہ اتنی کثرت سے وسوسے ڈالتا ہے کہ اس میں لوگ پریشان ہوتے رہتے ہیں، ایک ایسے ہی صاحب تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کو یہ وہم ہو جاتا تھا کہ نماز میں میرا وضو ٹوٹ گیا ہے، یہ وہم ہوتا تھا اور آکر انہوں نے یہ کیفیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب نماز پڑھتا ہوں تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹ گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حکیم کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا وضو نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ تم کوئی بدبو محسوس نہ کرو، یا آواز نہ سن لو، حالانکہ وضو ٹوٹنے کے لئے ضروری نہیں کہ آدمی بدبو محسوس کرے، یا آواز سنے، مثلاً ریح خارج ہوگئی ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس سے یہ فرمایا کہ تمہارا وضو اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ تمہیں بدبو نہ آجائے، یا آواز نہ آجائے، اس وقت تک تمہارا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

بعض لوگوں کی غلطی

بعض لوگ اس حدیث کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ بھئی حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدبو جب تک نہ آئے، یا آواز جب تک نہ ہو، اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا، مجھے خود ایک صاحب ملے جو کہتے تھے کہ بھئی ہم مولوی ملاؤں کے پیچھے نہیں جاتے، ہم تو قرآن وسنت کو براہ راست دیکھتے ہیں، براہ راست قرآن شریف کے اور حدیث کی کتابوں کے ترجمے پڑھیں گے اور جو مطلب سمجھ میں آئے گا اس پر عمل کریں گے، یہ ان کا ذہن تھا جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں کا ہوتا ہے، تو ایک مرتبہ یہ حدیث پڑھ لی انہوں نے کہ حضور اقدس صلی اللہ وعلیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک بو نہ ہو، آواز نہ ہو، جب تک وضو نہیں ٹوٹتا تو وہ فرمانے لگے کہ حضور نے یہ فرمایا ہے، لہٰذا ہمارے لئے تو حضور کا قول حجت ہے، امام ابوحنیفہ کچھ کہہ رہے ہیں، امام شافعی کچھ کہہ رہے ہیں، اور ائمہ کچھ کہہ رہے ہیں، لیکن حضور کا قول حجت ہے، لہٰذا وہ ساری عمر خود عمل اس پر کرتے رہے کہ جب تک بو نہ آئی اور آواز نہ آئی، سمجھا کہ وضو نہیں ٹوٹا، چاہے یقین ہو گیا ہو وضو ٹوٹنے کا۔

خود رائی سے گمراہی پیدا ہوتی ہے

تو یہ گمراہیاں درحقیقت خود رائی سے پیدا ہوتی ہیں کہ آدمی یہ سوچتا ہے کہ بھئی مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تو براہ راست قرآن و حدیث پڑھونگا، ترجمے چھپے ہوئے ہیں، اور اسکا مطلب نکال لونگا، حقیقت اسکی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ و علیہ وسلم نے یہ بات ایک ایسے وہمی شخص سے فرمائی تھی جس کو بار بار وہم ہوتا تھا وضو ٹوٹنے کا، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ایسے وہم اور وسوسے کا علاج یہی ہے کہ آدمی اس وسوسے اور وہم کے خلاف زبردستی عمل کرے، اس کے بغیر اس بیماری سے نجات

نہیں مل سکتی، تو ایک تو اس کا علاج یہ ہے کہ وہم کے خلاف زبردستی عمل کرے۔

وہم کا دوسرا علاج

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سورت سورۃ الناس کو کثرت سے پڑھے، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے کہ یا اللہ! مجھے یہ وسوسے کی اور وہم کی بیماری ہو رہی ہے، آپ اپنی رحمت سے میرے اس وہم کو دور فرما دیجئے تو انشاء اللہ پھر اس کو نقصان نہیں ہوگا۔

وہم سے زندگی اجیرن

اللہ بچائے یہ وہم کی بیماری ہو جائے تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، کسی کو اپنی بیوی کے بارے میں وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں یہ میرے ساتھ وفادار ہے کہ نہیں، اور اس کی وجہ سے بڑی مصیبت میں خود بھی رہتا ہے اور بیوی کو بھی رکھتا ہے، کسی کو وہم پیدا ہو گیا کہ میرے منہ سے تو طلاق نکل جاتی ہے ہر وقت بیوی کے لئے، اب ہر وقت یہ محسوس کرتا ہوں جیسے کہ میں طلاق دے رہا ہوں، اور بیوی میرے اوپر حرام ہو گئی، یہ ساری وہم کی بیماریاں وسوسے کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اسی کی وجہ سے کہ آدمی اس وہم کے اوپر بھروسہ کر لیتا ہے، اور بھروسہ کر کے اس کے اوپر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے، اگر اس کی خلاف ورزی کرلے تو یہ بیماری رفتہ رفتہ دور ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کی اور ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، اور بھائی یہ سورت پڑھتے رہنے سے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے سے امید ہے انشاء اللہ اس سے بھی نجات ملے گی۔

خلاصہ

وسوسے کی دو قسمیں میں نے عرض کیں، ایک جو ایمان و عقائد سے متعلق وسوسے ڈالتا ہے شیطان، اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگے اور اس کی پرواہ ہی نہ کرے، ایسے موقع پر میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں

مانگیں ہیں، ادعیہ ماثورہ جو مختلف کتابوں میں مثلاً مناجات مقبول میں لکھی ہوئی ہیں، ان دعاؤں کو پڑھنے سے بھی اس قسم کے وسوسوں کا سدباب ہوتا ہے، ایسے حالات میں آدمی یہ دعائیں کثرت سے پڑھے تو اس سے اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھتے ہیں، اور دوسری قسم وسوسے کی جو وہم کی شکل میں آتی ہے، اور آدمی کو پریشان کرتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگے، اور اس وسوسے کے خلاف عمل کرے، اور تیسری قسم وہ ہے اللہ بچائے جس میں تقریباً سب ہی انسان مبتلا ہوتے ہیں، وہ ہے گناہ کا وسوسہ، یہ گناہ کرلو، یہ گناہ کرلو، اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کی تفصیل اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

جادو اور آسیب کا علاج

سورۃ الناس (۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبرا۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب		3rd-Apr-2009
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی		جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جادو اور آسیب کا علاج

سورۃ الناس (۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

اما بعد: فَاَعُوْذُ باللّٰه من الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ● بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِكِ النَّاسِ ● اِلٰهِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ● آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم. وصدق رسوله النبي الكريم. و نحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! کوئی ایسی صورت پیش آئے جو بظاہر تکلیف

وہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو وسوسہ ڈالنے والے کی ذات سے، میں نے عرض کیا تھا کہ وسوسوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، اور ان وسوسوں کا کیا علاج ہے وہ میں پچھلے جمعہ عرض کر چکا ہوں۔

وسوسہ ڈالنے والے شیطان اور انسان

آج جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم نے آخر میں یہ فرمایا کہ یہ وسوسے ڈالنے والے ہمیشہ شیطان ہی نہیں ہوتے، جنات ہی نہیں ہوتے بلکہ انسان بھی ہوتے ہیں، من الجنة و الناس، لوگوں کے دلوں میں جو وسوسے ڈالتے ہیں، وہ بعض اوقات جنات ہوتے ہیں، اور بعض اوقات انسان بھی ہوتے ہیں، جنات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ابلیس تو ایک ہے، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا، لیکن اس کے چیلے چانٹے، اس کے شاگرد بہت سے ہیں، ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ جنات میں سے ہیں، شیطان انہیں دنیا بھر میں بھیجتا رہتا ہے، اور وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں۔

شیطانوں کا اجتماع اور کارکردگی

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کبھی کبھی ایسا کرتا ہے، شیطان سے مراد ابلیس، جو ان سب کا سرغنہ ہے، وہ کبھی کبھی سمندر کے اوپر اپنے سارے لوگوں کا اجتماع کرتا ہے، اور اپنے چیلے چانٹوں سے رپورٹ لیتا ہے، کہ بتاؤ تم میں سے کس نے کیا کام کیا، کس نے کیا کام کیا، کس نے کیا کارنامہ انجام دیا، حدیث میں آتا ہے کہ وہ سمندر میں ایک بڑا سا

تخت بچھا کر بیٹھتا ہے، اور جتنے اس کے چیلے چانٹے ہوتے ہیں، اس کے لشکر کے افراد ہیں، وہ جمع ہوتے ہیں، ہر ایک سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا کام کیا بتاؤ، تو ایک کہتا ہے کہ میں نے ایک مسلمان کے دل میں ایسا خیال پیدا کیا کہ اس نے نماز چھوڑ دی اور نماز کو نہیں جا سکا، وہ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے اچھا کام کیا تم نے، لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی، دوسرا کھڑا ہوتا ہے کہ ایک شخص تھا جس کے دل میں زکوٰۃ اور صدقات دینے کا خیال آیا تھا تو میں نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تو اگر پیسے خرچ کرے گا تو تیرے پاس کمی پڑ جائے گی، لہٰذا وہ اس سے رک گیا، اس نے کہا کہ تو نے بھی ٹھیک کیا، لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی، کوئی بڑا کارنامہ نہ ہوا، تیسرا کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ فلاں شخص روزہ رکھنا چاہ رہا تھا میں نے اس کے دل میں بات ڈالی وہ روزے سے رک گیا، بہر حال مختلف لوگ اپنی اپنی کارگزاریاں بیان کریں گے کہ ہم نے فلاں کو نماز سے روک دیا، فلاں کو ذکر سے روک دیا، فلاں کو تلاوت قرآن سے روک دیا، فلاں کو روزے سے روک دیا، فلاں کو عبادت سے روک دیا، وہ کہے گا ٹھیک ہے لیکن تم نے کوئی بڑا کارنامہ نہیں دکھایا۔

میں نے میاں بیوی میں لڑائی کروادی

ایک بڑا شیطان کھڑا ہوگا، اور کہے گا کہ جی میں نے یہ کام کیا کہ دو میاں بیوی بڑی ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے، اور دونوں میں بڑا اتحاد تھا، بڑا اتفاق تھا، بڑی محبت تھی، اور ان کی زندگی بڑی خوش گوار گزر رہی تھی، میں نے ایک ایسا حربہ استعمال کیا کہ دونوں کے درمیان چپقلش ہوگئی، اور چپقلش کے نتیجے میں دونوں کے

درمیان لگائی بجھائی کرتا رہا، شوہر کو بیوی کے خلاف بھڑکاتا رہا، بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکاتا رہا، نوبت یہاں تک آئی کہ وہ محبت کرنے والے میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، اور طلاق ہوگئی، اور دونوں کا خاندان اجڑ گیا، تو ابلیس کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا ہاں تو ہے جس نے صحیح کارنامہ انجام دیا، اس کو گلے سے لگائے گا، یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حدیث میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان میں سب سے خطرناک شیطان وہ ہے، جو دو محبت کرنے والے مسلمانوں کے درمیان عداوت کا بیج ڈال دے، ایک دوسرے کے خلاف دشمن بنادے۔

شیطان کے چیلے بہت ہیں

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ شیطان ابلیس ایک اکیلا نہیں وہ تو ایک ہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، لیکن اس کے متبعین اور پیروکار اور اس کے شاگرد اور چیلے بہت سارے ہیں، جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، تو قرآن کریم میں ہے کہ شیطان ابلیس یہ کہہ رہا تھا کہ میں انسانوں کو بہکاؤں گا تو قرآن نے بھی کہا تھا جو تیرا دل چاہے کرلے، تو اپنے سارے لشکر کو لے آ، اور میرے بندوں کو بہکانے کی کوشش کرلے، جو بندے مجھ سے تعلق رکھنے والے ہوں گے، ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، یہ قرآن کریم میں ہے، یہاں پر سورۃ الناس میں کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، اس سے مراد شیطان کے چیلے چانٹے ہیں، وہ ڈالتے ہیں، اس کے بارے میں قرآن کریم نے خود فرمادیا کہ

گھبرانے کی بات نہیں کیونکہ ہیں تو یہ شیطان کے چیلے چانٹے۔

شیطان انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح سرایت کرتا ہے، جس طرح رگوں میں خون سرایت کر جاتا ہے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعتکاف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آئیں، کچھ دیر رہیں پھر واپس جانے لگیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کیلئے مسجد کے دروازے تک آئے، جب وہاں پہنچے تو رات کا اندھیرا تھا، حضور کے ساتھ ایک خاتون تھیں اور وہ ظاہر ہے پردے میں ہوں گی، وہ پردے میں تھیں تو اس واسطے دو صحابی قریب سے گزرے تو آپ نے ان صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ دیکھو! یہ میرے ساتھ جو خاتون ہیں، یہ میری اہلیہ صفیہ ہیں، تو وہ صحابہ بڑے حیران ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ کو یہ کہنے کی ضرورت کیا کہ یہ صفیہ ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے کہا کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح سرایت کرتا ہے جس طرح رگوں میں خون سرایت کرتا ہے، تو مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ دل میں خیال آجائے کہ حضور کے ساتھ رات کے وقت یہ خاتون کون تھیں؟ تو اس واسطے تمہیں وسوسہ آجاتا اور تمہارے دل میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا، اس لئے میں نے اس وسوسے کو دور کرنے کیلئے تمہیں یہ بتا دیا کہ میری بیوی ہیں، کوئی اور عورت نہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے آپ کو تہمت کے مواقع سے بچانا چاہیے، اور

اگر کہیں تہمت کے لگنے کا اندیشہ ہو تو اس کی صفائی کردینی چاہیے، تو حضور نے واضح کردیا، لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے۔

شیطان کے حربے کمزور ہیں

لیکن ساتھ میں قرآن کریم نے یہ بھی فرمادیا کہ باوجود اس کے شیطان کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ انسان کے جسم کی رگوں میں خون کی طرح سرایت کرے، لیکن:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (النساء:٧٦)

قرآن کہتا ہے کہ شیطان کے جتنے حربے ہیں وہ سب بہت کمزور ہیں، اور آپ نے ابلیس سے کہہ دیا تھا

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:٤١)

ابلیس سے کہہ دیا تھا کہ جو صحیح معنی میں میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، تو تسلی دینے کیلئے فرمادیا کہ یہ ہم نے تمہاری آزمائش کے لئے پیدا تو کیا ہے لیکن اس کو بہت کمزور بنایا ہے، ذرا سا آدمی ڈٹ جائے اس کے مقابلے پر تو وہ فوراً نرم پڑجاتا ہے، فوراً کافور ہوجاتا ہے، اور ذرا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لے تو شیطان کا مکر زائل ہوجاتا ہے، لہٰذا بہت ڈرنے کی بات نہیں کہ آدمی سوچے کہ میں تو بری طرح پھنس گیا، میرے اوپر تو شیطان اس طرح مسلط ہے کہ میری رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے، لہٰذا اب اس سے بچنا تو ممکن نہیں ایسا نہیں، قرآن نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کا مکر بہت

کمزور ہے، ہاں طاقت اس کو اس شخص پر حاصل ہوتی ہے جو اس شیطان کے مکر سے بچنا ہی نہیں چاہتا ہو، وہ خود شیطان کے آگے آگے ہو گیا اور اس سے بچنے کی کوئی کوشش ہی نہیں کر رہا تو پھر بے شک اس کے اوپر وہ قابو پالیتا ہے، دیکھو مخلوق میں بہت ساری مخلوقات ایسی ہوتی ہیں، جو ویسے تو بڑا شور شرابا دکھاتی ہیں، بڑی فوں فاں کرتی ہیں، بڑا جوش و خروش دکھاتی ہیں، لیکن ذرا آدمی کوئی ڈٹ جائے تو فوراً بیٹھ جاتی ہیں، یہ عام طور پے جو رزیل قسم کی مخلوقات ہوتی ہیں وہ ایسی ہی ہوتی ہیں، تو شیطان بھی اسی میں سے ہے، اگر آپ اس سے ڈر گئے اور آپ نے اس شیطان کے آگے ہتھیار ڈال دیے، اور یہ کہا کہ بھئی جیسا تو کہے گا میں ویسا ہی کرونگا تو وہ حاوی ہو جائے گا، اور ساری زندگی خراب کرے گا، لیکن اگر کوئی آدمی اس کے سامنے ڈٹ جائے کہ میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا اور ساتھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ میں آجائے، اور سورۃ الناس پڑھ کر اللہ کی پناہ لے لے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو بچالیتے ہیں۔

نفس بھی وسوسے ڈالنے والا ہے

اسی طریقے سے فرمایا کہ کچھ وسوسے ڈالنے والے انسانوں میں سے ہیں، من الجنة و الناس، اب انسانوں میں وسوسے ڈالنے والا سب سے پہلے تو ہمارا نفس ہے، نفسانی خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں اور ان نفسانی خواہشات کے نتیجے میں آدمی بہک جاتا ہے، دل چاہ رہا ہے فلاں گناہ کرلو، دل چاہ رہا ہے فلاں گناہ کرلو تو اس دل کے چاہنے کے پیچھے جب چل پڑتا ہے آدمی کہ دل کی ہر خواہش کو پورا

کروں گا، جو دل میں آئے گا کروں گا، جو جی چاہ رہا ہے کروں گا، تو پھر نفس اس کے اوپر قابو پالیتا ہے، اور قابو پانے کے ساتھ پھر وہ آدمی اللہ بچائے غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔

نفس کے بہکانے کا علاج

لیکن اس کا علاج بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب کبھی تمہارے دل کی خواہش تمہیں گناہ کی طرف لے جا رہی ہو تو اس وقت ایک دم سے اس دل کی خواہش کے پیچھے نہ چل پڑو، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو کہ یا اللہ! میرا نفس مجھے بہکا رہا ہے، مجھے غلط راستے پر ڈال رہا ہے آپ مجھے اس سے بچا لیجئے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر اپنے آپ کو سنبھالو، ذرا سوچو کہ یہ کام جس کی طرف میرا نفس مجھے لے جا رہا ہے یہ آیا کرنے کا بھی ہے یا نہیں، اس کا انجام دنیا و آخرت میں کیا ہوگا، قرآن کریم میں اللہ کے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (اعراف:۲۰۱)

وہ لوگ غور کرتے ہیں کہ یہ راستہ صحیح ہے یا غلط ہے تو غور کے نتیجے میں اچانک ان کو صحیح راستہ نظر آجاتا ہے، جس وقت گناہ کا خیال آئے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ وسوسہ ہے جو نفس دل میں ڈال رہا ہے، اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کس طرح بچے

دیکھو! نفس و شیطان نے زلیخا کو بہکایا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام

پر ڈورے ڈالے، اور اس نے چاروں طرف سے دروازے بند کر دیئے، اور تالے ڈال دیئے کہ کہیں بھاگ نہ سکیں، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی، قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۔ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ. بہرحال! حضرت یوسف علیہ السلام انسان تھے اور بشر تھے، نبی ہونے کے علاوہ بشر تھے، اور ساتھ ساتھ سارے بشری تقاضے اور بشری خواہشات ان کے دل میں بھی موجود تھیں، اور اور بھرپور جوانی ہے اور غیر شادی شدہ ہیں، اور اس حالت میں ایک عورت اس طرح دروازے بند کر کے دعوت گناہ دے رہی ہے، تو قرآن کریم کہتا ہے کہ کچھ کچھ خیال ان کے دل میں بھی آ چلا تھا، لیکن خیال آنے کے باوجود فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی کہ یا اللہ! اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں، اور یہ خواہش بھی دل میں پیدا ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنے کرنے کا جو کام تھا کہ جتنا بھاگ سکیں بھاگ جائیں، باہر نکلنے کا راستہ نہیں ہے، لیکن اللہ کی پناہ مانگ کر دروازے تک بھاگے، اور اپنے کرنے کا کام اتنا ہی تھا کہ دروازے تک بھاگ جائیں، لیکن بچانا آپ کا کام ہے، اور آپ اپنے فضل وکرم سے مجھے بچا لیجئے، دوڑے تو تالے ٹوٹتے گئے، اور زلیخا کا شوہر وہیں دروازے کے باہر مل گیا تو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، دعا کیا مانگی:

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (یوسف ۳۳)

یا اللہ! اگر آپ نے ان عورتوں کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں بھی مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف، میرے دل میں بھی میلان پیدا ہو جائے گا، اور جاہلوں میں

فہرست میں ، میں بھی شامل ہو جاؤنگا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور انہیں بچالیا، تو یہ ہے طریقہ جو قرآن کریم نے تلقین فرمایا ہے، کہ جب کبھی نفس بھکائے یا کوئی انسان بھکائے، بظاہر تو وہ انسان ہے لیکن گناہ کی دعوت دے رہا ہے تو وہ کام شیطان کا کر رہا ہے کہ دل میں وسوسے ڈال رہا ہے گناہ کرنے کے، اس وقت میں بھی اللہ کی پناہ مانگو، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے مجھے اس کام سے بچالیجئے۔

دو کام کرنے چاہئیں

دو کام کرنے ہیں ایک اللہ کی پناہ مانگنی ہے، اللہ سے دعا کرنی ہے، اور دوسرا جتنی کوشش انسان کے بس میں ہے اس گناہ سے بچنے کی وہ کرلے، کوشش تو کرنی پڑے گی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام دروازے کی طرف بھاگے، کوئی آدمی کوشش تو الٹی کرے، گناہ کی طرف چلے اور کہے کہ یا اللہ مجھے بچالیجئے، یہ تو مزاق ہے، یہ دعا نہیں، یعنی اپنی سی کوشش کرے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بچالیتے ہیں، اس سورت کریمہ کا یہ خلاصہ ہے۔

سوتے وقت پڑھ کر دم کریں

اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے یہ دو سورتیں پڑھتے تھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے، اور ان ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے، تین مرتبہ ایسا کرتے تھے، یہ حفاظت کے لئے ہے شیطان سے، اور نقصان پہنچانے والی تمام مخلوقات سے، جادو سے، سحر سے، شیطانوں کے تصرفات سے، انسانوں کے

تصرفات سے، حفاظت کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ سونے سے پہلے دونوں ہاتھوں پر یہ سورتیں پڑھ کر دم کرتے، اور پورے جسم پر پھیر لیتے تھے، یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے۔

مرض الوفات میں بھی دم کرتے

یہاں تک کہ جب مرض وفات ہوا، جس مرض میں وفات ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس وقت آپ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ بیماری کی وجہ سے خود یہ عمل کرنے کی طاقت نہیں تھی، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چونکہ میں نے ساری زندگی آپ کو یہ عمل کرتے دیکھا تھا، تو میں چاہتی تھی کہ یہ بیماری ہے اس میں بھی یہ عمل جاری رہے، میں چاہتی تھی کہ: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس. پڑھ کر آپ کے سارے جسم پر دم کردوں، لیکن میں نے سوچا کہ اگر میں اپنے ہاتھوں پر پڑھ کر دم کروں گی تو اس سے وہ برکت نہیں ہوگی تو میں نے یہ دونوں سورتیں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اٹھایا اپنے ہاتھوں سے، اور پھر دست مبارک پر ہی دم کیا اور آپ ہی کے دست مبارک لے کر آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیے، تو یہ ایسا عمل ہے، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رکھتا ہے، لوگ آج کل بڑے جادو ٹونے کے چکر میں پڑے رہتے ہیں، اور عملیات تعویذ گنڈے اور نہ جانے کیا کچھ کرتے ہیں، لیکن جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے، جو آدمی یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ شیطان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا، اور جادوگروں کے شر سے

بھی محفوظ رہے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آجکل بدامنی کا دور دورہ ہے

آخر میں یہ بات آپ سے عرض کرنی ہے کہ ہمارے ملک میں ہر شخص پریشان بھی ہے اور بے چین بھی ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ دشمنوں کے نرغے کی وجہ سے ملک کی بقا خطرے میں پڑی ہوئی ہے، اور روز بدامنی کا کوئی نہ کوئی واقعہ کہیں نہ کہیں پیدا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ مسجدیں بھی اس بدامنی اور دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہیں، آپ نے پڑھا ہوگا کہ خیبر میں مسجد میں عین جمعہ کے وقت ایسی کاروائی ہوئی جس میں ستر سے زیادہ افراد شہید ہوئے، اور اس طرح کی کاروائیاں مختلف جگہوں پر ہوتی رہیں ہیں، لاہور میں بھی یہ واقعہ پیش آیا اور اسلام آباد میں بھی، اور ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ کوئی مسلمان یہ حرکت نہیں کر سکتا کہ مسجد کے اوپر حملہ آور ہو، نمازیوں کے اوپر حملہ آور ہو، نماز پڑھتے ہوئے لوگوں پر حملے کرے، یہ بیرونی سازشوں کا سلسلہ ہے جس سے ہم دوچار ہیں، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہماری بداعمالیوں کو معاف فرمائے، اور ہمیں اس بدامنی کی صورتحال سے محفوظ رکھے، دوسرا یہ ہے کہ حتی الامکان اللہ تعالیٰ ہی نے حکم دیا ہے کہ اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے، کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ کوئی نفع پہنچا سکتی ہے نہ کوئی نقصان، لیکن ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی

حفاظت کے لئے جتنے مناسب ذرائع کرسکتا ہو وہ کرنا بھی سنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، بعض اوقات دشمن کی طرف سے حملہ کا اندیشہ ہوتا تھا تو صحابہ کرام آپ کے گرد پہرا دیا کرتے تھے آپ کی حفاظت کے لئے، اور جب مدینہ منورہ پر حملے کا اندیشہ تھا تو صحابہ کرام مدینہ منورہ کا پہرا دیا کرتے تھے، اور اس پہرے کی بھی عظیم فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، لہٰذا جو مناسب حد تک جو تدبیر انسان اختیار کرسکتا ہو وہ اختیار کرنی چاہئے، اس لئے چونکہ مسجدوں کو بھی نشانہ بنایا جارہا ہے اور یہاں کچھ مشتبہ قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں۔

مسجد میں آنے والوں کی چیکنگ کی جائے گی

اس لئے یہاں اس مسجد میں انتظام کیا گیا ہے کہ یہاں داخلے کے وقت جو بھی حضرات تشریف لاتے ہیں مسجد میں ان کی اسکینگ کے ذریعے چیکنگ کی جائے گی، اس میں سب ہی کا فائدہ ہے، سب ہی کی حفاظت کا ایک انتظام ہے اگرچہ سچی بات یہ ہے کہ مسجدوں میں اس قسم کے انتظامات اچھے نہیں لگتے، یہ اللہ کا گھر ہے، اس میں جو بھی آئے جس وقت بھی آئے اس کو منع نہیں کیا جاسکتا، لیکن ان حالات کے تناظر میں جن سے ہم گزر رہے ہیں اس کی وجہ مسجد کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے، جو حضرات یہاں آئیں گے ان کی اسکینگ کی جائے گی، اور اسکینگ کرکے پھر ان کو اندر آنے کی اجازت دی جائے گی تاکہ جتنا انتظام جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے بس میں ہے حفاظت کا، یہ سارے نمازی جو آتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی عبادت انجام دینے کے لئے آتے ہیں، اور یہ مسجد

کی انتظامیہ کی امانت ہے ہمارے پاس یہ سارے نمازی اس کے لحاظ سے اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ امید ہے آپ حضرات اس سے تعاون کریں گے، اور اسی کو اس تناظر میں دیکھتے ہوئے اس تعاون پر عمل کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو اپنے حفظ وایمان میں رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

سورۃ الناس (۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱/۱۸۸، لیاقت آباد نمبر ۱۰۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	17th-Apr-2009
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

سورۃ الناس (۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٭ مَلِکِ النَّاسِ ٭ اِلٰہِ النَّاسِ ٭ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٭ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٭ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٭ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین.

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے جس کی

کچھ تشریح کا بیان پچھلے چند جمعوں سے چل رہا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے، یہ قرآن کریم کی آخری دو سورتیں ''قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس'' یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی تھیں جب کچھ یہودیوں نے آپ پر جادو کرنے کی کوشش کی تھی، تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان دو سورتوں کے الفاظ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگئے، پہلی سورۃ ''سورۃ الفلق ''تھی، جسکا بیان بقدر ضرورت ہو چکا ہے، دوسری سورۃ ''قل اعوذ برب الناس ''ہے جس کو''سورۃ الناس ''کہا جاتا ہے، اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ فرمار ہے ہیں''قل ''آپ کہیے، کیا کہیے؟''اعوذ برب الناس ''میں پناہ مانگتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی''ملک الناس ''تمام انسانوں کے بادشاہ کی''الٰہ الناس ''تمام انسانوں کے معبود کی، اس سے مراد تو حق تعالیٰ ہیں لیکن یہاں تین صفتیں ذکر فرمائیں کہ جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے اس کی، جو سارے انسانوں کا بادشاہ ہے اس کی، جو سارے انسانوں کا معبود ہے اس کی''من شر الوسواس الخناس ''اس کی پناہ مانگتا ہوں اس شیطان کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے''من الجنۃ والناس'' چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے ہو، یہ اس سورت کا ترجمہ ہے۔

میری پناہ مانگو

پچھلے دو جمعوں میں اس کی تشریح میں عرض کر چکا ہوں، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جب کبھی کوئی وسوسہ، کوئی برا خیال، گناہ کا ارادہ، گناہ کی خواہش، یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں کوئی بدگمانی - العیاذ باللہ - کا کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، یا اللہ! میں

اس وسوسے کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس میں ہر قسم کا وسوسہ داخل ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ خود فرمایا ہے کہ میری پناہ مانگو تو یقیناً جو اس پر عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ عطا فرمائیں گے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک کریم ذات کسی سے کہے کہ تم میری پناہ مانگو اور جب وہ پناہ مانگے تو کہے کہ بھاگ جاؤ، میں تمہیں پناہ نہیں دیتا، ایک معمولی شریف آدمی بھی یہ کام نہیں کرسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات جو رحمٰن رحیم ہے اس سے یہ ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم کی دعا رد نہیں ہوسکتی

اسی لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن کریم نے جو دعائیں بتائی گئی ہیں کہ یہ دعا مانگو، یہ دعا مانگو، ان دعاؤں کا رد ہونے کا امکان ہی نہیں، کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: قُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ. یہ کہو اے میرے پروردگار مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما تو بہترین رحم کرنے والا ہے، تو جب اللہ تعالیٰ خود کہہ رہے ہیں کہ یہ کہو یعنی درخواست کا مضمون بتارہے ہیں، جب کسی کے سامنے درخواست پیش کی جاتی ہے، اس میں ایک شکل تو یہ ہے کہ آدمی اپنے الفاظ میں پیش کرے، دوسری شکل یہ ہے کہ جس کے سامنے پیش کررہے ہیں وہ خود بتارہا ہے کہ ان الفاظ سے مجھے درخواست دو تو وہ کیسے رد ہوگی؟ اس واسطے جب اللہ کی پناہ مانگے گا انسان اس قسم کے تمام وساوس کے شر سے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ضرور پناہ عطا فرمائیں گے، بشرطیکہ سچے دل سے مانگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی پناہ لی

دیکھئے! حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم نے ذکر کیا ہے، زلیخا نے ان پر ڈورے ڈالے اور چاروں طرف سے دروازے بند کر دیے، اور گناہ کی

دعوت دی، جس کو دعوت دی جارہی تھی وہ بھی انسان تھا، بشر تھا، اس کے دل میں بھی بشری تقاضے اور بشری خواہشات موجود تھیں، وہ فرشتہ نہیں تھا، چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا. یعنی عورت نے تو ارادہ کر ہی لیا تھا گناہ کرنے کا، ان کے دل میں بھی کچھ کچھ خیال آچلا تھا اگر اللہ کی دلیل نہیں دیکھ لی ہوتی، وہ بشر تھے اگر خیال نہ آتا اور خواہش نہ پیدا ہوتی اور بچ جاتے تو کوئی کمال کی بات نہیں تھی، لیکن بھرپور جوانی ہے، بشری تقاضے پوری طرح موجود ہیں، قوت اور طاقت موجود ہے، اور دل میں خواہش بھی پیدا ہورہی ہے، لیکن اس کے بعد بچے، یہ ہے کمال جو پیغمبروں کا کمال ہے، قرآن کریم کہتا ہے دو کام کیے، ایک کام یہ کیا جو دل میں خیال آچلا تھا اللہ سے اس کی پناہ مانگی، اے اللہ! میرے دل میں یہ خیال آنے لگا ہے، حالات ایسے ہو گئے ہیں، اگر آپ نے نہ بچایا تو میں بچ نہیں سکوں گا، تو پناہ مانگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی، اور دوسرا کام یہ کیا کہ میرے بس میں اتنا ہے کہ دروازے تک بھاگ جاؤں، اپنے بس میں جتنی بچنے کی کوشش تھی وہ پوری کرلی، اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا کہ یا اللہ! میرے بس میں اتنا ہی ہے کہ میں بھاگ کر دروازے تک چلا جاؤں، معلوم بھی ہے کہ دروازے پر تالے پڑے ہوئے ہیں میں بھاگ کر باہر نہیں نکل سکتا، لیکن میرے بس میں اتنا ہے کہ میں دروازے تک پہنچ جاؤں تو کسی طرح بھاگ کر دروازے تک پہنچ گئے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیکھا کہ بندہ نے اپنا کام پورا کرلیا، جتنا بھاگ سکتا تھا بھاگ گیا اور پھر میری پناہ مانگ لی تو اب میرا کام ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دروازے کے تالے توڑ دیئے، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید

خیرہ یوسف وار می باید دوید

اگر تمہیں گناہوں سے نکلنے کا راستہ نظر نہ آرہا ہو تو جہاں تک بھاگ سکتے ہو بھاگ جاؤ، اور پھر اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! میرا کام اتنا تھا آگے تیرا کام ہے۔

جنگ آزادی کا ایک واقعہ

میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریزوں کے خلاف لڑائی ہورہی تھی تو جگہ جگہ پھانسیاں لگائی ہوئی تھیں، لوگوں کو پھانسیاں دی جارہی تھیں، اور ظلم وتشدد کا بازار گرم تھا، آج ہمیں یہ تشدد پسند کہتے ہیں، لیکن ان کی تاریخ ظلم وبربریت سے بھری ہوئی ہے۔ بربریت کا بازار گرم تھا، اسی میں ایک اللہ والے ایک گھر میں ان لوگوں کے شر سے اپنے آپکو بچا کر ٹھہرے ہوئے تھے، کئی دن اسی حالت میں گزر گئے نہ کھانے کو کچھ تھا نہ پینے کو کچھ تھا، باہر نکل نہیں سکتے تھے، باہر نکلتے تو انگریزوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے۔ جب کئی دن گزر گئے اور بالکل جان لبوں تک آگئی تو سوچا کہ کیا کروں پانی ہے نہیں، پیاس شدید لگی ہوئی ہے، جان پر بنی ہوئی ہے، تو دل میں یہ سوچا جتنا میرے بس میں کام ہے وہ تو کرلوں اور پھر اللہ سے مانگوں، تو ایک پیالہ پڑا ہوا تھا پاس اور بھوک پیاس کی کمزوری سے چلنا ممکن نہیں تھا، پیالے کو ہاتھ میں لیکر سرک سرک کر سرک سرک کر صحن تک پہنچ گئے اور صحن میں لے جاکر پیالہ رکھ دیا، اور دعا کی کہ یا اللہ! میرے بس میں اتنا ہی تھا کہ میں سرک کر پیالہ یہاں رکھ دوں، اب بارش نازل کرنا یہ آپ کا کام ہے، اپنے فضل سے آسمان سے مجھے اس میں پانی عطا فرمادیجئے، یہ دعا کی، جب بندہ نے اپنا کام پورا کرلیا اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں اب میرا کام ہے۔ بادل آئے، بارش برسی اور پیالہ پانی سے بھر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کے ساتھ ساتھ آدمی اپنے کرنے کا کام ہے وہ کرلے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ جتنی گناہ سے بچنے کی

کوشش ہو سکتی ہے وہ کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے تو ممکن نہیں ہے کہ وہ رد کر دیں۔

اس سورۃ میں یہی سکھایا گیا ہے

تو یہ سکھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں کہ اپنا کام کرو اور پھر میری پناہ مانگو، اور شیطان سے پناہ مانگو، نفس کے شر سے پناہ مانگو، کوئی برا ساتھی مل گیا ہے وہ غلط راستے پر چلا رہا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے، وہ دلوں میں غلط باتیں ڈال رہا ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے میری پناہ مانگو، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں " من صاحب السوء " برے ساتھی سے، جس کی صحبت مجھے خراب کر دے میں اس سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، پناہ مانگنے کی عادت ڈالو اللہ تبارک وتعالیٰ سے، ہر برے کام سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو۔

نماز حاجت پڑھ کر

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ پناہ مانگنے کا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگنے کا سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے، کہ آدمی براہ راست اللہ سے مانگے، نماز حاجت پڑھے، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی بھی حاجت پیش آئے، کوئی بھی ضرورت پیش آئے، کوئی مشکل پیش آ جائے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اسے پیش کرنا ہو تو دو رکعتیں نماز حاجت کی نیت سے پڑھو اور نماز پڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ سے مانگو، اس کے کچھ الفاظ بھی حدیث میں آئے ہیں، وہ یاد کر لئے جائیں تو اچھا ہے، یہ دعا مناجات مقبول میں بھی لکھی ہوئی ہے، اور مسنون دعاؤں کی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہے، یہ یاد کر لو تو اچھا ہے، لیکن بالفرض یاد نہ بھی ہو تو " لا الہ الا اللہ العلیُّ العظیم " کہہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور وہ حاجت پیش کرو، یا اللہ مجھے یہ حاجت پیش آ رہی ہے اپنے فضل وکرم سے مجھے

یہ عطا فرما دیجئے، یہ نماز حاجت پڑھ کر دعا مانگنے کا طریقہ تمام حاجات، تمام مشکلات کو حل کرنے کے لئے سب سے زیادہ افضل، موجب ثواب اور سب سے زیادہ مؤثر ہے، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ نے یہ تلقین فرمائی۔

ہر چیز کا ایک تعویذ ہوتا ہے

میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج کل ہمارے ماحول میں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، یا جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو لوگ تعویذ گنڈے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، کہ کوئی تعویذ بتا دو، یا دیدو تو تعویذ کی فکر زیادہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے نماز حاجت پڑھ کر دعا کرنے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو طریقہ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو، یہ سب سے زیادہ مؤثر طریقہ ہے، اس میں ثواب بھی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا فائدہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ مؤثر بھی سب سے زیادہ ہے، تعویذ گنڈے سے زیادہ مؤثر ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں تعویذ گنڈے کو سب سے زیادہ مؤثر سمجھ کیا گیا ہے، اور لوگوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بھائی ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی تعویذ ہونا چاہیے، فلاں چیز کا تعویذ دیدو، فلاں چیز کا تعویذ دیدو، یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آئی اور آ کے سر ہو گئی کہ جی میری مانگ صحیح نہیں نکلتی، جب میں بال بناتی ہوں تو ٹیڑھی نکلتی ہے، کنگی کرتی ہو تو مانگ سیدھی نہیں نکلتی، تو کوئی ایسا تعویذ ایسا دیدو کہ مانگ سیدھی نکلا کرے، انہوں نے کہا کہ اس کا کوئی تعویذ ہے ہی نہیں، اس نے کہا نہیں، اس کا کوئی تعویذ دیدو، آپ عالم آدمی ہو، اور کوئی تعویذ دیدو، جوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عالم جو ہوتا ہے وہ سارا علم دین پڑھتا ہے وہ سارا علم تعویذ گنڈے کے لئے پڑھتا ہے، جس کو تعویذ

گنڈے نہیں آتے تو وہ عالم ہی نہیں ہے، تو آج کل لوگوں کے ذہن میں علم منحصر ہو گیا ہے، خاص طور سے خواتین کے ذہن میں کہ اگر یہ عالم ہے تو کوئی نہ کوئی تعویذ نکالے گا اور ایسا دے گا کہ جس سے میرا مقصد حاصل ہو جائے۔

حضور نے کبھی تعویذ نہیں دیا

خوب سمجھ لیجئے کہ ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تعویذ نہیں دیا، ہاں کبھی کبھی جھاڑ پھونک کی ہے کیونکہ قرآن نے یہ کہا کہ "قل" کہو، زبان سے کہو، تو بعض اوقات بیماروں کے اوپر جھاڑ پھونک کی ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. پڑھ کر دم کر دیا اور فرمایا: اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ. یہ کہہ کر دم کر دیا، اور اس طرح کے کچھ ذکر ہیں ان کو پڑھ کر دم کرنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ان دعاؤں کا ترجمہ یہ ہے کہ: اللہ جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے یہ بیماری دور فرما: اَنْتَ الشَّافِيُ. آپ ہی شفاء دینے والے ہیں: لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ. آپ کے سوا کوئی شفاء نہیں دے سکتا: شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. ایسی شفاء دیدیجئے جس کے بعد کوئی بیماری باقی نہ رہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے: اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ. میں اس عظمت والے اللہ سے سوال کرتا ہوں جو سارے عرش کا مالک ہے کہ وہ آپ کو شفاء دیدے، یہ حضور سے ثابت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں کے لئے جھاڑ تو کی ہے، دم تو کیا ہے، لیکن تعویذ لکھ کر کسی کو نہیں دیا، نہ کسی صحابی سے کہا کہ تم اس کو لکھ کر دیدو۔

صحابہ کرام کا تعویذ لکھنا

البتہ جو لوگ زبان سے خود نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے بعض صحابہ کرام نے یہ کیا

کہ ان کو تو زبان سے یاد نہیں رہے گا کہ یہ پڑھے اور اپنے اوپر دم کرے، لاؤ اس کو لکھ کر دے دیں تو یہ باندھ لے، اپنے بازو پر باندھ لے، یا گلے میں ڈال لے، یہ بعض صحابہ سے منقول ہے لہٰذا وہ ناجائز نہیں ہے، کوئی قرآنی آیات کا تعویذ گلے میں ڈال لے تو ناجائز نہیں ہے، لیکن یہ بھی سمجھ لیں کہ وہی تعویذ جائز ہے جس میں یا تو قرآن کریم کی آیات ہوں یا اس میں کوئی دعا ہو، ذکر ہو، اس کے معنی سمجھ میں آتے ہوں۔

ایسے تعویذ حرام ہیں

ایسے تعویذ جس میں ایسی بات لکھی ہوئی ہو جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا، ایسا تعویذ حرام ہے، اگر اس میں کوئی ایسی عبارت لکھی ہوئی ہے، ایسی بات لکھی ہوئی ہے، جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آ رہا تو ایسا تعویذ استعمال کرنا ناجائز ہے، بعض تعویذ ایسے ہوتے ہیں جس میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، وہ چاہے نبی ہو، چاہے ولی ہو، اور چاہے کتنا بڑا بزرگ ہو، اللہ کے سوا کسی سے مراد نہیں مانگی جاتی اور وہ شرک کے قریب انسان کو پہنچا دیتی ہے، ایسے تعویذ بالکل حرام ہیں، اور انسان کو شرک کے قریب پہنچا دیتے ہیں، اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ تعویذ میں اگر کوئی ایسی بات لکھی ہوئی ہے جو ہم اور آپ سمجھتے نہیں ہیں تو کیا پتہ اس میں کوئی غیر اللہ سے مدد مانگ لی گئی ہو، کوئی شرک کا کلمہ اس کے اندر موجود ہو، اس واسطے ایسا تعویذ استعمال کرنا بالکل جائز نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم کی آیات ہیں، ان کو بھی ادب کے ساتھ استعمال کیا جائے، یا کوئی ذکر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا، یا کوئی دعا ہے جو تعویذ میں لکھ دی گئی تھی تو وہ جائز ہے، لیکن اس میں کوئی ثواب نہیں۔

تعویذ دینا روحانی علاج نہیں

لوگ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ یہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں گویا یہ روحانی علاج

ہے، اس کا نام روحانی علاج رکھا ہوا ہے، کوئی روحانی علاج نہیں ہے، وہ ایسا ہی علاج ہے جیسا کہ آپ حکیم کے پاس گئے، ڈاکٹر کے پاس گئے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے پاس گئے، ایسے ہی کسی عامل کے پاس چلے گئے، اس کو روحانی علاج کہنا ہی غلط ہے، وہ بھی جسمانی علاج ہے، اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے، نہ کوئی ثواب ہے، نہ کوئی تقدس اس سے وابستہ ہے، بس ایک جائز کام ہے۔

تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا

اور یہ بھی سمجھ لیں، کہ اگر کسی خاص مقصد کیلئے آدمی قرآن کی آیت پڑھتا ہے تاکہ میری بیماری دور ہو جائے، میرا قرضہ ادا ہو جائے، مجھے روزگار مل جائے، میری اولاد ہو جائے تو اس میں تلاوت کا ثواب نہیں ملتا، وہ ٹھیک ہے جائز ہے، لیکن تلاوت کا ثواب اس وقت ملتا ہے جب خالص اللہ کے لئے پڑھے، اللہ کے لئے پڑھے گا تلاوت کرے گا تو ثواب ملے گا لیکن اگر وہ کسی ذاتی مقصد کے لئے پڑھ رہا ہے تو جائز ہے، کوئی گناہ بھی نہیں ہے، تو بھائی یہ غلط فہمیاں ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں۔

علاج کا صحیح طریقہ

جو طریقہ اللہ نے بتایا کہ "قل اعوذ برب الناس" پڑھو اور جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دعا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اور دعا ایسی چیز ہے کہ اگر دنیاوی مقصد کے لئے بھی کر رہے ہو تو اس پر بھی ثواب ہے، اگر کوئی دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ میرا قرضہ ادا فرما دیجئے، یا اللہ مجھے روزگار دلوا دیجئے، یا اللہ مجھے اولاد دیدیجئے، یا اللہ مجھے بیماری سے شفاء دیدیجئے، مانگ رہے ہو اپنے لئے لیکن ہر دعا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب لکھا جا رہا ہے، عبادت ہے، لیکن تعویذ گنڈے تو کوئی

عبادت نہیں ہے، ہاں جائز ہے جیسے اور علاج کرتے ہو یہ بھی علاج ہے، ہمارے معاشرے میں کہ ہر چیز کا حل تعویذ گنڈے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جو تعویذ گنڈا دے وہ بہت بڑا عالم ہے، اور وہ بہت بڑا پیر ہے، اور اگر نہ دیں تو سمجھیں گے کہ اس نے تو زندگی برباد کردی، کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں۔

عجیب وغریب تعویذ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ کوئی تعویذ دیدو فلاں چیز کا، حضرت نے فرمایا کہ مجھے نہیں آتا اس کا کوئی تعویذ، میں دعا کروں گا، کہنے لگا کہ نہیں تعویذ دو تو حضرت نے فرمایا کہ دعا آتی ہے مجھے، تعویذ نہیں آتا مجھے، وہ پیچھے ہی پڑ گیا، دیہاتی آدمی تھا، حضرت نے سوچا کہ دیہاتی آدمی ہے اس کو میں رد کروں گا، تو اس کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ایک تعویذ لکھ دیا، اور اردو میں لکھ دیا کہ ''یا اللہ میں جانتا نہیں، یہ مانتا نہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری فرمادیجئے'' یہ دعا لکھ کر دیدی، اللہ تعالیٰ نے اسی سے فائدہ کردیا۔

تعویذ کی ابتداء

یہ تعویذ نہ قرآن میں آئے اور نہ حدیث میں آئے لیکن پیدا اسی لئے ہوئے کہ کسی بزرگ نے کو بات کوئی کلمہ لکھ کر دیدیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں تاثیر پیدا کردی فائدہ ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں چیز کا تعویذ ہوگیا، یہ بخار کا تعویذ ہے یہ سر کے درد کا تعویذ ہے، اس طرح تعویذ پیدا ہوگئے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب کبھی انسان کو کوئی حاجت کوئی مشکل کوئی پریشانی آئے تو جو طریقہ قرآن نے بتایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس کو زیادہ اہم سمجھو،

اس کو زیادہ مؤثر سمجھو، اور دوسری چیزوں کو اس کے مقابلے میں کمتر سمجھو، اب الٹا سمجھ لینا کہ تعویذ کو دعا سے افضل سمجھ لینا کہ ہر چیز کا ایک تعویذ ہوتا ہے تو یہ خیال ایک غلط خیال ہے اور یہ قرآن وسنت کو صحیح مرتبہ نہ دینے کے مترادف ہے، میں کہتا ہوں اس سے زیادہ مؤثر نہ تعویذ ہے، یہ گنڈا ہے، نہ کوئی اور جھاڑ پھونک ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا ہے اس کو یاد کرلو، نماز حاجت اور اس کے بعد کی جو دعا ہے، اس دعا کو یاد کر کے ہر مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس پر عمل کرنے توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین